اُردو

بال بھارتی

ساتویں جماعت

بھارت کا آئین

حصہ 4 الف

بنیادی فرائض

حصہ 51 الف

بنیادی فرائض - بھارت کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ...

(الف) آئین پر کاربند رہے اور اس کے نصب العین اور اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانے کا احترام کرے۔

(ب) ان اعلیٰ نصب العین کو عزیز رکھے اور ان کی تقلید کرے جو آزادی کی تحریک میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔

(ج) بھارت کے اقتدارِ اعلیٰ، اتحاد اور سالمیت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرکے ان کا تحفّظ کرے۔

(د) ملک کی حفاظت کرے اور جب ضرورت پڑے قومی خدمت انجام دے۔

(ہ) مذہبی، لسانی اور علاقائی وطبقاتی تفرقات سے قطع نظر بھارت کے عوام الناس کے مابین یک جہتی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دے نیز ایسی حرکات سے باز رہے جن سے خواتین کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہو۔

(و) ملک کی ملی جلی ثقافت کی قدر کرے اور اُسے برقرار رکھے۔

(ز) قدرتی ماحول کو جس میں جنگلات، جھیلیں، دریا اور جنگلی جانور شامل ہیں محفوظ رکھے اور بہتر بنائے اور جانداروں کے تئیں محبت وشفقت کا جذبہ رکھے۔

(ح) دانشورانہ رویے سے کام لے کر انسان دوستی اور تحقیقی واصلاحی شعور کو فروغ دے۔

(ط) قومی جائداد کا تحفظ کرے اور تشدد سے گریز کرے۔

(ی) تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں کی بہتر کارکردگی کے لیے کوشاں رہے تاکہ قوم متواتر ترقی وکامیابی کی منازل طے کرنے میں سرگرمِ عمل رہے۔

(ک) اگر ماں باپ یا ولی ہے، چھے سال سے چودہ سال تک کی عمر کے اپنے بچے یا وارڈ، جیسی بھی صورت ہو، کے لیے تعلیم کے مواقع فراہم کرے۔

سرکاری فیصلہ نمبر : ابھیاس-۲۱۱۶/ (پر-نمبر۱۶/۴۳) ایس ڈی-۴ مؤرّخہ ۲۵/اپریل ۲۰۱۶ء کے مطابق قائم کی گئی رابطہ کار کمیٹی کی نشست مؤرّخہ ۳/مارچ ۲۰۱۷ء میں اس کتاب کو درسی کتاب کے طور پر منظوری دی گئی۔

اُردو

بال بھارتی

ساتویں جماعت

4LUK7P

اپنے اسمارٹ فون میں انسٹال کردہ Diksha App کے ذریعے درسی کتاب کے پہلے صفحے پر درج Q.R. code اسکین کرنے سے ڈیجیٹل درسی کتاب اور ہر سبق میں درج Q.R. code کے ذریعے متعلقہ سبق کی درس و تدریس کے لیے مفید سمعی و بصری ذرائع دستیاب ہوں گے۔

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

© مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴
نئے نصاب کے مطابق مجلسِ ادارت اور مجلسِ مشاورت نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈائرکٹر، مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

پہلا ایڈیشن : ۲۰۱۷ء
(2017)
پانچواں اصلاح شدہ ایڈیشن : ۲۰۲۲ء
(2022)

- ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (صدر)
- سلیم شہزاد (رکن)
- سلام بن رزّاق (رکن)
- احمد اقبال (رکن)
- ڈاکٹر قمر شریف (رکن)
- مشتاق بولنجکر (رکن)
- ڈاکٹر محمد اسداللہ (رکن)
- بیگم ریحانہ احمد (رکن)
- فاروق سیّد (رکن)
- خان حسنین عاقب (رکنِ مجلسِ مشاورت)
- خان نوید الحق انعام الحق (رکن سکریٹری)

پیش لفظ

عزیز طلبہ!

ساتویں جماعت میں آپ کا استقبال ہے۔

’اُردو بال بھارتی‘ ساتویں جماعت کے لیے آپ کو پیش کرتے ہوئے ہمیں بڑی مسرّت ہو رہی ہے۔آپ پہلی جماعت سے اُردو زبان پڑھتے آرہے ہیں۔کئی مضامین اور نظمیں آپ نے پڑھی ہیں اور کئی مشہور و معروف مصنفوں کی تحریروں اور شاعروں کے کلام کا مطالعہ کیا ہے۔گزشتہ کتابوں میں شائع کئی کہانیوں سے آپ لطف اندوز ہوئے اور آپ نے کئی سرگرمیاں مکمل کی ہیں۔اب آپ اپنے اردگرد موجود تحریروں کو پڑھتے ہوں گے۔اب آپ ساتویں جماعت میں آچکے ہیں جہاں آپ مزید معیاری مواد کی تعلیم حاصل کریں گے اور زبان کو سمجھنے کی آپ کی صلاحیت مزید فروغ پائے گی۔

اُردو صرف ایک مضمون کا نام نہیں ہے۔اس کے ساتھ ایک تہذیب جڑی ہوئی ہے۔آپ اپنی روزمرہ زندگی میں ہمیشہ اُردو استعمال کرتے ہیں۔اس کے ساتھ اسکول میں آپ دیگر مضامین اُردو زبان ہی میں پڑھتے ہیں۔معیاری اُردو زبان کے استعمال پر زیادہ زور دیا جانا چاہیے۔لہٰذا آپ کو اُردو مضمون پر جتنا عبور حاصل ہوگا، دوسرے مضامین کو سمجھنا اتنا ہی آسان ہوگا۔ ہمارا مقصد آپ میں یہ خوداعتمادی پیدا کرنا ہے کہ آپ اپنی زبان کو بہتر طور پر استعمال کرسکیں۔ہم چاہتے ہیں کہ آپ میں سوالات پوچھنے کی صلاحیت پیدا ہو، آپ نئے علوم وفنون حاصل کریں اور تخلیقی اندازِ فکر اپنائیں اور تخلیق سے مسرت حاصل کریں۔اسی لیے ہم چاہتے ہیں کہ درسی کتاب میں موجود مشقوں اور سرگرمیوں میں آپ زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔اس کتاب کی آموزش کے دوران آپ کو جو بھی مشکل یا پریشانی محسوس ہو بلاخوف اپنے استاد کے سامنے اس کا اظہار کریں۔کتاب میں ایسی کئی سرگرمیاں شامل ہیں جن سے آپ بذاتِ خود علم حاصل کرنے کے قابل بن سکیں گے۔ان سرگرمیوں میں آپ جتنا حصہ لیں گے اتنا ہی زیادہ علم آپ حاصل کریں گے۔

کتاب کے مواد کے بارے میں آپ کے تاثرات جان کر ہمیں بہت خوشی ہوگی۔

اُمید ہے کہ سال بھر آپ کی آموزش مسرت بخش ہوگی۔

آپ کی عمدہ تعلیم اور بہتر مستقبل کے لیے نیک خواہشات!

(ڈاکٹر سنیل مگر)
ڈائرکٹر
مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و
ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴

پونہ-
تاریخ: ۲۸/ مارچ ۲۰۱۷ء

Co-ordinator :
Khan Navedul Haque Inamul Haque
Special Officer for Urdu, Balbharati

D.T.P. & Layout:
Sayyed Asif Nisar,
Yusra Graphics,
Shop No. 5, Anamay Building,
305, Somwar Peth, Pune - 411 011

Artist: Shri Rajendra Girdhari

Cover: Smt. Abha Bhagwat

Production:
Shri Sachitanand Aphale,
Chief Production Officer
Shri Sachin Mehta, Prod. Officer
Shri Nitin Wani, Asstt. Prod. Officer

Paper: 70 GSM Creamwove

Print Order : N/PB/2020-21/1,18,000

Printer : M/S. KAMLESH OFFSET, KOLHAPUR

Publisher :
Shri Vivek Uttam Gosavi
Controller,
M.S. Bureau of Textbook Production,
Prabhadevi, Mumbai - 400 025

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو
ایک مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ بنائیں
اوراس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں:
انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی؛
آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت؛
مساوات بہ اعتبارِ حیثیت اور موقع،
اوران سب میں
اُخوّت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور
سالمیت کا تیقّن ہو؛
اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین
ذریعۂ ہٰذا اختیار کرتے ہیں،
وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

راشٹر گیت

جَنَ گَنَ مَنَ - اَدِھ نایک جَیَہ ہے
بھارَت - بھاگیہ وِدھاتا۔

پنجاب، سِندُھ، گُجراتَ، مَراٹھا
دراوِڑَ، اُتکَل، بَنگَ،

وِندھیہ، ہِماچَل، یَمُنا، گنگا،
اُچّھل جَل دِھ تَرَنگَ،

تَو شُبھ نامے جاگے، تَو شُبھ آ شِسَ ماگے،
گاہے تَو جَیَہ گاتھا،

جَنَ گَنَ منگل دَایک جَیَہ ہے،
بھارَت - بھاگیہ وِدھاتا۔

جَیَہ ہے، جَیَہ ہے، جَیَہ ہے،
جَیَہ جَیَہ جَیَہ، جَیَہ ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔سب بھارتی میرے بھائی اور بہنیں ہیں۔

مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور مَیں اس کے عظیم و گونا گوں وِرثے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔مَیں ہمیشہ اِس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزّت کروں گا اور ہر ایک سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اُن کی بہتری اور خوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

* تعلیمی سال کے آغاز پر ابتدائی جانچ کے ذریعے بچوں کی ذہنی سطح کا تعین کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حسبِ ضرورت تمام بچوں کی اس طرح تربیت کریں کہ ان میں مطلوبہ استعداد پیدا ہو جائے۔

* اس درسی کتاب کا اہم مقصد زباندانی ہے۔ اسباق کی تدریس سے قبل اس سے واقفیت حاصل کریں۔ کتاب کی ابتدا میں دیے ہوئے نصاب میں آموزش کی حاصل/مطلوبہ استعداد کی نشاندہی کی گئی ہے۔

* اس کتاب کے اسباق کو چار اکائیوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر اکائی میں نظم اور نثر کے اسباق شامل کیے گئے ہیں۔ کون سے مہینے کس اکائی کی تکمیل کی جائے، اس کے لیے اساتذہ اپنی سہولت کے مطابق اسباق کی ماہانہ تقسیم کرنے کے مجاز ہیں۔

* اسباق کی تکمیل سے مراد بچوں میں مطلوبہ استعداد کا حصول ہے۔ بچوں میں ہر استعداد کا حصول زیادہ سے زیادہ ہو، اس کے بعد ہی دوسرا سبق شروع کرنا بہتر ہوگا۔

* بچوں میں غور و فکر کی عادت ڈالنے اور سبق کی جانب رغبت دلانے کے لیے بعض اسباق سے پہلے مفہوم و موضوع سے متعلق کچھ مواد تمہید کے طور پر شامل کیا گیا ہے جس کا مقصد بچوں میں زبان کی تفہیم اور گفتگو کرنے کی صلاحیتوں کو فروغ دینا ہے۔ اس تمہید کو 'پہلی بات' کی ذیلی سرخی دی گئی ہے۔ 'جان پہچان' کی سرخی کے تحت شاعر یا ادیب کا تعارف کرایا گیا ہے۔ یہ مواد بھی تدریس میں شامل ہے۔

* جن الفاظ کے معنی بچے نہیں جانتے، وہ انھیں دوسروں سے معلوم کریں یا اساتذہ خود انھیں لغت کے ذریعے معنی تلاش کرنے کی ترغیب دیں۔ درسی کتاب کے ہر سبق کے بعد سبق میں آنے والے مشکل الفاظ کے معنی و اشارات کی فہمائش کر دی گئی ہے۔ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ بچے بہر صورت انفرادی طور پر سبق کا مطالعہ کریں۔

* سبق کی نوعیت کے مطابق اساتذہ تدریسی حکمتِ عملی کا انتخاب کریں۔ تدریسی طریقہ کوئی بھی ہو مگر بچوں کو سوال کرنے کا موقع فراہم کرنا اور سبق میں تمام بچوں کی شرکت کو ممکن بنانا اہم ہے۔

* درسی کتاب کی کہانیوں کی تدریس کے وقت کہانی کا کچھ حصہ اس طرح بیان کیا جائے کہ باقی حصہ بچے اپنے طور پر سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے اور ان میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے ان سے کہانی کا مطالعہ کروایا جائے۔

* اساتذہ بچوں کو ایسا موقع فراہم کریں کہ وہ اسباق کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔ ان کے اظہارِ خیال کو رد نہ کیا جائے، نیز ان کی بیان کی ہوئی خوبیوں اور خامیوں کا بغور تجزیہ کریں۔ مختلف زاویوں سے بچوں کو سوچنے کا موقع دیں مثلاً سبق میں بیان کردہ حالات میں اگر وہ ہوتے تو کیا کرتے؟

* تدریسی و اکتسابی سرگرمیوں کے بعد مشقوں کا اہتمام حسبِ ذیل طریقے پر کرنا مناسب ہے:

i. ایک جملے والے جوابات پورے جملے میں بولے اور لکھوائے جائیں۔ اسی طرح دیگر سوالوں کے جوابات بھی پورے جملوں میں لکھوائیں۔

ii. گزشتہ کی طرح مشقوں کے لیے الگ الگ عنوانات کے تحت ذیلی سرخیاں قائم کی گئی ہیں جن کا مقصد بچوں کی ذہنی صلاحیتوں کو فروغ دے کر ان کے لسانی اور جمالیاتی ذوق کو پروان چڑھانا ہے۔ ان کے علاوہ ذیلی سرخیوں کا مقصد متعلقہ مشقوں کی وضاحت بھی ہے۔

iii. مشق کا اہتمام اجتماعی سرگرمی کے طور پر کیا جائے۔

iv. اجتماعی بحث کے بعد مشقیں انفرادی طور پر حل کروائیں۔

v. سوالوں کے جوابات تمام بچوں سے اخذ کیے جائیں، غلطیوں کی تصحیح کو انفرادی طور پر لکھوائیں۔

vi. لفظوں کا کھیل سے بچوں میں جستجو کا مادّہ، زبان سیکھنے کا شوق اور غور و فکر کو فروغ حاصل ہوگا۔ ان کھیلوں کا مقصد طلبہ سے سرزد ہونے والی غلطیوں کا ازالہ ہے۔ مزید یہ کہ ان کے ذریعے زبان کی خوبیوں کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

vii. تعلیمی سرگرمیوں/منصوبوں کے بارے میں بچوں کو آگاہ کریں اور عملی طور پر گروپ میں ان کی تکمیل کروائیں۔ مشقوں میں 'تلاش و جستجو' اور 'لفظوں کا کھیل' کے تحت سرگرمیاں ہی شامل کی گئی ہیں۔ اس بات کو ذہن نشین رکھ کر منصوبوں اور سرگرمیوں کے لیے مدرسے کی لائبریری کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے۔ منصوبوں کی نمائش کا اہتمام ضروری ہے۔ منصوبوں کو مدرسے کی لائبریری میں محفوظ رکھیں۔

viii. 'آیئے زبان سیکھیں' کے تحت قواعد کے بعض تصورات کو آسان تر زبان میں سمجھایا گیا ہے۔ ان پر دی گئی مشقیں حل کرنے سے قبل بچوں کو سمجھانے کے لیے زیادہ سے زیادہ مثالیں دیں۔ اس کے بعد طلبہ کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ وہ انفرادی طور پر زبان کے ایسے ہی دوسرے جملے بنا سکیں۔

* اساتذہ مختلف تعلیمی، علمی، سیاحتی، سائنسی، معلوماتی وغیرہ اردو/ انگریزی ویب سائٹس کے بارے میں طلبہ کو معلومات فراہم کرتے رہیں۔

* اقدار کی تعلیم کے تحت اقدار کی نشاندہی بھی کرتے رہیں۔

* بعض اسباق کے اختتام پر 'عبارت آموزی' عنوان کے تحت مختلف اقتباسات شامل کیے گئے ہیں اور ان کی جانچ کے لیے سوالات دیے ہوئے ہیں۔ یہ سوالات بچوں کے لیے ہیں تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کا اندازہ لگا سکیں اور انھیں اپنے لفظوں میں واضح کر سکیں۔ اس کے بعد جس مطلوبہ تعلیمی استعداد میں بچے زیادہ کمزور ہوں، اسے دور کر کے مطلوبہ معیار تک لانے کی کوشش کی جائے۔ اساتذہ دورانِ تدریس مزید اقتباسات شامل کر کے عورتوں کی تعلیم، جدید ٹیکنالوجی وغیرہ موضوعات کا احاطہ کریں۔

* جس سبق کی تدریس کی جا رہی ہو، اس کی مناسبت سے درج ذیل تعلیمی قدروں پر مباحثہ کروائیں مثلاً انسانی و اخلاقی اقدار، تہذیب و تمدن، وطن دوستی، مساوات، انسانیت، سائنسی نقطۂ نظر، ماحول کا تحفظ، خصوصی توجہ کے مستحق بچوں سے ہمدردی وغیرہ کے لیے طلبہ کے برتاؤ میں تبدیلی کی کوشش کریں۔

* مسلسل اور ہمہ جہت جانچ کے تحت استعداد کے مطابق بچوں کی ترقی درج کرتے رہیں۔ اپنی اسکول کی سالانہ منصوبہ بندی کے مطابق میقاتی جانچ منعقد کریں۔

* بچوں سے روزانہ ڈائری لکھوائیں، اس کے لیے ان کے پاس ایک بیاض ہونی چاہیے۔ مطالعہ کی گئی کتابوں، سنے ہوئے اسباق، تعلیمی سرگرمیوں اور منصوبوں کی بنیاد پر ڈائری لکھنے کا بچوں کو پابند بنائیں۔ ان کو اپنے خیالات و احساسات کا اظہار تحریری طور پر کرنے کی خصوصی ترغیب دیں۔

قدر پیمائی:

۱۔ درسی کتاب میں طلبہ کی صلاحیتوں کی جانچ کے لیے زبانی، تحریری اور تفویضی طریقے استعمال کیے جائیں۔

۲۔ طلبہ کی معلومات اور صلاحیتوں میں اضافے کے لیے مستقل جانچ پر زور دیا جائے۔

۳۔ کمزور طلبہ کی قدر پیمائی کے لیے معالجاتی طریقے اپنائے جائیں۔

۴۔ قدر پیمائی میں والدین اور سرپرستوں کی شرکت کو ضروری قرار دیا جائے تاکہ ان کے ذریعے کی گئی جانچ کے نتائج کو استاد اپنے اندراجات کا حصہ بنا سکے۔

۵۔ قدر پیمائی کے روایتی طریقوں کے ساتھ ہی ان میں تنوّع کا بھی خیال رکھا جائے۔

آموزشی ماحصل - ساتویں جماعت

07.04.01 حمد، دعا، مناجات کو سمجھتا ہے۔ مخصوص طرز اور ترنم سے پڑھتا ہے اور محظوظ ہوتا ہے۔ حمد، دعا اور مناجات کا فرق بتاتا ہے اور پڑھ کر نشاندہی کرتا ہے۔

07.04.02 عظیم شخصیتوں کے بارے میں سمجھ کر لکھتا ہے۔ بیان کی وجوہات اور جملوں کی وضاحت اپنے الفاظ میں کرتا ہے۔ جملوں کی قسموں کو پہچانتا ہے۔

07.04.03 نظم پڑھ کر اس کے مفہوم کو سمجھتا ہے۔ نظم میں پیش کیے گئے خیالات کو اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے اور لکھتا ہے۔ نظم کو ترنم سے سننا اور پڑھنا پسند کرتا ہے۔

07.04.04 کہانی پڑھ کر سمجھتا ہے۔ گھریلو، سماجی تقریبات میں بزرگوں کے ساتھ برتی جانے والی بے توجہی کو محسوس کرتا ہے۔ انسانی ہمدردی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

07.04.05 علم کی اہمیت اور فائدے بیان کرتا ہے۔ افلاطون اور ارسطو کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے۔ نئے اور مشکل الفاظ کے معنی لغت میں تلاش کرتا ہے۔

07.04.06 مصیبت میں عزم اور حوصلے سے کام کرنے کی تحریک پاتا ہے۔ مہم جوئی سے متعلق کہانیاں تلاش کرکے پڑھتا ہے۔ روداد اور سفرنامہ تحریر کرنے کا سلیقہ سیکھتا ہے۔

07.04.07 گیت کے طرز اور ترنم سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ ہندی اُردو کے الفاظ کی شناخت کرتا ہے۔ گیت کی اصطلاحات استاد سے معلوم کرتا ہے۔ اُردو اور ہندی کے الفاظ کے استعمال سے واقف ہوتا ہے۔ بلند خوانی / خاموش مطالعہ کرتا ہے۔ مشکل الفاظ اور محاوروں کے معنی تلاش کرتا ہے۔

07.04.08 ڈینگیں مارنا اور شیخی بگھارنا ان محاوروں کو کردار کی مدد سے سمجھتا ہے۔ طنز و مزاح سے محظوظ ہوتا ہے اور اس صنف کے خواص سے آگاہ ہوتا ہے۔

07.04.09 قدرتی مناظر سے متعلق نظم پڑھ کر ان کی منظرکشی کرتا ہے۔ غنائیت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ شعر اور بند کا فرق معلوم کرتا ہے۔ نظم کی مدد سے مضمون لکھتا ہے۔

07.04.10 شخصیتوں کے اہم پہلوؤں کو بیان کرتا ہے/لکھتا ہے۔ تحریک آزادی میں علما کے کردار سے واقف ہوتا ہے۔ تحریکوں کے ناموں سے متعارف ہوتا ہے۔

07.04.11 نظم کی مدد سے تہواروں کی تہذیب اور روایات کو بیان کرتا ہے۔ روزمرہ کے الفاظ، اُن کے معنی اور استعمال سے واقف ہوتا ہے۔

07.04.12 علاقائی زبانوں سے واقف ہوتا ہے۔ 'روزمرہ' کے دلچسپ استعمال سے محظوظ ہوتا ہے۔ جملوں اور روزمرہ کی اپنے الفاظ میں وضاحت کرتا ہے۔ مختلف مواقع پر اس طرح کے مضامین لکھتا ہے، پڑھتا ہے، ساتھیوں کو سناتا ہے۔

07.04.13 انسانی ہمدردی، محبت اور تعاون کے جذبے سے آگاہ ہوتا ہے۔ بیماروں کی خدمت اور تیمارداری کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ بزرگوں کے ادب و احترام اور خدمت کی طرف مائل ہوتا ہے۔

07.04.14 مختلف شعری اصناف مثلاً مثنوی، مرثیہ، قصیدہ وغیرہ سے متعارف ہوتا ہے۔ مثنوی کے منظوم قصے کو نثر میں سناتا ہے۔ شعر کے مطلب بیان کرتا ہے اور شعر کی تشریح کرتا ہے۔ صفت و موصوف کی تراکیب کو پہچانتا ہے۔ زراعت کے پیشے کی محنت و مشقت سے واقف ہوکر محنت کی قدر کرتا ہے۔

07.04.15 جغرافیائی معلومات سے آگاہ ہوتا ہے۔ مہم جوئی سے واقف ہوتا ہے۔ سیّد ظہور قاسم جیسی شخصیتوں سے تحریک پاتا ہے۔ تعلیمی ڈگریوں، اعزازات، انعامات اور القابات کے نام معلوم کرتا ہے۔ قطب جنوبی سے متعلق جغرافیائی معلومات حاصل کرتا ہے۔

07.04.16 حب الوطنی کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ ملک کی اہم عمارتوں اور مقامات کے نام اور ان کی خوبیوں کو جانتا ہے۔ قومی یکجہتی کا جذبہ فروغ پاتا ہے۔

07.04.17 ڈرامے کے کرداروں کو سمجھتا ہے اور اسٹیج کرتا ہے۔ کمرۂ جماعت میں بلند خوانی کرتے ہوئے مکالموں کو مناسب انداز میں پیش کرتا ہے۔

07.04.18 شعری اصناف مثلاً غزل، رباعی وغیرہ کی تعریف بیان کرتا ہے۔ ردیف اور قافیہ کو پہچانتا ہے۔ اشعار میں نظم مفہوم کو بیان کرتا ہے۔

07.04.19 تصوراتی مزاحیہ کہانی پڑھ کر لطف اندوز ہوتا ہے۔ بڑے بول کا انجام کیا ہوتا ہے اس کو سمجھتا ہے۔ تصورات کو سلسلہ وار پڑھ کر بیان کرتا ہے۔ مشغلاتی سرگرمیوں کے بارے میں غور کرتا ہے۔

07.04.20 دنیا بھر کے حیرت انگیز اور منفرد کارناموں سے واقف ہوتا ہے۔ معلومات کا ریکارڈ (البم) تیار کرتا ہے۔ حاصل شدہ معلومات کو تحریر و تقریر میں استعمال کرتا ہے۔

07.04.21 سیر و سیاحت کے نئے پہلوؤں سے متعارف ہوتا ہے۔ ادب کی صنف 'سفرنامہ' سے واقف ہوتا ہے۔ سفرنامہ کے مطالعے سے رودادنویسی سیکھتا ہے۔ مختلف قوموں سے متعلق معلومات حاصل کرتا ہے۔ کرداروں سے متعلق غور کرکے رائے قائم کرتا ہے۔

07.04.22 غزل کی تعریف جانتا ہے۔ اس کے اجزا کے اصطلاحی لفظوں سے متعارف ہوتا ہے۔ اشعار کی صنعتوں کو معلوم کرتا ہے۔ غزل پڑھ کر لطف اندوز ہوتا ہے۔

07.04.23 مکتوب نگاری سے متعارف ہوتا ہے۔ ادیبوں کے خطوط پڑھ کر خط نگاری کے طریقے سے واقف ہوتا ہے۔ غیر رسمی خط میں روزمرہ اور فقرے استعمال کرتا ہے۔

فہرست

نمبرشمار	اسباق	صنف	موضوعات	شاعر/مصنف	صفحہ نمبر	
			پہلی اکائی			
۱۔	مناجات	نظم	دعا	آغا حشر کاشمیری	۱	
۲۔	حضرت عثمان غنیؓ	سوانح	اخلاق وسیرت	سلیم شہزاد	۴	
۳۔	سکوتِ شام	نظم	منظر نگاری، ماحولیات	حامد اللہ افسر میرٹھی	۹	
۴۔	بوڑھی کاکی	کہانی	آپسی اور سماجی رشتے	پریم چند	۱۲	
۵۔	علم	نظم	عام معلومات	فانی بدایونی	۱۸	
۶۔	میں نے مکان بنایا	ترجمہ/مہماتی کہانی	اپنی مدد آپ	ڈینیل ڈیفو	۲۱	
			دوسری اکائی			
۷۔	گیت	گیت	حمدیہ	آرزو لکھنوی	۲۵	
۸۔	خوجی کی بہادری	کہانی	طنز ومزاح	رتن ناتھ سرشار	۲۸	
۹۔	ابرِ بہار	نظم	ماحولیات	تلوک چند محروم	۳۳	
۱۰۔	شیخ الہند مولانا محمود الحسن	مضمون	مجاہدِ آزادی	اِدارہ	۳۶	
۱۱۔	آج عیدگاہ میں	نظم	تہوار	نظیر اکبرآبادی	۴۰	
۱۲۔	مِرچ نامہ	مضمون	لطفِ زبان	خواجہ حسن نظامی	۴۴	
			تیسری اکائی			
۱۳۔	مرغِ اسیر کی نصیحت	نظم	ادبِ عالیہ کا تعارف	پنڈت دیا شنکر نسیم	۴۸	
۱۴۔	آخری گلاب	کہانی	سماجی رشتے	ماخوذ	۵۱	
۱۵۔	کسان	نظم	زراعت/شخصیت	احسان دانش	۵۶	
۱۶۔	ہزاروں سال لمبی رات	کہانی	انسانی نفسیات	رتن سنگھ	۵۹	
۱۷۔	ریل کا سفر	نظم	ثقافت	سیّد ضمیر جعفری	۶۳	
۱۸۔	قطب جنوبی کا مہم جو	مضمون	سیاحت، مہم جوئی	ادارہ	۶۷	
			چوتھی اکائی			
۱۹۔	خاکِ وطن	نظم	وطن سے محبت	جاں نثار اختر	۷۲	
۲۰۔	ایک مکڑا اور مکھی	ڈراما	خوشامد کی مذمت	میرزا ادیب	۷۴	
۲۱۔	رباعیات	نظم	اخلاقیات	انیس، اکبر، یگانہ، امجد	۸۲	
۲۲۔	مچھلیوں کا شکار	کہانی	طنز ومزاح	شفیق الرحمٰن	۸۴	
۲۳۔	گنِس ورلڈ ریکارڈز	مضمون	عام معلومات	ڈاکٹر قمر شریف	۸۸	
۲۴۔	سفرنامۂ بمبئی	سفرنامہ	انسانی رشتے	علامہ اقبال	۹۲	
۲۵۔	غزلیات	نظم		شاد، ندا، ابنِ صفی، رفیعہ شبنم عابدی	۹۶	
۲۶۔	خطوط	خطوط نگاری	معاشرت	ڈپٹی نذیر احمد، اکبر الہ آبادی	۱۰۱	

۱۔ مناجات

آغا حشرؔ کاشمیری

پہلی بات : ایک مرتبہ کسی بستی میں بہت دنوں تک بارش نہیں ہوئی۔ تمام لوگ پریشان ہوگئے۔ کسان فکرمند تھے کہ بارش نہ ہوئی تو کھیتوں میں فصل نہ ہوگی اور فاقوں کی نوبت آجائے گی۔ ایک دن تمام لوگوں نے طے کیا کہ بستی کے باہر جاکر خدا سے دعا کی جائے۔ سب لوگ بستی سے باہر جانے لگے۔ اس بھیڑ میں ایک بوڑھے نے دیکھا کہ ایک بچی ہاتھ میں چھتری لیے چل رہی ہے۔ بوڑھے نے پوچھا، ''بارش تو ہو نہیں رہی ہے، تم چھتری کیوں ساتھ لائی ہو؟''

یہ سن کر بچی نے کہا، ''ہم خدا سے دعا کریں گے تو بارش ہوگی نا، اسی لیے میں چھتری لے کر آئی ہوں۔''

اس ننھی سی بچی کو پورا بھروسا تھا کہ خدا ہماری دعا ضرور قبول کرے گا۔ انسان جب ہر طرف سے مایوس ہوجاتا ہے تو اپنے مالک کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ خدا ہماری دعا قبول کرے گا اس یقین اور تڑپ کے ساتھ جب دعا مانگی جاتی ہے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔

مناجات ایسی نظم ہے جس میں حمد و ثنا کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے۔

جان پہچان : اُردو کے مشہور ڈراما نگار آغا حشرؔ کاشمیری ۳؍اپریل ۱۸۷۹ء کو بنارس میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام آغا محمد شاہ تھا۔ ۱۸؍برس کی عمر میں انھوں نے اپنا پہلا ڈراما 'آفتابِ محبت' لکھا۔ انھوں نے ممبئی کی چند تھیئٹریکل کمپنیوں سے وابستہ ہونے کے بعد شیکسپیئر تھیئٹریکل کمپنی قائم کی۔ آغا حشرؔ کاشمیری نے کئی ڈرامے لکھے جن میں 'یہودی کی لڑکی'، 'رستم و سہراب'، 'صیدِ ہوس'، 'ترکی حور' اور 'خوابِ ہستی' قابلِ ذکر ہیں۔ آغا حشرؔ کاشمیری شاعر بھی تھے۔ اپنے ڈراموں میں انھوں نے بہت سے گیت اور نظمیں بھی شامل کی ہیں۔ ۲۸؍اپریل ۱۹۳۵ء کو ان کا انتقال لاہور میں ہوا۔

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے
بادلو ! ہٹ جاؤ ، دے دو راہ جانے کے لیے

اے دعا ! ہاں عرض کر عرشِ الٰہی تھام کے
اے خدا ! اب پھیر دے رُخ گردشِ ایّام کے

ڈھونڈتے ہیں اب مُداوا سوزشِ غم کے لیے
کر رہے ہیں زخمِ دل فریاد مرہم کے لیے

صلح تھی کل جِن سے ، اب وہ برسرِ پیکار ہیں
وقت اور تقدیر دونوں در پئے آزار ہیں

رحم کر ، اپنے نہ آئینِ کرم کو بھوُل جا
ہم تجھے بھوُلے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھوُل جا

اک نظر ہوجائے آقا ! اب ہمارے حال پر
ڈال دے پردے ہماری شامتِ اعمال پر

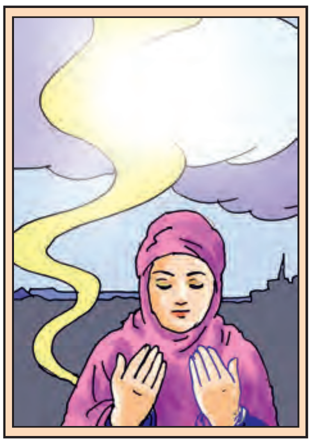

خَلق کے راندے ہوئے ، دُنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں اب تیرے در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے

خوار ہیں ، بدکار ہیں ، ڈوبے ہوئے ذِلّت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوبؐ کی اُمّت میں ہیں

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں
طعنہ دیں گے بُت کہ مُسلم کا خدا کوئی نہیں

خلاصۂ کلام : اس نظم میں شاعر خدا کے حضور اپنی فریاد پیش کر رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ اے بادلو! راستے سے ہٹ جاؤ اور میری فریاد کو آسمان پر جانے کے لیے راستہ دو۔ وہ اپنی آہوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تم خدا سے یہ التجا کرو کہ اے خدا! ہمارے مصیبت بھرے دنوں کو پھیر دے۔ ہم اپنے دل کے زخموں کا علاج ڈھونڈ رہے ہیں۔ ہماری حالت اس قدر بگڑ چکی ہے کہ ہمارے ساتھ مل جل کر رہنے والے ہم سے لڑنے اور تکلیف پہنچانے پر تلے ہیں۔ ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اور ہم پر رحم فرما۔ ہم دنیا کے ٹھکرائے ہوئے سہی مگر تیرے پیارے نبیؐ کی اُمت میں ہیں۔ اگر تو نے ہمارے حال پر رحم نہ کیا تو بتوں کو ماننے والے ہمیں طعنہ دیں گے کہ مسلمانوں کا کوئی خدا نہیں۔

معنی و اشارات

عرشِ الٰہی	–	خدا کا تخت
ایام	–	یوم کی جمع، دن
گردشِ ایام	–	دنوں کی گردش مراد بدنصیبی
مداوا	–	علاج
سوزش	–	جلن، تکلیف
برسرِ پیکار	–	لڑائی پر آمادہ
درپئے آزار	–	تکلیف پہنچانے پر آمادہ
آئینِ کرم	–	اللہ تعالیٰ کا رحم کرنے کا اُصول
ڈال دے پردے ہماری شامتِ اعمال پر	–	ہمارے بُرے کاموں کو معاف کر دے
راندے ہوئے	–	دھتکارے ہوئے
خوار	–	ذلیل، رُسوا
حق پرست	–	اللہ تعالیٰ کو ماننے والا
دلجوئی کرنا	–	تسلی دینا

مشق

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ آغا حشر کاشمیری کے دو ڈراموں کے نام لکھیے۔
۲۔ آہ فلک پر کیوں جاتی ہے؟
۳۔ برسرِ پیکار کون ہیں؟
۴۔ درپئے آزار کون ہیں؟
۵۔ اگر اللہ تعالیٰ نے حق پرستوں کی دلجوئی نہیں کی تو کیا ہوگا؟

✤ مختصر جواب لکھیے :

۱۔ مناجات اور حمد میں کیا فرق ہے؟
۲۔ شاعر نے اپنی تکلیفیں کس طرح بیان کی ہیں؟
۳۔ شاعر نے اپنی دعا کو پُر اثر بنانے کے لیے کیا کہا ہے؟

تلاش و جستجو

ا۔ 'عرشِ الٰہی' ایک اضافی ترکیب ہے جس میں دو لفظوں کو زیر لگا کر جوڑا گیا ہے۔
نظم سے ایسی دوسری مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

۲۔ مناجات سے وہ مصرعے تلاش کر کے لکھیے جن میں ذیل کے مفہوم ہوں۔
الف۔ اے اللہ! ہماری پریشانیاں دور کر دے۔
ب۔ ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دے۔
ج۔ ہم بہت گنہگار ہیں۔

وسعت میرے بیان کی

✤ نیچے دیے ہوئے شعر کی تشریح کیجیے:

رحم کر ، اپنے نہ آئینِ کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا

✤ نظم کی مدد سے اشعار مکمل کیجیے:

ا۔ اے دعا ! ہاں عرض کر ....
اے خدا ! اب پھیر دے ....

۲۔ ڈھونڈتے ہیں اب مداوا ....
کر رہے ہیں زخمِ دل ....

لغت کا استعمال

ا۔ 'خَلق' کے معنی ہیں دنیا کے لوگ، تمام جاندار، کائنات۔
نیچے دیے ہوئے دائروں میں اس لفظ سے ملتے جلتے الفاظ دیے گئے ہیں۔ لغت میں ان کے معنی تلاش کیجیے۔

خِلق ، خلائق ، مخلوق ، خِلقت ، خلقت
خُلق ، خِلقی ، خالق ، خلیق
اخلاق ، خلّاق ، تخلیق

۲۔ لغت میں تلاش کر کے درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے:
راہ ، عرض ، گردش ، شامتِ اعمال ، آئین ، محبوب

بات سے بات چلے

✤ اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر چند ایسی دعاؤں کا تذکرہ کیجیے جن میں اپنے والدین، رشتے دار، ملک اور ساری دنیا کی بھلائی کی تمنا کی گئی ہو۔

سرگرمی/منصوبہ:

ا۔ اپنے استاد یا والدین کی مدد سے دعا کی قبولیت کے اہم مواقع اور مقامات کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

۲۔ کسی اور شاعر کی مناجات حاصل کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔

اضافی معلومات

شاعری میں بعض اوقات اللہ، رسولؐ اور بزرگانِ دین کا ذکر ہوتا ہے۔ ایسی شاعری کو 'حمد، نعت اور منقبت' کہتے ہیں۔

حمد : اللہ کی تعریف کو کہتے ہیں۔ ایسی نظم میں اللہ تعالیٰ کی صفات، اس کی پاکی، اس کی بزرگی اور اس کے رحم و کرم کا ذکر ہوتا ہے۔

دعا : ہر بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا کر اس سے مدد چاہتا ہے۔ اللہ کے سامنے گڑگڑا کر مانگنے کو دعا کہتے ہیں۔

مناجات : مناجات بھی ایک قسم کی دعا ہے مگر مناجات میں بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پہلے اس کی بڑائی بیان کرتا ہے، اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے پھر اپنی ضرورت پیش کرتا ہے۔

نعت : حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعریف کو نعت کہتے ہیں۔ نعت میں حضورؐ کی سوانح، اخلاق، کردار، آپؐ کی زندگی کے واقعات وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

منقبت : حضورؐ کے رشتے دار، عزیز و اقارب، صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین کا ذکر جس نظم میں کیا جاتا ہے اسے منقبت کہتے ہیں۔

۲۔ حضرت عثمان غنیؓ

سلیم شہزاد

پہلی بات : حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد عرب اور اس کے اطراف مسلمانوں کی جو حکومت قائم ہوئی تھی، اس کی نگرانی اور وہاں اسلامی قوانین کو عام کرنے کے لیے جو نظام بنا، اسے خلافت کہتے ہیں۔ آپ پانچویں اور چھٹی جماعت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ ان دو اصحابؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ خلیفہ بنائے گئے۔ تاریخ میں ان چار اصحابؓ کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہا جاتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کی اشاعت کا زمانہ تھا۔ اسلامی تعلیم اور اسلامی معاشرے پر ان ملکوں کے اثرات بھی پڑنے لگے تھے۔ خاص طور پر ایرانی تصوّرات نے اہمیت حاصل کر لی تھی۔ اس کا اثر حضرت عثمانؓ کی خلافت پر بھی پڑا۔

ذیل کے سبق میں آپؓ کی عظیم شخصیت اور خلافت کے چند واقعات پیش کیے جا رہے ہیں۔

جان پہچان : سلیم شہزاد یکم جون ۱۹۴۹ء کو دھولیہ (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ مالیگاؤں میں تعلیم حاصل کی اور درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ اُردو اور انگریزی ادب کی تمام اصناف پر ان کی گہری نظر ہے۔ تنقیدی کتابوں کے علاوہ انھوں نے لغات اور اُردو قواعد پر بھی کتابیں لکھیں۔ 'فرہنگِ ادبیات، دعا؛ پرِ منتشر، جیم سے جملے تک' اور 'ویرگاتھا' ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

مدینے میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ اناج اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے لوگ بہت پریشان تھے۔ ان چیزوں کے لیے لوگوں کو دُور دُور جانا پڑتا تھا۔ مدینے کے ایک حصّے میں یہودی آباد تھے جن کے محلے کے پاس کنواں تھا۔ کنویں کا یہودی مالک اس کا پانی بہت زیادہ قیمت میں فروخت کرتا تھا۔ غریب مسلمانوں نے یہ بات رسول اکرمؐ کو بتائی۔ آپؐ نے اعلان فرمایا کہ لوگوں کو پانی کی تکلیف سے بچا کر اللہ کی خوشنودی کون حاصل کرے گا؟ یہ اعلان سن کر آپؐ کے ایک صحابی کنویں کے مالک سے ملے۔ انھوں نے اس سے کنواں خریدنے کی بات کی۔ بڑی سودے بازی کے بعد یہودی صرف آدھا کنواں فروخت کرنے پر راضی ہوا۔ آدھے کنویں سے مراد یہ تھی کہ ایک دن تو کنواں خریدنے والا اس کا پانی استعمال کرے گا اور دوسرے دن یہودی کنویں کے پانی کا مالک ہوگا۔ کنواں خریدنے والے صحابی نے سودا منظور کر لیا۔ جس دن کنواں ان کا ہوتا، مدینے کے تمام باشندے اس سے مفت پانی حاصل کر لیتے لیکن دوسرے دن یہودی اپنا پانی مسلمانوں کو بہت مہنگے داموں فروخت کرتا۔

تب مسلمانوں نے یہ کیا کہ جس دن کنواں یہودی کا نہ ہوتا، وہ دو دنوں کا پانی جمع کر لیتے۔ اس طرح دوسرے دن یہودی سے پانی خریدنے کوئی نہ جاتا۔ پریشان ہو کر یہودی نے کنواں خریدنے والے صحابی سے کہا کہ میں پورا کنواں بیچنے کے لیے تیار ہوں۔

صحابی نے کنویں کی بقیہ قیمت بھی ادا کر دی اور اسے مدینے کے سبھی باشندوں کے لیے وقف کر دیا۔ کنواں خریدنے والے یہ صحابی حضرت عثمانؓ بن عفّان تھے جو بعد میں مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ ہوئے۔

حضرت عثمانؓ کا خاندان مکّے کا ایک ممتاز اور بااختیار خاندان تھا جس کا شمار قبیلۂ قریش کے رئیسوں میں ہوتا تھا۔ ان کی والدہ اروٰی حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قریبی رشتے دار تھیں۔ حضرت عثمانؓ میانہ قد اور مضبوط بدن کے خوب رو شخص تھے۔ یہ بات بھی

مشہور ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عثمانؓ کی بہت زیادہ مشابہت تھی۔

حضرت عثمانؓ نہایت باحیا، صبر کرنے والے، نرم دل اور سخی تھے۔ اپنی سخاوت کی وجہ سے وہ 'غنی' کہلائے۔ وہ صفائی پسند تھے، روزانہ غسل کرتے، صاف ستھرے کپڑے پہنتے اور خوشبو لگاتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ہر جمعہ ایک غلام آزاد کرنا ان کا شعار بن گیا تھا۔ خود سادہ کھانا کھاتے لیکن مہمانوں کو ہمیشہ لذیذ اور عمدہ کھانا کھلاتے تھے۔ خلیفہ بن جانے کے بعد بھی اُنھوں نے کبھی خود کو عام مسلمانوں سے برتر اور افضل نہیں سمجھا۔ وہ سب کے ساتھ بیٹھتے، سب کی عزّت کرتے لیکن کسی سے اپنی تکریم کی خواہش نہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ اپنے ایک ملازم سے کہا کہ میں نے تجھ پر جو زیادتی کی ہے، مجھ سے اس کا بدلہ لے لے اور ضد کر کے اُنھوں نے ملازم سے اپنے کان پکڑوائے۔ جب اس نے نرمی سے ان کے کان پکڑے تو کہا، "بھائی، خوب زور سے پکڑ، کیوں کہ دنیا کا بدلہ آخرت کے بدلے سے آسان ہے۔"

حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی ایک بیٹی بی بی رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا تھا۔ مکّے میں جب مسلمانوں پر بہت ظلم ہونے لگا تو وہاں کے کچھ مسلمان آنحضرتؐ کی اجازت سے ملکِ حبش جا کر آباد ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ بھی اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ حبش کی طرف ہجرت کر گئے۔ چند برسوں کے بعد جب یہ بات مشہور ہوئی کہ مکّے کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو حضرت عثمانؓ واپس تشریف لے آئے مگر کافروں کے مسلمان ہو جانے کی خبر جھوٹی تھی۔ ان کے ظلم و ستم مسلمانوں پر برابر جاری تھے۔ حضرت عثمانؓ اب رسولِ اکرمؐ کے ساتھ مکّے ہی میں رہے۔ اس کے بعد موقع آیا تو انھوں نے اپنے خاندان کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔ ایک بیماری میں جب بی بی رقیہؓ کا انتقال ہو گیا تو آنحضرتؐ نے اپنی دوسری بیٹی بی بی اُمِّ کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دے دیا۔ رسول اکرمؐ کی دو بیٹیوں سے نکاح کرنے کے سبب حضرت عثمانؓ 'ذوالنّورَین' یعنی دو نور والے کہلائے۔

ایک بار قحط ہی کے زمانے میں حضرت عثمانؓ کے یہاں غلّے سے لدے ہوئے ایک ہزار اونٹ آئے۔ مدینے کے بہت سے تاجر دوڑے ہوئے ان کے پاس پہنچے اور انھوں نے دُگنی قیمت پر غلّے کا سودا کرنا چاہا۔ حضرت عثمانؓ نے انھیں جواب دیا کہ مجھے تو اس مال کے بدلے دس گنا زیادہ قیمت ملنے والی ہے۔ تاجروں کو حیرت ہوئی کہ دس گنا نفع پر ان کا مال کون خریدے گا! حضرت عثمانؓ نے سارا غلّہ ضرورت مند عوام میں تقسیم کر دیا اور تاجروں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب عطا کرتا ہے۔

دنیا والوں میں اسلام کا پیغام پہنچانے اور مسلمانوں کو مشرکین کے ظلم و ستم سے بچانے کے لیے حضرت عثمانؓ نے رسول اکرمؐ کے ساتھ بہت سی لڑائیوں میں حصّہ لیا۔ عرب کے ایک مقام تبوک میں جب لڑائی کا موقع آیا تو انھوں نے اس لڑائی کے لیے تجارت سے حاصل ہونے والا نفع اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ بہت سارا فوجی ساز و سامان حضرت عثمانؓ نے اپنے خرچ سے مہیّا کیا اور ایک ہزار دینار نقد پیش کیے۔

حضرت عمرؓ بن خطاب کی شہادت کے بعد چھے صحابہؓ کی جماعت نے آپس میں مشورہ کر کے حضرت عثمانؓ کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرّر کیا۔ اُن کی خلافت کا زمانہ تقریباً گیارہ سال رہا۔ اپنے زمانۂ خلافت میں انھوں نے حضرت عمرؓ کی بہت سی باتوں پر عمل کیا۔ ان کی اصلاحات سے اسلامی حکومت نے بہت قوّت حاصل کر لی۔ بیرونی ملکوں سے آنے والے جزیے کی رقم میں اضافہ ہو گیا۔

تجارت، زراعت اور تعلیم کو خوب ترقّی ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دَورِ خلافت میں قرآن کا ایک نسخہ امّ المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس رکھوایا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے یہ نسخہ منگوا کر اس کی نقلیں تیار کروائیں اور اسلامی ملکوں میں بھجوادیں تا کہ مسلمان آنحضرتؐ سے ثابت شدہ قرأت کے مطابق قرآن کی تلاوت کریں۔ حضرت عثمانؓ کا یہ ایک بڑا دینی کارنامہ ہے۔

حضرت عثمانؓ ایک نرم دل انسان تھے۔ ان کی نرم مزاجی کا فائدہ اُٹھا کر بعض لوگوں نے ان سے خلافت چھوڑ دینے کے لیے کہا۔ انھوں نے جواب دیا، "اللہ نے جو خِلعت مجھے پہنائی ہے، اس کو میں اپنے ہاتھ سے نہ اتاروں گا۔" تب یہ لوگ بغاوت پر آمادہ ہوگئے اور انھوں نے حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیر لیا۔ ایک دن محاصرہ کرنے والوں میں سے کچھ لوگ وہاں آئے۔ حضرت علیؓ کے بڑے بیٹے حضرت حسنؓ نے انھیں روکا مگر باغی انھیں زخمی کر کے مکان میں گُھس گئے۔ اس وقت حضرت عثمانؓ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ اسی حالت میں باغیوں نے انھیں شہید کر دیا۔ اس وقت ان کی عمر اسّی سال سے زیادہ تھی۔

معنی و اشارات

وقف کردینا	-	عوام کی بھلائی کے لیے اپنی چیز بلا معاوضہ دے دینا
خوب رُو	-	خوب صُورت
ممتاز	-	باعزّت، نام ور، نمایاں
شِعار	-	طریقہ، عادت
تکریم	-	عزّت
حبش	-	افریقہ کا ایک ملک ایتھوپیا
جزیہ	-	اسلامی حکومت میں رہنے والے غیر مسلموں سے ان کی حفاظت کے لیے لی جانے والی معمولی رقم
قرأت	-	مراد قرآن پڑھنے کا طریقہ
خِلعت	-	وہ پوشاک جو بادشاہ یا بزرگوں کی طرف سے دی جائے۔ مراد مرتبہ

مشق

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ خلافتِ راشدہ کسے کہتے ہیں؟
۲۔ سلیم شہزاد کی مشہور کتابوں کے نام لکھیے۔
۳۔ مدینے کے لوگ کیوں پریشان تھے؟
۴۔ مسلمانوں کے لیے کنویں سے پانی حاصل کرنا کیوں دشوار تھا؟
۵۔ پانی سے متعلق لوگوں کی شکایت پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اعلان فرمایا؟
۶۔ بی بی رقیہؓ کون تھیں؟
۷۔ حضرت عثمانؓ کو 'ذوالنورین' کیوں کہتے ہیں؟
۸۔ حضرت عثمانؓ نے کس کے ساتھ مدینہ ہجرت کی؟
۹۔ حضرت عثمانؓ کتنے برس خلیفہ رہے؟
۱۰۔ شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کی عمر کیا تھی؟

✤ مختصر جواب لکھیے:

۱۔ یہودی پورا کنواں فروخت کرنے پر کیوں مجبور ہوگیا؟
۲۔ حضرت عثمانؓ کا سراپا چند جملوں میں لکھیے۔
۳۔ حضرت عثمانؓ کے کردار کی خوبیاں بیان کیجیے۔
۴۔ حضرت عثمانؓ کی اصلاحات سے کیا فائدے حاصل ہوئے؟

وسعتِ میرے بیان کی

✤ **سبق کی روشنی میں ان جملوں کی وضاحت کیجیے:**

۱۔ "مجھے تو اس مال کے بدلے دس گنا زیادہ قیمت ملنے والی ہے۔"

۲۔ اللہ نے جو خِلعت مجھے پہنائی ہے، اس کو میں اپنے ہاتھ سے نہ اُتاروں گا۔

✤ **وجوہات بیان کیجیے:**

۱۔ حضرت عثمانؓ نے ملازم کو زور سے کان پکڑنے کے لیے کہا۔

۲۔ حضرت حسنؓ نے باغیوں کو مکان میں گھسنے سے روکا۔

زورِ قلم

اس سبق میں حضرت عثمانؓ کے دو سودوں کا ذکر آیا ہے؛ (۱) کنویں کا سودا، (۲) غلے کا سودا۔ ان دونوں سودوں پر پانچ پانچ جملے لکھیے۔

تلاش و جستجو

مختلف صحابہؓ کے 'القاب' جمع کیجیے اور انھیں بیاض میں لکھیے۔

مثلاً حضرت حسینؓ - شہیدِ کربلا

حضرت فاطمہؓ - خاتونِ جنت

حضرت حمزہؓ - ....

حضرت بلالؓ - ....

حضرت خالدؓ بن ولید - ....

حضرت ابوبکرؓ - ....

حضرت عمرؓ - ....

حضرت عثمانؓ - ....

حضرت علیؓ - ....

بول چال

✤ **جملوں میں استعمال کیجیے:**

خوشنودی حاصل کرنا، قیمت ادا کرنا، حیرت ہونا، مشورہ کرنا، محاصرہ کرنا

✤ **خالی جگہ پُر کیجیے:**

۱۔ لوگوں کو پانی کی تکلیف سے بچا کر اللہ کی ....کون حاصل کرے گا؟

۲۔ کنواں خریدنے والے صحابیؓ نے .... منظور کر لیا۔

۳۔ حضرت عثمانؓ کا خاندان مکّے کا ایک .... اور بااختیار خاندان تھا۔

۴۔ ان کی .... کی وجہ سے لوگ انھیں غنی کہتے تھے۔

۵۔ انھوں نے کبھی خود کو عام مسلمانوں سے .... اور ....نہیں سمجھا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا......... عطا کرتا ہے۔

✤ **غور کر کے بتائیے:**

۱۔ یہودی نے حضرت عثمانؓ کو کنواں فروخت کرتے وقت خوب سودے بازی کیوں کی؟

۲۔ مثال دے کر بتائیے کہ حضرت محمدؐ حضرت عثمانؓ سے بہت محبّت کرتے تھے۔

سیدھی بات

✤ **ذیل کے جملے درست کر کے لکھیے:**

۱۔ کبھی عام افضل انھوں نے خود سے نہیں کو مسلمانوں برتر اور سمجھا

۲۔ اپنے ملازم ضد پکڑوائے کر کے انھوں سے کان نے

۳۔ ضرورت سارا تقسیم عوام مند غلہ کر دیا میں

۴۔ عمران تھی زیادہ اس وقت کی سے اسّی سال

سرگرمی/منصوبہ:

- عشرۂ مبشرہ میں شامل صحابیوںؓ کے نام معلوم کر کے لکھیے۔

اضافی معلومات

کھجور

رمضان المبارک کے مہینے میں عموماً کھجور سے روزہ افطار کیا جاتا ہے۔ اس سے جسم کو فوراً توانائی حاصل ہوتی ہے۔ طبّی تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ کھجور میں گلوکوز اور فرکٹوز نامی شکر پائی جاتی ہے۔ یہ فوراً ہضم ہو جاتی ہے۔

کھجور میں غذائی ریشے زیادہ ہوتے ہیں جو غذا کے ہاضمے میں مدد کرتے ہیں اور بڑی آنت میں کینسر کا سبب بننے والے کیمیائی مادّوں کو خارج کرتے ہیں۔

کھجور میں فولاد کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ یہ خون کے ہیموگلوبن کا اہم جز ہے اور خون کی کمی پر قابو پانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس میں پوٹاشیم بھی قابلِ لحاظ مقدار میں موجود ہوتا ہے۔ یہ دل کے افعال اور بلڈ پریشر پر قابو رکھتا ہے۔

کھجور کا استعمال اعتدال سے کیا جائے تو یہ جسم میں قوتِ مدافعت پیدا کرتی ہے اور اس کا حد سے زیادہ استعمال جسم پر مضر اثرات ڈالتا ہے۔

سوالات:

۱۔ ہم عموماً روزہ کس چیز سے افطار کرتے ہیں؟

۲۔ بڑی آنت میں کینسر کا سبب بننے والے کیمیائی مادّوں کو کون خارج کرتا ہے؟

۳۔ خون میں ہیموگلوبن کون بڑھاتا ہے؟

۴۔ کھجور کے کیا فائدے ہیں؟

آیئے زبان سیکھیں

جملے کی قسمیں

بیانیہ جملہ: ان جملوں کو پڑھیے:

۱۔ مدینے میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔

۲۔ صحابی نے کنویں کی بقیہ قیمت بھی ادا کر دی۔

۳۔ وہ صفائی پسند تھے۔

۴۔ حضرت عثمانؓ نے سارا غلہ ضرورت مند عوام میں تقسیم کر دیا۔

۵۔ ان کی خلافت کا زمانہ تقریباً گیارہ سال رہا۔

ان جملوں سے ہمیں کچھ باتوں کا پتا چلتا ہے مثلاً پہلے جملے سے مدینے میں قحط پڑنے کی خبر معلوم ہوتی ہے۔ دوسرے جملے بھی ہمیں کچھ باتیں بتاتے ہیں۔ ایسا جملہ جس سے کسی واقعے کی خبر ملتی ہو **'بیانیہ جملہ'** کہلاتا ہے۔

دیے گئے جملوں کے افعال پر غور کیجیے۔

۱۔ قحط پڑا ہوا تھا۔ ۲۔ قیمت ادا کر دی۔

۳۔ تقسیم کر دیا۔

ان سے پتا چلتا ہے کہ جملوں میں بیان کیے جانے والے کام ہوئے ہیں۔ جب کسی جملے سے کام ہونے یا کرنے کی خبر ملتی ہے تو اسے **'مثبت جملہ'** کہتے ہیں۔

انھی مثالوں کو اس طرح دیکھیے:

۱۔ قحط نہیں پڑا تھا۔ ۲۔ قیمت نہیں ادا کی۔

۳۔ تقسیم نہیں کیا۔

ایک لفظ 'نہیں' بڑھا دینے سے یہ جملے پہلے سے اُلٹ معنی دینے لگے ہیں۔ ایسے جملوں کو **'منفی جملہ'** کہا جاتا ہے۔

سبق میں آپ نے ایسے جملے بھی پڑھے ہیں:

۱۔ جس دن کنواں یہودی کا نہ ہوتا۔

۲۔ یہودی سے پانی خریدنے کوئی نہ جاتا۔

اگر مثبت جملے میں نہیں یا نہ کا اضافہ کر دیا جائے تو وہ منفی جملہ بن جاتا ہے۔

- کسی بھی سبق میں سے چند مثبت بیانیہ جملے چن کر انھیں منفی بیانیہ جملوں میں تبدیل کیجیے۔

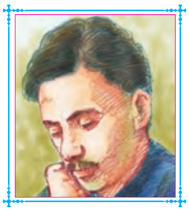

۳۔ سکوتِ شام

حامد اللہ افسؔر میرٹھی

پہلی بات: پرانے زمانے ہی سے رات اور دن کے چوبیس گھنٹے مقرر ہیں جنھیں آٹھ پہروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تین گھنٹوں کا ایک پہر ہوتا ہے۔ ہم نے اپنی سہولت کے لیے ان کو الگ الگ نام دیے ہیں مثلاً صبح، دوپہر، سہ پہر، شام اور رات کے چار پہر۔

صبح، دوپہر، سہ پہر، شام اور رات میں طرح طرح کی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے شام کے وقت پیش آنے والے واقعات کا باریک بینی سے مشاہدہ کر کے انھیں خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔

جان پہچان: حامد اللہ افسؔر میرٹھی ۲۹ / نومبر ۱۸۹۵ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم میرٹھ کے مدرسۂ عالیہ اور دارالعلوم دیوبند میں ہوئی۔ ڈپٹی نذیر احمد کی نگرانی میں انھوں نے دو برس تک دہلی میں عربی تعلیم حاصل کی۔ افسؔر نے علی گڑھ سے 'نوبہار' نامی ایک رسالہ بھی جاری کیا تھا۔ انھوں نے بچوں کے لیے دلچسپ نظمیں اور مفید مضامین بھی لکھے ہیں۔ 'پیامِ روح' اور 'جوئے رواں' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ 'حیاتِ گاندھی'، 'ماہِ نو' اور 'آسمان کا سایہ' ان کی قابلِ ذکر کتابیں ہیں۔ ۱۹ / اپریل ۱۹۷۴ء کو لکھنؤ میں ان کا انتقال ہوا۔

سکوتِ شام ہے خاموش بستی ہوتی جاتی ہے
مؤذّن کی صدا ہلکی ہوا کے ساتھ آتی ہے
صبا پتّوں سے مل مل کر سُہانے گیت گاتی ہے
کہ اب درماندہ دن کو رات پہلو میں سلاتی ہے

سرُور و انبساط و لطف کے ہمراہ شام آئی
نویدِ امن و راحت لائی ، پیغامِ سکوں لائی

شفق پھوُلی ، فلک پر سرخ بادل کچھ نظر آئے
یہ کیسے لال دیو ، اللہ ! دیواروں کے سر آئے
چمن کی سیر کر کے لوگ اپنے گھر آئے
چھتیں سوُنی پڑی ہیں ، کھیل کر بچّے اُتر آئے

چراغ اب رفتہ رفتہ ہو چلے روشن مکانوں میں
بسیرے کے لیے جاتی ہیں چڑیاں آشیانوں میں

بجا گھنٹا شِوالے میں ، پجاری نے بھجن گایا
عبادت اور موسیقی نے ہر سوُ کیف پھیلایا
عقیدت نے بتوں میں بھی خدا کا حسن دِکھلایا
کچھ ایسا درد تھا آواز میں ، دل سُن کے بھر آیا

خموشی میں یکا یک گونج اٹھے دیوار و در سب ہی
سڑک پر چلنے والے جھوم کر گانے لگے خود بھی

سیہ پوش ہوتا جاتا ہے جہاں آہستہ آہستہ
اندھیرا ہو چلا ہے حکمراں آہستہ آہستہ
مٹا جاتا ہے اب دن کا نشاں آہستہ آہستہ
لیے آتی ہے شب امن و اماں آہستہ آہستہ

خموشی چھا رہی ہے ، شور و غل کم ہوتا جاتا ہے
اُجالا گھٹ چلا ، تاریک عالم ہوتا جاتا ہے

خلاصۂ کلام

اس نظم میں شاعر نے شام کی پُرسکون فضا میں پیش آنے والے واقعات خوب صورت انداز میں بیان کیے ہیں۔ دن بھر کے ہنگامے ختم ہوتے ہی ہر طرف خاموشی چھانے لگتی ہے۔ شام کی ٹھنڈی ہوا سے پتے ہلنے لگتے ہیں۔ خاموش فضا میں ان کی آواز ایسی محسوس ہوتی ہے گویا وہ تھکے ہوئے دن کورات کے پہلو میں گیت گا گا کر سُلا رہے ہوں۔ شام لطف، خوشی اور امن کا پیغام لے کر آتی ہے۔ شفق کی لالی آسمان پر پھیل جاتی ہے اور بادلوں کی مختلف شکلیں دیوی کی طرح دِکھائی دینے لگتی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا یہ بادل دیواروں پر اُتر آئے ہوں۔ لوگ چمن کی سیر سے گھروں کو واپس آتے ہیں۔ پرندے آشیانوں کی طرف لوٹنے لگتے ہیں۔ مؤذّن کی آواز سنائی دیتی ہے اور مندروں میں پجاری بھجن گاتے ہیں۔ ہر طرف شام کا دھندلکا پھیل جاتا ہے۔

معنی و اشارات

سکوت	-	خاموشی
درماندہ	-	تھکا ہوا
سرور وانبساط	-	خوشی
نویدِ امن وراحت	-	خوشی اور امن کی خوش خبری
شفق	-	وہ سرخی جو سورج کے نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے آسمان پر نمودار ہوتی ہے۔
شوالا	-	مندر
کیف	-	سرور، خوشی
سیہ پوش ہونا	-	مراد شام ہو جانا

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے:**

۱۔ دن اور رات میں کتنے پہر ہوتے ہیں؟
۲۔ افسرؔ نے ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی؟
۳۔ سہانے گیت کون گاتا ہے؟
۴۔ شام کیا لائی ہے؟
۵۔ شاعر نے سرخ بادلوں کو کیا کہا ہے؟
۶۔ چھتیں کیوں سُونی پڑی ہیں؟
۷۔ آواز سن کر دل کیوں بھر آیا؟

✤ **مختصر جواب لکھیے:**

۱۔ شام کے وقت ماحول میں کون سی آوازیں سنائی دے رہی ہیں؟
۲۔ شام کے بڑھتے ہوئے اندھیرے کو شاعر نے کس طرح بیان کیا ہے؟

✤ **مناسب جوڑیاں لگائیے:**

۱۔	مؤذّن کی صدا	(الف)	گونج اُٹھے
۲۔	صبا	(ب)	جھوم کر گانے لگے
۳۔	پجاری نے	(ج)	بھجن گایا
۴۔	دیوار و در	(د)	سہانے گیت گاتی ہے
۵۔	سڑک پر چلنے والے	(ہ)	ہلکی ہوا کے ساتھ آتی ہے

تلاش و جستجو

'بسیرے کے لیے جاتی ہیں چڑیاں آشیانوں میں' اس مصرعے میں پیش کیے گئے خیال سے ملتے جلتے مفہوم والا مصرعہ نظم میں تلاش کر کے لکھیے۔

وسعت میرے بیان کی

اس نظم کے درج ذیل بند کا مطلب لکھیے۔

سیہ پوش ہوتا جاتا ہے جہاں آہستہ آہستہ
اندھیرا ہو چلا ہے حکمراں آہستہ آہستہ

AHHBCH

مٹا جاتا ہے اب دن کا نشاں آہستہ آہستہ
لیے آتی ہے شب امن و اماں آہستہ آہستہ
خموشی چھا رہی ہے، شور و غل کم ہوتا جاتا ہے
اُجالا گھٹ چلا، تاریک عالم ہوتا جاتا ہے

غور کر کے بتائیے

شاعر نے دن کو درماندہ کیوں کہا ہے؟

آئیے! کر کے دیکھیں۔

ا۔ اس نظم میں پیش کیے گئے خیالات کا اپنے الفاظ میں بیان۔
۲۔ گزرے ہوئے کل کے واقعات اور معمولات کا بیان۔

عبارت آموزی

✤ درج ذیل اقتباس پڑھ کر نیچے دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیے۔

سہ پہر مجھے اس لیے بھی بھلی لگتی ہے کہ اس میں سارے پہروں کا حسن شامل ہے۔ جس طرح رات کا گھنا اندھیرا چھا جانے سے پہلے شام کی دھندلی، خنک اور خاموش فضا پُر کیف معلوم ہوتی ہے، اسی طرح سہ پہر میں بھی صبح و شام کی ساری رعنائیاں سمٹ آتی ہیں۔ سہ پہر میں آنے والی شام کی جھلک بھی ہوتی ہے اور ڈھلتے ہوئے دن کے بخیر گزرنے کی خوشی بھی۔ سہ پہر کا وقت وہ ہوتا ہے جب دن چڑھا ہوا بھی ہوتا ہے اور ڈوبتا بھی دِکھائی دیتا ہے۔

سوالات:

ا۔ مصنف کو سہ پہر کیوں بھلی لگتی ہے؟
۲۔ شام کی فضا عام طور پر کیسی ہوتی ہے؟
۳۔ دن بھر میں آپ کو کون سا وقت پسند ہے اور کیوں؟

سرگرمی/منصوبہ:

طلوعِ آفتاب کے منظر کا مشاہدہ کیجیے اور چند سطروں میں اسے بیان کیجیے۔

لفظوں کا کھیل

ذیل میں دیے ہوئے الفاظ میں بعض لفظ ایسے ہیں جن کا صرف پہلا حرف نکالنے سے ایک نیا لفظ بنتا ہے اور بعض ایسے ہیں جن کا صرف آخری حرف الگ کرنے پر نیا لفظ بنتا ہے۔ اس کھیل کو کھلانے کے لیے جماعت کے دو گروہ بنائے جائیں۔ پہلے گروہ کا کھلاڑی پہلا حرف کم کر کے الفاظ بنائے اور اسی طرح دوسرے گروہ کا ایک کھلاڑی کسی لفظ کے آخری حرف کو کم کر کے نیا لفظ بنائے۔ جو گروہ پہلے زیادہ لفظ بنائے استاد اسے فاتح قرار دیں اور اس کی ہمت افزائی کریں۔

مثلاً محل سے حل
مینار سے مینا

الفاظ:

تحسین	شربتی	ترنگ
تھکان	سمندر	رشک
مقدم	شباب	چشمہ
گلوری	بھنورا	کمان
قدرت	مسافرت	مورت
اسلام	بادل	ڈاکو
خلافت	پانی	بندر
چرخ	بلندی	خطاب
تنفس	جبین	دستک
تہمت	پتنگا	چاندی
عہدہ	شرم	مجال
بلبلا	بازی	جلال

استاد اسی کھیل کو دوسرے طریقے سے بھی کھلا سکتا ہے۔ وہ ایسے الفاظ کا انتخاب کرے جن کے پہلے یا بعد میں حرف بڑھا کر نئے لفظ بنائے جا سکیں۔

مثلاً حسن سے محسن، لاش سے تلاش، تلاش سے تلاشی، چوکھٹ سے چوکھٹا۔

۴۔ بُوڑھی کاکی

پریم چند

پہلی بات : بوڑھے والدین اور دوسرے بزرگوں کی عزت اور ان کی خدمت کرنا انسانی اخلاق میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ہر مذہب کی تعلیم میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ ماں باپ کا خیال رکھنا اولاد کا فرض ہے۔ خاص طور پر جب ان کی عمر زیادہ ہو جائے تو ان کی خدمت اور صحت کی طرف اولاد کو دھیان دینا چاہیے۔ ایک دفعہ ایک نوجوان نے رسولِ اکرمؐ سے شکایت کی کہ میرے والد ہمیشہ مجھ سے کچھ نہ کچھ مانگتے رہتے ہیں۔ کیا یہ مناسب ہے؟ رسول اللہؐ نے اس کے والد کو بلا کر اس کی شکایت سے آگاہ کیا۔ بوڑھا باپ یہ سن کر رونے لگا۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو پال پوس کر بڑا کیا۔ جو کچھ میرے پاس تھا، سب اس کی پرورش پر خرچ کر دیا۔ اب میں بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں اور کمانے کے لائق نہیں تو یہ میری ضروریات پوری کرنے سے انکار کرتا ہے۔

حضورؐ بوڑھے کی بات سن کر آبدیدہ ہو گئے اور نوجوان سے فرمایا: اے نوجوان! سن، تو اور تیرا مال سب کچھ تیرے والد کی ملکیت ہے۔ پھر آپؐ نے نوجوان کو نصیحت کی کہ اپنے بوڑھے والد کی خدمت کرتا رہے۔ درج ذیل کہانی میں بھی بزرگوں سے حسنِ سلوک کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

جان پہچان : پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے تھا۔ پہلے وہ نواب رائے کے نام سے کہانیاں لکھتے تھے بعد میں پریم چند کے نام سے لکھنے لگے۔ وہ ۳۱ رجولائی ۱۸۸۰ء کو بنارس کے ایک گاؤں لمہی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے گاؤں میں حاصل کی۔ بعد میں پرائمری اسکول میں مدرّس ہو گئے۔ انھیں بچپن سے لکھنے کا شوق تھا۔ ۱۹۰۸ء میں ان کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ 'سوزِ وطن' کے نام سے شائع ہوا جس پر انگریزی حکومت نے پابندی عائد کر دی تھی۔ ۱۹۲۱ء میں انھوں نے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے کر ادب اور صحافت کو اپنا پیشہ بنا لیا۔ پریم چند نے اپنے افسانوں اور ناولوں کے ذریعے وطن دوستی، سماجی اصلاح اور قومی یکجہتی کو فروغ دیا۔ انھوں نے تقریباً تین سو افسانے لکھے۔ 'گئودان، میدانِ عمل، چوگانِ ہستی، بازارِ حسن، پردۂ مجاز' وغیرہ اُن کے مشہور ناول ہیں۔ ۸ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کو بنارس میں ان کا انتقال ہوا۔

بُڑھاپا اکثر بچپن کا دَورِ ثانی ہوا کرتا ہے۔ بُوڑھی کاکی میں ذائقے کے سِوا کوئی حس باقی نہ تھی۔ آنکھیں، ہاتھ، پیر سب جواب دے چکے تھے۔ زمین پر پڑی رہتیں اور جب گھر والے کوئی بات ان کی مرضی کے خلاف کرتے، کھانے کا وقت ٹل جاتا یا مقدار کافی نہ ہوتی یا بازار سے کوئی چیز آتی اور انھیں نہ ملتی تو رونے لگتی تھیں۔ ان کے شوہر کو مرے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا تھا۔ سات بیٹے جوان ہو ہو کر داغ دے گئے تھے اور اب ایک بھتیجے کے سوا دنیا میں ان کا کوئی نہ تھا۔ اسی بھتیجے کے نام انھوں نے ساری جائداد لکھ دی تھی۔ ان حضرت نے لکھاتے وقت تو خوب لمبے چوڑے وعدے کیے تھے لیکن وہ وعدے دلالوں کے سبز باغ تھے۔ اگرچہ اس جائداد کی سالانہ آمدنی ڈیڑھ دو سو روپے سے کم نہ تھی لیکن بوڑھی کاکی کو پیٹ بھر رُوکھا دانہ بھی مشکل سے ملتا تھا۔

بدھ رام کو کبھی کبھی اپنی بے انصافی کا احساس ہوتا۔ وہ سوچتے کہ اس جائداد کی بدولت میں اس وقت بھلا آدمی بنا بیٹھا ہوں اور اگر زبانی تشفّی سے صورتِ حال میں کچھ اصلاح ہو سکتی تو انھیں مطلق دریغ نہ ہوتا لیکن مزید خرچ کا خوف ان کی نیکی کو دبائے رکھتا تھا۔ اس کے برعکس اگر دروازے پر کوئی بھلا مانس بیٹھا ہوتا اور بوڑھی کاکی اپنا نغمۂ بے ہنگام شروع کر دیتیں تو وہ آگ ہو جاتے تھے اور گھر میں آ کر انھیں ڈانٹتے تھے۔ لڑکے والد کا یہ رنگ دیکھ کر بوڑھی کاکی کو اور بھی دق کرتے۔

سارے گھر میں اگر کسی کو کاکی سے محبت تھی تو وہ بدھ رام کی چھوٹی لڑکی لاڈلی تھی۔ لاڈلی اپنے دونوں بھائیوں کے خوف سے

اپنے حصّے کی مٹھائی یا چبینا بوڑھی کاکی کے پاس بیٹھ کر کھایا کرتی تھی۔

رات کا وقت تھا۔ بدھ رام کے دروازے پر شہنائی بج رہی تھی۔ آج بدھ رام کے بڑے لڑکے سکھ رام کا تلک آیا ہے۔ یہ اسی کا جشن ہے۔ گھر میں مستوٗرات گا رہی تھیں اور رؤپا مہمانوں کی دعوت کا سامان کرنے میں مصرؤف تھی۔ بھٹیوں پر کڑھاؤ چڑھے ہوئے تھے۔ ایک میں پؤریاں کچوریاں نکل رہی تھیں، دوسرے میں سموسے۔ ایک بڑے ہنڈے میں مسالے دار ترکاری پک رہی تھی۔ گھی اور مسالے کی اشتہا انگیز خوشبؤ چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

بؤڑھی کاکی اپنی اندھیری کوٹھری میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہ لذّت آمیز خوشبو انھیں بے تاب کر رہی تھی۔ ان کی چشمِ خیال میں پؤریوں کی تصویر ناچنے لگی۔ خوٗب لال لال پھؤلی پھؤلی نرم نرم ہوں گی۔ ایک پؤری ملتی تو ذرا ہاتھ میں لے کر دیکھتی۔ کیوں نہ چل کر کڑھاؤ کے سامنے ہی بیٹھوں۔

اس طرح فیصلہ کر کے بوڑھی کاکی اکڑؤں بیٹھ کر ہاتھوں کے بل کھسکتی ہوئی بمشکل تمام چوکھٹ سے اُتریں اور دھیرے دھیرے رینگتی ہوئی کڑھاؤ کے پاس جا بیٹھیں۔ رؤپا اس وقت ایک سراسیمگی کی حالت میں تھی۔ کبھی اِس کمرے میں جاتی، کبھی اُس کمرے میں۔ کبھی کڑھاؤ کے پاس، کبھی کوٹھے پر۔ بیچاری اکیلی عورت چاروں طرف دوڑتے دوڑتے حیران ہو رہی تھی۔ جھنجھلاتی تھی، کڑھتی تھی پر غصّہ باہر نکلنے کا موقع نہ پاتا تھا۔ اسی کشمکش کے عالم میں اس نے بوڑھی کاکی کو کڑھاؤ کے پاس بیٹھے دیکھا تو جل گئی۔ غصّہ نہ رُک سکا۔ جیسے مینڈک کیچوے پر جھپٹتا ہے، اسی طرح وہ بوڑھی کاکی پر جھپٹی اور انھیں دونوں ہاتھوں سے جھنجھوڑ کر بولی، ''ایسے پیٹ میں آگ لگے۔ پیٹ ہے کہ آگ کا کُنڈ۔ کوٹھری میں بیٹھتے کیا دَم گُھٹتا تھا۔ ابھی مہمانوں نے نہیں کھایا۔ دیوتاؤں کا بھوگ تک نہیں لگا۔ تب تک صبر نہ ہو سکا۔ آ کر چھاتی پر سوار ہو گئیں۔ بھلا چاہتی ہو تو جا کر کوٹھری میں بیٹھو۔ جب گھر کے لوگ لگیں گے تو تمھیں بھی ملے گا۔ تم کوئی دیوی نہیں ہو کہ چاہے کسی کے منہ میں پانی تک نہ جائے لیکن پہلے تمھاری پوجا کرے۔''

بؤڑھی کاکی نے سر نہ اُٹھایا، نہ روئیں نہ بولیں؛ چپ چاپ رینگتی ہوئی وہاں سے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ صدمہ ایسا سخت تھا کہ دِل و دماغ کی ساری قوّتیں اس طرف رجوٗع ہو گئی تھیں۔

کھانا تیار ہو گیا۔ آنگن میں پتّل پڑ گئے۔ مہمان کھانے لگے۔ بؤڑھی کاکی اپنی کوٹھری میں جا کر پچھتا رہی تھیں کہ کہاں سے کہاں گئی۔ انھیں رؤپا پر غصّہ نہیں تھا۔ اپنی عُجلت پر افسوس تھا۔ سچ تو ہے، جب تک مہمان کھانا نہ چکیں گے، گھر والے کیسے کھائیں گے۔ مجھ سے اتنی دیر بھی نہ رہا گیا۔ اب جب تک کوئی بُلانے نہ آئے گا، نہ جاؤں گی۔

دِل میں یہ فیصلہ کر کے وہ خموشی سے بُلاوے کا انتظار کرنے لگیں۔ انھیں ایک ایک لمحہ ایک ایک گھنٹا معلوم ہوتا تھا۔ اب پتّل بچھ گئے ہوں گے۔ معلؤم ہوتا ہے لوگ کھانے پر بیٹھ گئے۔ پھر انھیں لگا کہ بہت دیر ہو گئی ہے۔ کیا اتنی دیر تک لوگ کھا ہی رہے ہوں گے۔ کسی کی بول چال سنائی نہیں دیتی۔ ضرؤر لوگ کھا پی کے چلے گئے۔ مجھے کوئی بُلانے نہیں آیا۔ رؤپا چڑ گئی ہے، کیا جانے کہ نہ بُلائے۔ سوچتی ہو کہ آپ ہی آئیں گی۔ کوئی مہمان نہیں کہ بُلا کر لاؤں۔

بؤڑھی کاکی چلنے کے لیے تیار ہوئیں۔ انھوں نے دل میں طرح طرح کے منصوٗبے باندھے، ''پہلے ترکاری سے پؤریاں کھاؤں گی، پھر دہی اور شکر سے۔ کچوریاں رائتے کے ساتھ مزیدار معلوم ہوں گی۔ چاہے کوئی بُرا مانے یا بھلا، میں تو مانگ مانگ کر کھاؤں گی۔''

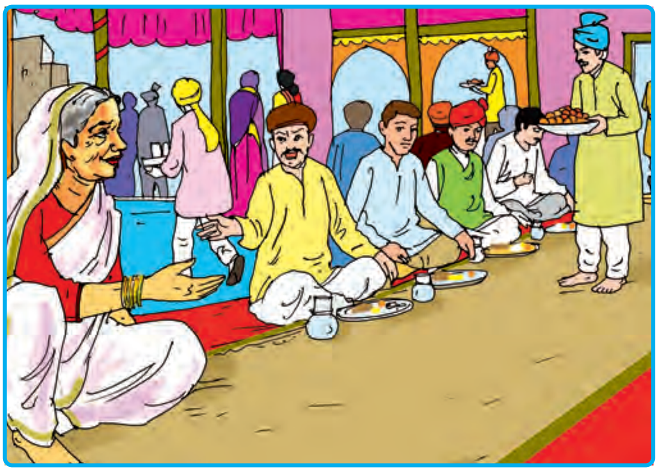

بُوڑھی کاکی اکڑوں بیٹھ کر ہاتھوں کے بل کھسکتی ہوئی آنگن میں آئیں۔ مہمانوں کی جماعت ابھی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ رینگتی ہوئی ان کے بیچ میں جا پہنچیں۔ کئی آدمی چونک کر اُٹھ کھڑے ہوئے، آوازیں آئیں، ''ارے، یہ کون بڑھیا ہے؟''

پنڈت بدھ رام کاکی کو دیکھتے ہی غصّے سے تلملا گئے۔ پُوریوں کا تھال لیے کھڑے تھے۔ تھال کو زمین پر پٹک دیا اور جس طرح بے رحم ساہوکار اپنے کسی مفرور اسامی کو دیکھتے ہی جھپٹ کر اس کا ٹیٹوا لیتا ہے، اسی طرح لپک کر انھوں نے بوڑھی کاکی کے دونوں شانے پکڑے اور گھسیٹتے ہوئے لاکر اندھیری کوٹھری میں دھم سے گرا دیا۔

مہمانوں نے کھانا کھایا۔ گھر والوں نے کھایا۔ باجے والے، دھوبی چمار بھی کھا چکے لیکن بُوڑھی کاکی کو کسی نے نہ پُوچھا۔ بدھ رام اور رُوپا دونوں ہی انھیں ان کی بے حیائی کی سزا دینے کا تصفیہ کر چکے تھے۔ ان کے بڑھاپے پر، بے کسی پر، فتورِ عقل پر کسی کو ترس نہیں آتا تھا۔ اکیلی لاڈلی ان کے لیے کڑھ رہی تھی۔

دونوں بار جب اس کی ماں اور باپ نے کاکی کو بے رحمی سے گھسیٹا تو لاڈلی کا کلیجا بیٹھ کر رہ گیا۔ وہ جھنجھلا رہی تھی کہ یہ لوگ کاکی کو کیوں بہت سی پُوریاں نہیں دے دیتے۔ وہ کاکی کے پاس جا کر انھیں تشفّی دینا چاہتی تھی لیکن ماں کے خوف سے نہ جاتی تھی۔ اس نے اپنے حصّے کی پُوریاں بھی نہ کھائی تھیں۔ وہ یہ پُوریاں کاکی کے پاس لے جانا چاہتی تھی۔ بوڑھی کاکی میری آواز سنتے ہی اُٹھ بیٹھیں گی۔ پُوریاں دیکھ کر کیسی خوش ہوں گی۔ مجھے خوب پیار کریں گی۔

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ رُوپا آنگن میں پڑی سو رہی تھی۔ لاڈلی کی آنکھوں میں نیند نہ تھی۔ کاکی کو پُوریاں کھلانے کی خوشی اسے سونے نہ دیتی تھی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ امّاں غافل سو رہی ہیں تو وہ چپکے سے اُٹھی، پٹاری اٹھائی اور بوڑھی کاکی کی کوٹھری کی طرف چلی۔

بُوڑھی کاکی کو محض اتنا یاد تھا کہ کسی نے میرے شانے پکڑے، پھر انھیں ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی پہاڑ پر اُڑائے لیے جاتا ہے۔ ان کے پیر بار بار پتھروں سے ٹکرائے۔ تب کسی نے انھیں پہاڑ پر سے پٹک دیا۔ وہ بے ہوش ہو گئیں۔

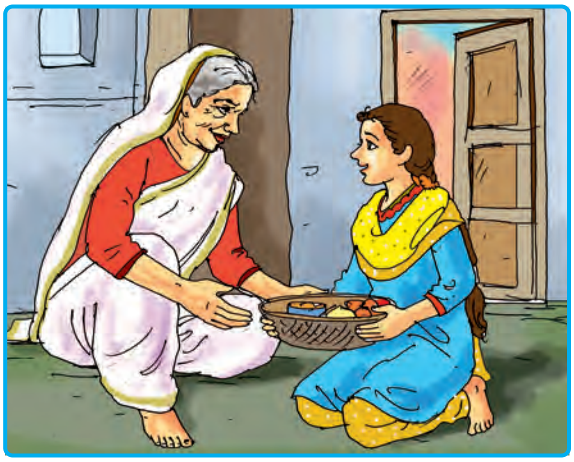

یکایک ان کے کان میں آواز آئی ''کاکی اُٹھو، میں پُوریاں لائی ہوں۔''

کاکی نے لاڈلی کی آواز پہچانی۔ چٹ پٹ اٹھ بیٹھیں۔ دونوں ہاتھوں سے لاڈلی کو ٹٹولا اور اسے گود میں بٹھا لیا۔ لاڈلی نے پُوریاں نکال کر دیں۔ کاکی نے پوچھا، ''کیا تمھاری امّاں نے دی ہیں؟''

لاڈلی نے فخر سے کہا، ''نہیں، یہ میرے حصّے کی ہیں۔''

کاکی پُوریوں پر ٹوٹ پڑیں۔ پانچ منٹ میں پٹاری خالی ہو گئی۔ لاڈلی

نے پُوچھا، ''کاکی پیٹ بھر گیا؟''

جیسے تھوڑی سی بارش ٹھنڈک کی جگہ اور بھی حبس پیدا کر دیتی ہے، اسی طرح ان چند پُوریوں نے کاکی کی اشتہا اور رغبت کو اور بھی تیز کر دیا تھا۔ بولیں، ''نہیں، بیٹی جا کے امّاں سے اور مانگ لاؤ۔''

لاڈلی نے کہا، ''اماں سوتی ہیں۔ جگاؤں گی تو ماریں گی۔''

کاکی نے پٹاری کو پھر ٹٹولا۔ اس میں چند ریزے گرے تھے۔ انھیں نکال کر کھا گئیں۔ بار بار ہونٹ چاٹتی تھیں۔ چٹخارے بھرتی تھیں۔ یکایک لاڈلی سے بولیں، ''میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے چلو جہاں مہمانوں نے بیٹھ کر کھانا کھایا تھا۔''

لاڈلی ان کا منشا نہ سمجھ سکی۔ اس نے کاکی کا ہاتھ پکڑا اور انھیں لا کر جھوٹے پتّلوں کے پاس بٹھا دیا اور غریب بھوک کی ماری بڑھیا پتّلوں سے پُوریوں کے ٹکڑے چن چن کر کھانے لگی۔ دہی کتنا لذیذ تھا۔ سالن کتنا مزیدار، کچوریاں کتنی سلونی، سموسے کتنے خستہ اور نرم!

عین اسی وقت رُوپا کی آنکھ کُھلی۔ اسے معلوم ہوا کہ لاڈلی پاس نہیں ہے۔ چونکی، چار پائی کے اِدھر اُدھر تاکنے لگی کہ کہیں لڑکی نیچے تو نہیں گر پڑی۔ اسے وہاں نہ پا کر وہ اُٹھ بیٹھی تو کیا دیکھتی ہے کہ لاڈلی جھوٹے پتّلوں کے پاس چپ چاپ کھڑی ہے اور بوڑھی کاکی پتّلوں پر سے پُوریوں کے ٹکڑے اُٹھا اُٹھا کر کھا رہی ہیں۔ رُوپا کا کلیجا سَن سے ہو گیا۔ یہ وہ نظارہ تھا جس سے دیکھنے والوں کے دل کانپ اُٹھتے ہیں۔ درد اور خوف سے اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس کو اپنی خود غرضی اور بے انصافی آج تک کبھی اتنی صفائی سے نظر نہ آئی تھی۔ ہائے میں کتنی بے رحم ہوں! جس کی جائداد سے مجھے دو سو روپے سال کی آمدنی ہو رہی ہے، اس کی یہ درگت اور میرے کارن۔ اے ایشور! مجھ سے بڑا بھاری گناہ ہوا ہے۔ مجھے معاف کر دو۔

رُوپا نے چراغ جلایا۔ اپنے بھنڈارے کا دروازہ کھولا اور ایک تھالی میں کھانے کی سب چیزیں لیے ہوئے بوڑھی کاکی کی طرف چلی۔

''کاکی اُٹھو، کھانا کھالو۔'' رُوپا نے رِقّت آمیز لہجے میں کہا، ''مجھ سے آج بڑی بھُول ہوئی۔ اس کا بُرا نہ ماننا۔ پرماتما سے دعا کرو کہ وہ میری خطا معاف کر دے۔''

بھولے بھالے بچّے کی طرح جو مٹھائیاں پا کر مار اور گُھڑکیاں سب بھُول جاتا ہے، بوڑھی کاکی بیٹھی ہوئی کھانا کھا رہی تھیں۔ ان کے ایک ایک روئیں سے سچی دعائیں نکل رہی تھیں اور رُوپا بیٹھی یہ رُوحانی نظارہ دیکھ رہی تھی۔

معنی و اشارات

دورِ ثانی	–	دوسرا دَور
داغ دینا	–	مرجانا
سبز باغ	–	جھوٹے وعدے
تشفّی	–	تسلّی
دریغ	–	ہچکچاہٹ
نغمۂ بے ہنگام	–	مراد غیر ضروری بات
دق کرنا	–	ستانا، پریشان کرنا
تلک آنا	–	رشتہ پکا ہونا
اشتہا انگیز	–	بھوک بڑھانے والا
چشمِ خیال	–	تصوّر

سراسیمگی	-	گھبراہٹ
جل گئی	-	مراد ناراض ہوگئی
کُنڈ	-	چولھا
بھوگ	-	چڑھاوا
رجوع ہونا	-	متوجہ ہونا
پتّل	-	پتّوں سے بنی ہوئی تھالی
مفرور	-	فرار ہونے والا شخص
اسامی	-	

ٹیٹوا لینا	-	گلا پکڑ لینا
تصفیہ	-	فیصلہ
گھڑکیاں	-	ڈانٹ ڈپٹ
درگت	-	بُری حالت
کارن	-	وجہ
بھنڈارا	-	جہاں کھانے پینے کی چیزیں رکھی جاتی ہیں، رسوئی
رِقّت آمیز	-	درد بھرا

AHH4EA

مشق

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ ہر مذہب کی کیا تعلیم ہے؟
۲۔ حضورؐ نے نوجوان کو کیا نصیحت کی؟
۳۔ مصنف کی کس کتاب پر انگریز حکومت نے پابندی عائد کی تھی؟
۴۔ مصنف نے بُڑھاپے کو کیا کہا ہے؟
۵۔ بوڑھی کاکی کے کتنے بیٹے تھے؟
۶۔ لڑکے بوڑھی کاکی کے ساتھ کیسا سلوک کرتے تھے؟
۷۔ بوڑھی کاکی سے کسے محبت تھی؟
۸۔ رؤپا کون تھی؟
۹۔ تلک کس کا آیا تھا؟
۱۰۔ بوڑھی کاکی کو کس بات کا افسوس تھا؟
۱۱۔ لاڈلی بوڑھی کاکی کے لیے کیا لائی؟
۱۲۔ بوڑھی کاکی جھوٹے پتّلوں کے پاس بیٹھ کر کیا کر رہی تھی؟

✤ مختصر جواب لکھیے :

۱۔ بوڑھی کاکی رونے کیوں لگتی تھیں؟
۲۔ بوڑھی کاکی کے خیال میں پؤریوں کا تصوّر کیسا تھا؟
۳۔ بوڑھی کاکی کو کڑھاؤ کے پاس بیٹھے دیکھ کر رؤپا نے کیا کہا؟
۴۔ پنڈت بدھ رام نے غصّے میں کیا کِیا؟
۵۔ بوڑھی کاکی نے دل میں کس طرح کے منصوبے باندھے؟

✤ مفصّل جواب لکھیے :

۱۔ بدھ رام کو جب اپنی بے انصافی کا احساس ہوتا تو وہ کیا سوچتے؟
۲۔ جب رؤپا کی آنکھ کُھلی تو اس نے کیا دیکھا؟
۳۔ آخر میں رؤپا نے کیا کِیا؟

تلاش و جستجو

✤ سبق کی مدد سے صحیح لفظ کا انتخاب کرکے ذیل کے جملوں کو مکمل کیجیے :

۱۔ پریم چند کا اصل نام.............تھا۔ (نواب رائے / دھنپت رائے)
۲۔ بڑھاپا اکثر بچپن کا .... ہوتا ہے۔ (دَورِ ثانی / دَورِ آخر)
۳۔ بوڑھی کاکی میں .... کے سوا کوئی حس باقی نہ تھی۔ (ذائقہ / بھوک)
۴۔ اُن کے شوہر کو مرے ہوئے ایک ......گزر گیا تھا۔ (عرصہ / زمانہ)
۵۔ بوڑھی کاکی اپنی اندھیری.............میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ (کوٹھری / گلی)

۶۔ بوڑھی کاکی ....ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ (چلتی / رینگتی)

۷۔ پنڈت بدھ رام کاکی کو دیکھتے ہی .... سے تلملا گئے۔ (تکلیف / غصّے)

۸۔ لاڈلی ان کا ....نہ سمجھ سکی۔(منشا / منصوبہ)

۹۔ اے ....مجھ سے بڑا بھاری گناہ ہوا ہے۔ (ایشور / بھگوان)

وسعت میرے بیان کی

✤ سبق کی روشنی میں ان جملوں کی وضاحت کیجیے :

۱۔ سات بیٹے جوان ہو ہو کر داغ دے گئے تھے۔

۲۔ بوڑھی کاکی اپنا نغمۂ بے ہنگام شروع کر دیتیں۔

۳۔ ان کے بڑھاپے پر، بے کسی پر، فتورِ عقل پر کسی کو ترس نہیں آتا تھا۔

۴۔ ان چند پوریوں نے کاکی کی اشتہا اور رغبت کو اور بھی تیز کر دیا تھا۔

۵۔ اُنھیں ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی پہاڑ پر اُڑائے لیے جاتا ہے۔

لغت کا استعمال

✤ لغت کی مدد سے ذیل کے الفاظ کے معنی تلاش کر کے حروفِ تہجی کی ترتیب میں لکھیے :

مستورات ، عجلت ، فتور ، منشا ، رغبت

✤ لذت آمیز کے معنی لذیذ ہیں۔اسی طرح مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی لغت میں تلاش کر کے بیاض میں لکھیے :

تضحیک آمیز ، کم آمیز ، طنز آمیز ، رنگ آمیز

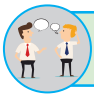

بول چال

✤ درج ذیل محاوروں کے معنی بتا کر جملوں میں استعمال کیجیے :

کلیجا سَن سے ہونا	دل کانپ اُٹھنا
چٹخارے بھرنا	کلیجا بیٹھ جانا
منصوبے باندھنا	ٹیٹو الینا
چھاتی پر سوار ہونا	آگ ہونا

سرگرمی/منصوبہ :

اسکول کی لائبریری سے پریم چند کے افسانوں کا مجموعہ 'واردات' حاصل کر کے پڑھیے اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھوائیے۔

آیئے زبان سیکھیں

استفہامیہ جملہ : آپ جتنے اسباق پڑھ چکے ہیں ان کی مشقوں میں پوچھے جانے والے سوالات ایک بار پھر پڑھیے۔ جیسے

۱۔ آہ فلک پر کیوں جاتی ہے؟

۲۔ بر سرِ پیکار کون ہیں؟

۳۔ بی بی رقیہؓ کون تھیں؟

۴۔ شام کی فضا عام طور پر کیسی ہوتی ہے؟

۵۔ شاعر نے سرخ بادلوں کو کیا کہا ہے؟

آپ جانتے ہیں کہ یہ سوالات بھی جملے ہیں لیکن ان میں کچھ باتیں پوچھی گئی ہیں یعنی سوال کیے گئے ہیں۔ جس جملے میں کوئی بات پوچھی جاتی ہے یا کسی اسم کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو ایسے جملے کو '**استفہامیہ جملہ**' کہتے ہیں یعنی سوالیہ جملہ۔ ایسے جملے کے خاتمے پر **سوالیہ نشان (؟)** لگایا جاتا ہے۔استفہامیہ جملوں میں کچھ خاص الفاظ ضرور استعمال کیے جاتے ہیں۔ جیسے اوپر دیے گئے جملوں میں 'کیوں، کون، کسے، کہاں، کیا' وغیرہ۔

✤ ذیل میں دیے ہوئے جملوں کو استفہامیہ جملوں میں تبدیل کیجیے :

۱۔ بوڑھی کاکی زمین پر پڑی رہتی۔

۲۔ بوڑھی کاکی رونے لگی تھیں۔

۳۔ ایک بھتیجے کے سوا ان کا دنیا میں کوئی نہ تھا۔

۴۔ کاکی کو لاڈلی سے محبت تھی۔

۵۔ لذت آمیز خوشبو انھیں بے تاب کر رہی تھی۔

۵۔ علم

فانؔی بدایونی

پہلی بات : ایک مرتبہ سکندرِ اعظم اپنے استاد مشہور فلسفی ارسطو کے ساتھ ایک طوفانی دریا کو عبور کر رہا تھا۔ سکندر نے پہلے آگے بڑھ کر دریا پار کیا، پھر ارسطو دریا میں اُترا۔ کنارے پہنچ کر ارسطو نے اس کی وجہ دریافت کی تو سکندر نے پہلے دریا پار کرنے کی اپنی گستاخی پر معافی طلب کی اور کہا کہ مجھے اس دریا میں ڈوب جانے کا خطرہ تھا۔ ایک بادشاہ کی موت کے مقابلے میں ایک عظیم فلسفی اور عالم کی موت دنیا کے لیے یقیناً زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتی۔ ایک مشہور قول کے مطابق ایک عالِم کی موت عالَم کی موت ہے۔ ذیل کی نظم میں علم کی خوبیاں بڑے دلکش انداز میں بیان کی گئی ہیں۔

جان پہچان : فانؔی بدایونی اُردو کے ممتاز غزل گو شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کا اصل نام شوکت علی خان تھا۔ ۱۳ر ستمبر ۱۸۷۹ء کو وہ بدایوں کے ایک قصبے اسلام نگر میں پیدا ہوئے۔ فانی بدایونی بریلی سے بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد ڈپٹی انسپکٹر مدارس بن گئے۔ پھر ایل ایل بی کا امتحان پاس کر کے بدایوں میں وکالت کی لیکن اس پیشے سے انھیں دلچسپی نہ تھی۔ آخری عمر میں انھوں نے حیدرآباد کے ایک سرکاری اسکول میں صدر مدرّس کے فرائض بھی انجام دیے۔ 'کلیاتِ فانؔی' اور 'باقیاتِ فانؔی' ان کے کلام کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ دردانگیزی، احساس کی شدت اور خیال کی گہرائی ان کے کلام کی نمایاں خوبیاں ہیں۔ ۲۷ر اگست ۱۹۶۱ء کو وہ حیدرآباد میں اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔

اے علم ، تری ذات سے دنیا کا بھلا ہے — دنیا ہی نہیں ، دین کی بھی تجھ پہ بِنا ہے
تو جس کے نہیں پاس ، وہ انسان نہیں ہے — انساں کو شرف ، علم سے خالق نے دیا ہے
تُو ہے وہ خزانہ کہ جسے تُو نہیں حاصل — گر شاہِ زماں بھی ہو تو مفلس ہے ، گدا ہے
کھویا نہیں ، جس نے تجھے جس وقت بھی پایا — بھُولا نہیں ، جس نے کہ تجھے سیکھ لیا ہے
تیرے ہی سبب سے ہے فلاطُوں کی یہ شہرت — رتبہ یہ ارسطُو کو بھی تُو نے ہی دیا ہے
کس خطّۂ دنیا میں نہیں تیری حکومت — شاہوں کا سر آگے ترے ہر وقت جُھکا ہے
گمراہ رہے خَلق ، اگر تُو نہ ہو رہبر — گر تو نہ کہے ، کس کو خبر ، کون خدا ہے
ہے صنعت و حرفت میں بھی ممتاز وہی قوم — سو جان سے جو تیری اداؤں پہ فدا ہے
جس نے تجھے چھوڑا ، وہ گیا دونوں جہاں سے — بے دین ہے ، رسوائے زمانہ ہے ، برا ہے

چکھ ذائقۂ علم خدا کے لیے ، فانؔی
ایسا تجھے کیا اپنی جہالت میں مزا ہے

خلاصۂ کلام : شاعر نے اس نظم میں علم کی اہمیت بیان کی ہے۔ دنیا کی کامیابی اور دین کی بنیاد علم ہی پر ہے۔ علم جیسی قیمتی چیز حاصل کر کے ہی افلاطون اور ارسطو مشہور ہوئے۔ دنیا کے ہر حصے میں علم کی اہمیت تسلیم کی جاتی ہے۔ اگر علم نہ ہو تو انسان خدا کو بھی نہ پہچانے اور گمراہ ہو جائے۔ علم ہی کے سبب قوموں نے صنعت و حرفت کے شعبے میں بھی نام کمایا ہے۔ جن لوگوں نے علم سے کنارہ کشی اختیار کی، وہ دونوں جہان کی کامیابی سے محروم رہے۔

معنی و اشارات

بِنا	بنیاد	حرفت	کاری گری، ہنر
خالق	مراد اللہ تعالیٰ	سو جان سے فدا ہونا	بہت محبت کرنا
شاہِ زماں	دنیا کا بادشاہ	رسوائے زمانہ	دنیا میں ذلیل

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ سکندر نے پہلے دریا کیوں پار کیا؟

۲۔ فانؔی نے وکالت کیوں چھوڑی؟

۳۔ فانؔی بدایونی کی شاعری میں کون سی خصوصیات موجود ہیں؟

۴۔ خدا نے انسان کو کس چیز کے سبب عزّت بخشی ہے؟

۵۔ علم کی رہبری نہ ہونے سے انسان کا کیا نقصان ہوتا ہے؟

مختصر جواب لکھیے :

۱۔ علم کو چھوڑ بیٹھنے والے کا کیا انجام ہوتا ہے؟

۲۔ کن مثالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ انسان کی بھلائی کا دار و مدار علم پر ہے؟

۳۔ شاعر نے علم کے کون سے فائدے بیان کیے ہیں؟

نظم کی مدد سے اشعار مکمل کیجیے :

۱۔ تیرے ہی سبب سے ہے فلاطوں کی یہ شہرت

۲۔ گمراہ رہے خلق ، اگر تو نہ ہو رہبر

۳۔ ہے صنعت و حرفت میں بھی ممتاز وہی قوم

۴۔ جس نے تجھے چھوڑا ، وہ گیا دونوں جہاں سے

وسعت میرے بیان کی

✤ بہت علم والے کو ’عالم‘ کہتے ہیں۔ اس مثال کے مطابق ذیل کے فقرے کے لیے ایک لفظ لکھیے :

عقل والا ، صبر کرنے والا ، ظلم کرنے والا ، ظلم سہنے والا ، قتل کرنے والا ، حکومت کرنے والا ، غفلت کرنے والا

لغت کا استعمال

✤ (الف) نیچے دیے ہوئے الفاظ کی مدد سے خانہ پُری کیجیے اور ان الفاظ کے معنی لغت میں تلاش کیجیے :

معلّمین ، علمیت ، معلّم ، علما ، معلوم ، عالم ، معلّمات

			م	ل	ع
			ل		ع
			م		ع
			ل	ع	
	م		ل		م
	ت			ل	
	ا		ل		م
		م		ع	

لفظوں کا کھیل

✤ غیر متعلقہ لفظ کے اطراف دائرہ بنائیے :

۱۔	مفلس	گدا	امیر	غریب
۲۔	افلاطون	سقراط	ارسطو	سکندر
۳۔	دنیا	جگ	کائنات	چاند
۴۔	مخلوق	خدا	رب	خالق

زورِ قلم

'علم کی اہمیت' کے موضوع پر پندرہ سطریں لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ :

علم سے متعلق اقوالِ زریں تلاش کر کے اپنی بیاض میں نقل کیجیے۔

اضافی معلومات

فاسٹ فوڈ اور اس کے نقصانات

فاسٹ فوڈ یعنی وہ غذا جو کم وقت میں تیار ہو۔ اس اصطلاح کا اندراج ۱۹۵۱ء میں پہلی بار انگریزی لغت میں ہوا۔

فاسٹ فوڈ میں پزّا، برگر، چپس، سینڈوچ، نوڈلس، فرائڈ رائس، شاورما، اُپما، سموسے، وڑا پاؤ، پیسٹری وغیرہ شامل ہیں۔ ان غذاؤں میں کاربوہائیڈریٹ، چکنائی، شکر، نمک، مختلف قسم کے مسالے اور کیمیائی مادّے زیادہ مقدار میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ انھیں دلکش بنانے کے لیے مصنوعی رنگ اور خوشبو کا بھی استعمال ہوتا ہے۔ مسالوں کا استعمال فاسٹ فوڈ کو زیادہ لذیذ اور چٹپٹا بنا دیتا ہے۔ اس لیے یہ لوگوں کی پہلی پسند بن گئے ہیں۔ خاص طور پر بچے اور نوجوان اسے بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔

کبھی کبھی وقت کی کمی کے پیشِ نظر فاسٹ فوڈ کے استعمال میں ہرج نہیں لیکن انسان اس کا عادی ہو جائے تو یہ صحت کو متاثر

کرتی ہے۔

ہر کام کے اُصول ہوتے ہیں لہٰذا کھانا کھانے کے بھی چند اُصول ہیں۔ کھانا اطمینان و سکون سے کھایا جائے۔ ہر نوالے کو زیادہ سے زیادہ چبایا جائے تاکہ غذا باریک ہو جائے اور اس میں لعابِ دہن مناسب مقدار میں شامل ہو۔ اس سے غذا آسانی سے ہضم ہوتی ہے۔

فاسٹ فوڈ کھاتے وقت عموماً ان باتوں کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ اسے تیزی سے کھایا جاتا ہے۔ یہ عمل ہاضمے پر مضر اثر ڈالتا ہے۔ اس میں استعمال ہونے والے مسالے معدے میں تیزابیت پیدا کرتے ہیں جو آگے چل کر السر کا سبب بنتے ہیں۔ فاسٹ فوڈ میں ریشے دار جز کی غیر موجودگی سے قبض پیدا ہوتا ہے جو پیٹ درد اور بے چینی کا باعث بنتا ہے۔ چکنائی کی زیادہ مقدار جسم کو فربہ بناتی ہے اور خون میں کولیسٹرال کی مقدار میں اضافہ کرتی ہے۔ کولیسٹرال خون کی نالیوں کی اندرونی دیواروں میں جمتا جاتا ہے جس کی وجہ سے خون کی نالیوں کا قطر کم ہوتا جاتا ہے۔ نتیجے میں بلڈ پریشر میں اضافے اور دل کے امراض کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔

فاسٹ فوڈ میں موجود سوڈیم بھی بلڈ پریشر کا باعث بنتا ہے۔ ان غذاؤں میں شکر وافر مقدار میں پائی جاتی ہے جس سے انسان ذیابیطس میں مبتلا ہوتا ہے۔

بچے چونکہ فاسٹ فوڈ کے عادی ہوتے جا رہے ہیں اس لیے ان میں اس کے خطرناک اثرات نظر آتے ہیں۔ اس سے بچوں میں موٹاپے کا تناسب بڑھتا ہے۔ ایسے بچے سُست، کاہل اور چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔ ان میں افسردگی اور بددلی پیدا ہوتی ہے۔ یہ بچوں کی دماغی کارکردگی کو متاثر کرتے ہیں۔

فاسٹ فوڈ کے مضر اثرات سے بچنے اور صحت مند رہنے کے لیے ہر انسان کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اس سے پرہیز کرے اور متوازن غذا کا استعمال کرے جس کے ذریعے ہمیں تمام غذائی اجزا مناسب مقدار میں حاصل ہوتے ہیں۔ متوازن غذا ہی ہماری بہتر صحت کی ضامن ہے۔

۶۔ میں نے مکان بنایا

ڈینیل ڈیفو

پہلی بات : پانچویں جماعت میں آپ نے پڑھا ہے کہ ابتدائی انسان پہلے غاروں میں رہتا تھا۔ جب وہ میدانوں میں رہنے لگا تو سردی، گرمی اور برسات سے بچنے کے لیے اس نے خیمے، جھونپڑیاں اور کچّے مکان بنائے۔ ذیل کے سبق کی مدد سے انسان کے اس ارتقائی سفر کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔

جان پہچان : ڈینیل ڈیفو ۱۶۶۰ء میں لندن میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک سیاسی سماجی شخصیت کے مالک اور روایتی مذہب کے سخت خلاف تھے۔ انھوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ انگریزی کے ابتدائی ناول نگاروں میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ انگلستان اور اطراف کے علاقوں میں سفر کرتے گزرا۔ 'رابنسن کروسو' اور 'دنیا کے گرد سفر' ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ ان میں انھوں نے انسان کو ہر وقت متحرک رہنے اور عمل کر کے کچھ حاصل کرنے کا سبق دیا ہے۔ ان کا انتقال ۱۷۳۱ء میں ڈَن ہل مقام پر ہوا۔

یہ واقعہ انگریزی ناول 'رابنسن کروسو' سے لیا گیا ہے۔ رابنسن کروسو ایک سمندری سفر پر روانہ ہوتا ہے۔ اچانک طوفان آ جانے سے اس کا جہاز سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔ کروسو کی جان بچ جاتی ہے اور وہ ایک ویران جزیرے پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ کئی برس رہتا ہے۔ زندگی گزارنے کے لیے اسے بہت جتن کرنے پڑتے ہیں۔

میں نے اپنا سامان حفاظت سے رکھنے کے لیے جھونپڑے سے متّصل پہاڑی کی دیوار کو کاٹ کر ایک غار نما چھوٹا سا کمرہ بنایا اور اس میں اپنا سارا سامان سلیقے سے رکھ دیا۔

میں نے سوچ لیا تھا کہ اس ویران جزیرے ہی میں مجھے زندگی گُزارنا ہے اور وقت کاٹنے کا آسان اور سستا نسخہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو ہر وقت کام میں مشغول رکھے۔

ایک دن میں غار کے اندر کام کر رہا تھا کہ ایک طرف کی دیوار سے مٹّی گرنے لگی۔ میں گھبرا کر باہر نکل آیا۔ میرے نکلتے ہی غار کی چھت سے بہت ساری مٹّی آ گری۔ اگر میں ذرا سی بھی غفلت برتتا تو وہ غار میری قبر بن جاتا۔ میں نے مٹّی کو روکنے کے لیے غار کی چھت میں لکڑی کے تختے لگائے۔ پہلے میں نے لکڑی کی بلّیاں کھڑی کیں اور اُن کو تختوں سے جَڑ دیا۔ اس طرح غار میں چھوٹی چھوٹی کئی کوٹھریاں سی بن گئیں اور مٹّی کے گرنے کا ڈر بھی نہ رہا۔

جب میرے پاس موم بتّیاں ختم ہو گئیں تو میں اندھیرے کی وجہ سے رات کو سو جایا کرتا تھا۔ میں نے بعد میں ایک ترکیب نکالی۔ مٹّی کا ایک چراغ بنا کر اُس کو دھوپ میں خشک کر لیا۔ پھر اُس میں بکری کی چربی ڈال کر چراغ جلانے لگا۔ اس طرح رات میں روشنی کا انتظام ہو گیا۔

وہ روٹیاں جو میں جہاز پر سے لایا تھا، اب بہت تھوڑی سی رہ گئی تھیں۔ میں نے اپنی خوراک بھی کم کر دی تھی۔ بس ایک روٹی روزانہ کھایا کرتا تھا۔ مجھے یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ جب روٹیاں ختم ہو جائیں گی تو میں کیا کھاؤں گا۔ پھر سوچا اگر زندگی باقی ہے تو قدرت کوئی نہ کوئی انتظام کر ہی دے گی۔

اس دوران میں نے سمندر کے کنارے بڑے بڑے کچھوے دیکھے۔ میں جانتا تھا کہ کچھوے ریت میں انڈے دیتے ہیں۔

تلاش کرنے پر مجھے کئی جگہ انڈوں کی چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں نظر آئیں۔ جب سے میں اس جزیرے میں آیا تھا، انڈے نہیں کھائے تھے۔ اُن انڈوں کو دیکھ کر میرا جی للچایا۔ میں نے جب وہ انڈے کھائے تو مجھے بہت لذیذ معلوم ہوئے۔ ایک دن میں گھُومتا پھرتا ایک پہاڑی پر چلا گیا۔ اس پر طرح طرح کے میوے دار پیڑ تھے۔ میں نے کچھ پھل توڑے اور کھائے۔ پھل میٹھے اور ذائقے دار تھے۔ میں نے کچھ لیموتوڑے۔ لیمو کا عرق پانی میں ملا کر پینے سے پانی مزے دار معلوم ہوتا ہے۔

تیس ستمبر کو مجھے اس جزیرے میں آئے ہوئے پورا ایک سال بیت گیا تھا۔ میں نے اُس دن کی یاد میں روزہ رکھا اور خدا کو یاد کیا۔

میں نے اپنے گھر کے چاروں طرف لکڑی کی شاخیں کاٹ کر گھیرے کی صوُرت میں گاڑ دی تھیں۔ برسات میں دیکھا کہ اُن میں نئی شاخیں پھوٹی ہیں۔ کچھ عرصے میں وہ بڑے بڑے درختوں کی شکل اختیار کر گئیں۔ میں نے اس قسم کا ایک اور گھیرا تیار کیا۔ اس طرح یہ گھیرا دوہرا ہوگیا اور خوب سایہ دار بن گیا۔ اب میرے گھر میں گرمیوں کے موسم میں بھی سایہ اور ٹھنڈک رہنے لگی۔ یوں میرا مکان جنگلی جانوروں سے بھی محفوٗظ ہوگیا۔

ایک بار میں نے ایک بکری کا بچّہ پکڑا۔ وہ رفتہ رفتہ مجھ سے مانوٗس ہوگیا۔ میرے ہاتھ سے چارا کھاتا تھا اور میرے ساتھ گھوٗمتا پھرتا تھا۔ میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب میں بہت ساری بکریاں پالوٗں گا۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ضرورت پڑنے پر مجھے گوشت اور دوٗدھ کی کمی نہیں ہوگی۔

میں نے ایک طوطا بھی پالا تھا۔ وہ میرا نام رٹا کرتا۔ میں خالی وقت میں اُسے پڑھانے لگا۔ یہ طوطا خوٗب بولتا تھا۔ میں گھر کے ایک فرد کی طرح اُس سے محبّت کرتا تھا۔ میں نے طوطے کے لیے ایک پنجرہ بھی تیار کیا۔

اب مجھے اس جزیرے میں رہتے ہوئے دو سال بیت گئے تھے۔ میں نے غلّہ اُگانے کے لیے زمین تیار کی۔ مینڈھ باندھی، کدال سے زمین ٹھیک کی۔ ہل کا کام ایک مضبوط نوک دار لکڑی سے لیا۔ زمین تیار ہونے پر میں نے دھان اور جَو بو دِیے۔ دسمبر کے آخر میں فصل کاٹنے کا وقت آیا۔ میرے پاس فصل کاٹنے کے لیے درانتی نہیں تھی۔ میں نے ایک تلوار کو توڑ کر اُس سے درانتی کا کام لیا۔ جب فصل کٹی تو ڈھیر سارا غلّہ دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہوگیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اُس نے میرا پیٹ بھرنے کا انتظام کر دیا۔

مجھے برتنوں کی بھی سخت ضروٗرت تھی۔ ایک جگہ چکنی مٹّی مل گئی۔ میں نے ایک گول سا برتن تیار کیا اور اُسے دھوٗپ میں سُکھا لیا۔ یہ بہت بھدّا اور بھاری تھا لیکن اس میں خشک چیزیں رکھی جاسکتی تھیں۔ پھر میں نے چھوٹی چھوٹی ہانڈیاں بنائیں اور اُنھیں آگ پر پکایا۔ اس طرح وہ پختہ اور مضبوٗط ہوگئیں۔ میں نے ایک بھٹّی تیار کی جس میں کئی برتن پک

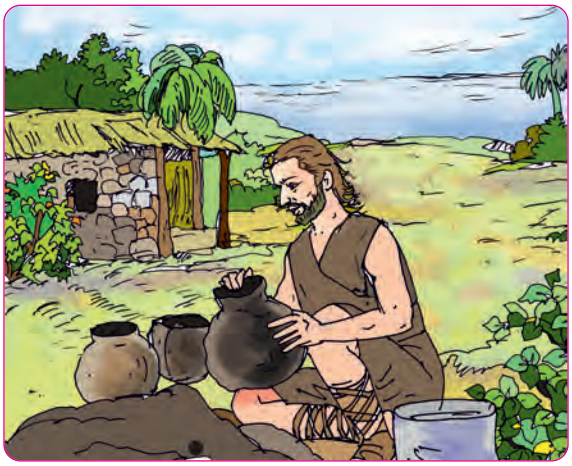

سکیں۔ اب مجھے جس طرح کی چھوٹی یا بڑی ہانڈی کی ضرورت ہوتی تھی بنا لیتا تھا۔ آٹا پیسنے کے لیے میں نے سخت لکڑی کی ایک اوکھلی بنائی اور اُسی لکڑی کا موسل بنایا۔ میں اس اوکھلی میں جَو کوٹ لیتا تھا۔ ایک درخت کی چھال کی جھلّی سے چھلنی بنائی۔ توے کے لیے مٹّی کا ایک کونڈا بنایا۔ کوئلے دہکا کر اُن کے اوپر اس کونڈے کو رکھ دیتا تھا اور اُس کے چاروں طرف انگارے لگا دیتا۔ جب کونڈا خوب گرم ہو جاتا تو اس پر جَو کے آٹے کی روٹیاں سینک لیا کرتا تھا۔ اس طرح یہ روٹیاں خوب مزے دار اور سینکی ہوئی پکتی تھیں۔ چاول اُبالنے کے لیے ہانڈی کافی تھی۔

اب مجھے اس جزیرے میں رہتے ہوئے چوتھا سال بیت گیا تھا۔ میرے پاس ضرورت کی ساری چیزیں موجود تھیں۔ میں اپنے آپ کو یہاں کا راجا کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ میرے علاوہ یہاں کوئی دوسرا نہ تھا۔ میں آزاد تھا اور اپنی مرضی سے سارا کام کرتا تھا۔ میری زندگی کے دن آرام سے گزر رہے تھے۔ اس درمیان میں نے ایک چھوٹی سی ڈونگی بنانا شروع کی۔ آخر دو سال کی کڑی محنت کے بعد ڈونگی تیار ہوگئی۔ میں نے ڈونگی کی جگہ سے تین ہاتھ چوڑی اور ڈھائی ہاتھ گہری ایک نالی کھودی اور دو فرلانگ پر جو نالہ تھا، اُس سے ملا دیا۔ اس طرح ڈونگی کو آسانی سے پانی تک پہنچانے میں کامیابی مل گئی۔ میں کبھی کبھی اس میں بیٹھ کر سمندر کے کنارے کنارے گھومنے نکل جاتا۔

ایک بار میں نے ٹاپو کے چاروں طرف گھومنے کا ارادہ کیا اور کھانے پینے کا سامان ڈونگی میں رکھ کر نکل پڑا۔ اس سفر میں کئی روز لگ گئے۔ ایک دن ہوا بہت تیز تھی اور سمندر میں اونچی لہریں اُٹھ رہی تھیں۔ میں نے ڈونگی کو ایک نکیلی چٹان سے باندھ دیا اور تین دن تک ایک پہاڑی پر رُکا رہا۔ تیسرے روز جب ہوا کا زور کم ہوا تو میں نے ڈونگی کھول دی اور چل پڑا۔ لیکن پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا۔ کسی بھی وقت کوئی بڑی سی موج ڈونگی کو اُلٹ سکتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد خدا کی مہربانی سے ہوا کا رُخ بدل گیا اور ڈونگی شمال کی سمت بہنے لگی۔ اگر ہوا کا رخ نہ بدلتا تو ڈونگی دور سمندر میں چلی جاتی اور یقینی طور پر میں ہلاک ہو جاتا۔ آخر ڈونگی شام تک کنارے پر پہنچ گئی۔ میری جان میں جان آئی، میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور کشتی کو ایک محفوظ جگہ باندھ کر اوپر آ گیا۔ میں تھکن سے چُور تھا اس لیے وہیں ریت پر پڑ کر سو رہا۔ پتا نہیں کب تک سوتا رہا۔ پھر مجھے نیند میں ایسا لگا کوئی میرا نام لے کر پکار رہا ہے۔

''کروسو! کروسو، تُو کہاں گیا تھا؟''

میں نے ایک دو بار آنکھیں کھولیں اور پھر سو گیا۔ میں اس آواز کو اپنا وہم سمجھ رہا تھا۔ لیکن وہ وہم نہیں تھا؛ میرا پیارا طوطا میرے کندھے پر بیٹھا ہوا تھا اور اتنے دنوں کے بعد مجھے پا کر خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ میں نے طوطے کو اپنے ساتھ لیا اور اپنے غار والے گھر میں واپس آ گیا۔ اُس دشوار گزار سفر کے بعد اپنا گھر مجھے آرام اور سکون کا گہوارہ معلوم ہو رہا تھا۔

معنی و اشارات

متّصل	-	جڑا ہوا، لگا ہوا
نسخہ	-	طریقہ
بلّیاں	-	لکڑی کے کھمبے
اوکھلی	-	لکڑی یا پتھر کا برتن جس میں اناج کوٹا جاتا ہے
موسل	-	اناج کوٹنے کا آلہ
کونڈا	-	مٹی کا گول اور گہرا برتن
ڈونگی	-	درخت کے تنے سے بنائی ہوئی چھوٹی ناؤ
ٹاپو	-	چھوٹا جزیرہ
وہم	-	شک
دشوار گزار	-	جہاں سے گزرنا مشکل ہو
گہوارہ	-	جھولا

ANEVHK

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ کروسو کے نزدیک وقت گزارنے کا آسان طریقہ کیا تھا؟
۲۔ کروسو کو کس بات کی فکر ستا رہی تھی؟
۳۔ کروسو نے ایک سال بیتنے پر کیا کِیا؟
۴۔ کروسو نے کس چیز سے درانتی بنائی؟
۵۔ چاول اُبالنے کے لیے کروسو کس چیز کا استعمال کرتا تھا؟
۶۔ ڈونگی کتنے سال میں تیار ہوئی؟

مختصر جواب لکھیے :

۱۔ جب چھت سے مٹی گرنے لگی تو کروسو نے کیا کِیا؟
۲۔ موم بتّیوں کے ختم ہونے پر کروسو نے کیا کِیا؟
۳۔ کروسو کو کچھوے کے انڈے کیسے حاصل ہوئے؟
۴۔ کروسو نے غلّہ کیسے اُگایا؟
۵۔ کروسو نے روٹیاں سینکنے کی کیا ترکیب نکالی؟

بول چال

ذیل کے محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :

وقت کاٹنا ، دل باغ باغ ہونا ، جان میں جان آنا ،
تھکن سے چوُر ہونا ، فکر کھائے جانا

جوڑیاں لگائیے

سبق کی مدد سے الف اور ب میں دیے ہوئے لفظوں میں ربط قائم کیجیے :

الف : پہاڑی ، مٹی کا چراغ ، کچھوے کے انڈے ، ہل ، جَو ، چاول ، ڈونگی ، گھر

ب : مضبوط نوک دار لکڑی ، اوکھلی ، سمندر ، ریت ، غار نما چھوٹا کمرہ ، بکری کی چربی ، گہوارہ ، ہانڈی

وسعت میرے بیان کی

سبق کی روشنی میں ان جملوں کی وضاحت کیجیے :

۱۔ ’’مجھے یہ فکر کھائے جا رہی تھی۔‘‘
۲۔ ’’میں اپنے آپ کو یہاں کا راجا کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔‘‘
۳۔ ’’اُس دشوار گزار سفر کے بعد اپنا گھر مجھے آرام اور سکون کا گہوارہ معلوم ہو رہا تھا۔‘‘

تلاش و جستجو

رابنسن کروسو ایک جہاز راں تھا۔ آپ اُن دو مشہور جہاز رانوں کے نام معلوم کیجیے جنھوں نے ہندوستان اور امریکہ کو دریافت کیا۔

۷۔ گیت

آرزوؔ لکھنوی

پہلی بات : آپ نے بہت سی فلموں کے گیت سنے ہیں۔ آپ انھیں گاتے بھی ہیں۔ گیت شاعری کی ایسی قسم ہے جسے گایا جاتا ہے۔ اُردو شاعری پر زیادہ تر فارسی شاعری کے اثرات پائے جاتے ہیں مگر گیت خالص ہندوستانی مزاج کی شاعری ہے۔ گیتوں میں ہندی الفاظ بھی خوب شامل ہوتے ہیں۔ ذیل کا گیت اسی طرز کا ہے۔ گیت کو موسیقی کی دھن پر بھی گایا جاتا ہے۔ مجروحؔ سلطانپوری، ساحرؔ لدھیانوی وغیرہ نے بھی فلمی گیت لکھے ہیں۔

جان پہچان : آرزوؔ لکھنوی ۱۷؍فروری ۱۸۷۳ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام سیّد انور حسین تھا۔ ان کے والد بھی شاعر تھے۔ آرزوؔ بہت کم عمری میں شعر کہنے لگے تھے۔ اُردو شاعری میں وہ جلالؔ لکھنوی کے شاگرد تھے۔ 'فغانِ آرزوؔ، جانِ آرزوؔ اور سریلی بانسری' ان شعری مجموعے ہیں۔ 'سریلی بانسری' میں عربی فارسی الفاظ استعمال نہیں کیے گئے ہیں۔ آرزوؔ لکھنوی نے فلموں کے لیے بھی گیت لکھے ہیں۔ ۱۶؍اپریل ۱۹۵۱ء کو ان کا انتقال ہوا۔

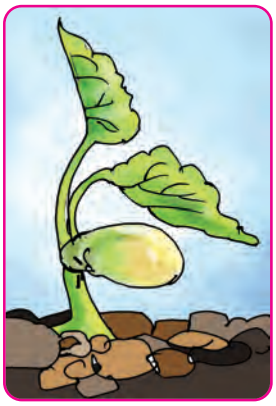

کس نے یہ سب ساز سجایا
کس نے یہ سب کھیل رچایا
اپنے آپ سبھی کچھ کر کے
اپنا آپ چُھپایا

کومل کومل پیارے پودے
دھان پان متوارے پودے
کس نے ان کے اوپر چھڑکی
رنگ رُوپ کی مایا
اپنے آپ سبھی کچھ کر کے
اپنا آپ چُھپایا

اندھیارے میں سوتے تھے یہ
بے کل بے خود ہوتے تھے یہ
نیند پری کے ان ماتوں کو
نیند سے آن جگایا
اپنے آپ سبھی کچھ کر کے
اپنا آپ چُھپایا

ہرا بھرا گلزار کِھلا ہے
سرسوں کا بازار لگا ہے

دیکھ دیکھ مَن خوش ہوتا ہے
آنکھوں نوُر سمایا
اپنے آپ سبھی کچھ کر کے
اپنا آپ چُھپایا

خلاصۂ کلام : اس گیت میں شاعر سوال کر رہا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کھیل کو شروع کس نے کیا؟ ہمارے اطراف رنگ برنگے پھول پتے، پیڑ پودے پھیلے ہوئے ہیں۔ان کو رنگ روپ کی دولت کس نے عطا کی؟ ماحول میں نظر آنے والی تمام چیزیں وجود میں آنے سے پہلے عدم میں سو رہی تھیں کہ انھیں کسی نے جگا دیا۔جس نے ہمیں آنکھوں کی روشنی دی اور دنیا کے باغ کے سارے رنگ ہمیں دِکھائے لیکن حیرت کی بات ہے کہ ہم اسے نہیں جانتے۔جس نے یہ سب کاروبار پھیلایا ہے، آخر دنیا اور کائنات کو بنا کر وہ کہاں چھپ گیا ہے؟

معنی واشارات

ساز سجانا	–	سر و سامان تیار کرنا
کھیل رچانا	–	مراد دنیا آباد کرنا
اپنا آپ چھپایا	–	اپنے وجود کو چھپایا
مایا	–	دھوکا، وہم، دولت
نیند پری کے ماتے	–	گہری نیند سونے والے

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ فلمی گیت لکھنے والے دو مشہور شاعروں کے نام لکھیے۔
۲۔ 'سریلی بانسری' کی شاعری کی خاص بات کیا ہے؟
۳۔ شاعر نے اس گیت میں جو سوال کیے ہیں، ان کے جواب میں کس کی طرف اشارہ ملتا ہے؟
۴۔ اندھیارے میں کون سو رہے تھے؟
۵۔ دیکھنے والے کا من کیا دیکھ کر خوش ہوتا ہے؟
۶۔ یہ گیت خدا کی تعریف میں ہے۔ایسی نظم کو کیا کہتے ہیں؟

مفصل جواب لکھیے :

'پہلی بات' میں گیت کے بارے میں کیا معلومات دی گئی ہے؟

لغت کا استعمال

اس نظم میں آئے ہوئے ہندی لفظوں کو تلاش کر کے ان کے معنی لکھیے۔

وسعت مرے بیان کی

درج ذیل بند کا مطلب بیان کیجیے :

ہرا بھرا گلزار کِھلا ہے
سرسوں کا بازار لگا ہے
دیکھ دیکھ من خوش ہوتا ہے
آنکھوں نور سمایا
اپنے آپ سبھی کچھ کر کے
اپنا آپ چھپایا

لفظوں کا کھیل

گیت میں 'رنگ روپ' ایک ترکیب دی گئی ہے۔ ذیل میں دیے ہوئے لفظوں کو جوڑ کر صحیح تراکیب بنائیے۔

محنت	دھوپ	دھاڑ	مذاق
شور	ہنسی	کاج	کود
کام	کھیل	دوڑ	درد
دکھ	مار	غل	مشقت

آئیے! کر کے دیکھیں۔

۱۔ اپنے ہم جماعت ساتھیوں کے ساتھ ایک گروپ بنائیے جس میں کم از کم چار طلبہ/ طالبات ہوں۔

۲۔ ہر طالب علم آرزؔو لکھنوی کے گیت کی دھن اپنے طور پر بنائے۔

۳۔ تمام دھنوں میں سب سے بہتر دھن پر سب مل کر یہ گیت بہ آوازِ بلند کلاس میں سنائیں۔

سرگرمی / منصوبہ :

۱۔ مختلف شاعروں نے الگ الگ موضوعات پر گیت لکھے ہیں مثلاً ساحؔر کا گیت 'پیسا'۔ آپ کسی اور شاعر کا لکھا ہوا گیت حاصل کر کے اپنی جماعت کے دوستوں کو سنائیے۔

۲۔ فلموں میں شامل کوئی وطنی گیت تلاش کر کے اپنی جماعت میں اجتماعی طور پر گائیے۔

ANNRJB

آئیے زبان سیکھیں

امریہ جملہ :

آپ یہ جملے پڑھ چکے ہیں، انھیں دوبارہ پڑھیے :

۱۔ میں نے تجھ پر جو زیادتی کی ہے، مجھ سے اس کا بدلہ لے لے۔

۲۔ خوب زور سے پکڑ۔

۳۔ جا کے اماں سے اور مانگ لاؤ۔

۴۔ میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے چلو جہاں مہمانوں نے کھانا کھایا تھا۔

۵۔ مجھے معاف کر دو۔

۶۔ کاکی اُٹھو، کھانا کھا لو۔

۷۔ اس کا برا نہ ماننا۔

ان جملوں کے فقرے ''لے لے/ زور سے پکڑ/ مانگ لاؤ/ لے چلو/ اُٹھو/ کھا لو/ برا نہ ماننا'' سے کسی بات یا کام کا حکم دیا جانا معلوم ہو رہا ہے اور فقروں ''معاف کر دو/ اُٹھو/ کھا لو'' سے معلوم ہو رہا ہے کہ انھیں بولنے والا کسی سے درخواست کر رہا ہے۔ اسی طرح مثال کے آخری جملے میں 'برا نہ ماننا' فقرے سے پتا چل رہا ہے کہ اس میں کسی کام کو نہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ایسے جملوں میں فعل کی اہمیت ہوتی ہے۔ جس فعل سے کسی بات کا حکم دیا جائے یا درخواست اور نصیحت کی جائے، اس فعل کو **'امر'** کہتے ہیں۔ (لے، پکڑ، چلو، اُٹھو، وغیرہ) اور جس جملے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اسے **'امریہ جملہ'** کہا جاتا ہے۔

ذیل کے جملوں کے بارے میں اپنی بیاض میں لکھیے کہ ان جملوں میں کون سا امریہ فعل استعمال ہوا ہے۔ (حکم، درخواست، نصیحت، التجا)

۱۔ مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دیجیے۔

۲۔ کیا آپ میری بات سنیں گے؟

۳۔ یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔

۴۔ بزرگوں کا احترام کرو۔

۸- خوجی کی بہادری

رتن ناتھ سرشاؔر

پہلی بات : آپ نے ڈینگیں مارنے والے بہت سے لوگ دیکھے ہوں گے۔ ان میں کچھ آپ کے دوست ہوں گے جن کے ساتھ کبھی آپ نے بھی بڑی بڑی باتیں کی ہوں گی۔ ڈینگیں مارنا، شیخی بگھارنا سماج کے کچھ لوگوں کا عام رویہ ہوتا ہے۔ ہماری زبان کے ادب میں ایسے کئی کردار ہیں جو جسمانی طور پر کمزور لیکن بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے میں بہت طاقتور ہوتے ہیں۔ اپنی بہادری کے جھوٹے قصے سنانے میں انھیں لطف آتا ہے۔ خوجی ایک ایسا ہی کردار ہے۔ یہ اپنے دوست میاں آزاد کے ساتھ دنیا کی سیر کے لیے نکلتا ہے اور اپنے وہ کارنامے بیان کرتا ہے جو اس نے کبھی کیے ہی نہیں۔ ذیل کا سبق اُردو کے مشہور ناول 'فسانۂ آزاد' سے لیا گیا ہے۔

جان پہچان : پنڈت رتن ناتھ سرشاؔر جون ۱۸۴۶ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق ایک معزز کشمیری خاندان سے تھا۔ انھوں نے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ پہلے وہ درس و تدریس سے جڑے رہے، پھر صحافت میں نام کمایا۔ سرشاؔر اخبار 'اودھ پنچ' کے مستقل لکھنے والے تھے۔ ان کے کئی ناول اس اخبار میں قسط وار شائع ہوئے۔ 'سیرِ کہسار'، 'جامِ سرشار'، 'کامنی' اور 'پی کہاں' ان کے اہم ناول ہیں۔ ۱۸۹۰ء میں وہ حیدرآباد چلے گئے۔ وہاں انھوں نے نظام کے اخبار 'دبدبۂ آصفیہ' کی ادارت کی۔ ۲۱ر جنوری ۱۹۰۳ء کو حیدرآباد ہی میں ان کا انتقال ہوا۔

میاں خوجی اور آزاد کو لکھنؤ آئے کافی دن ہو چکے تھے۔ سرائے میں قیام تھا۔ ایک رات عجیب واقعہ پیش آیا۔

خوجی دن بھر کے تھکے ہارے پلنگ پر دراز ہوئے تو ذرا دیر میں ان کی آنکھ لگ گئی۔ آپ جانیں کہ سرائے کے کھاٹ کھٹملوں کا بسیرا۔ پچھلے پہر ہی سے کھٹملوں نے میاں خوجی کو بھنبھوڑنا شروع کر دیا۔ بدن بھر کا خون جونک کی طرح پی لیا۔ ایک طرف تھکن، دوسری طرف نیند کا غلبہ اور اس پر کھٹملوں کی یورش۔ میاں خوجی جھلّا اُٹھے۔ چراغ روشن کیا۔ دیکھا تو سیکڑوں کی تعداد میں کھٹمل بستر پر رینگ رہے ہیں۔ میاں خوجی کا پارہ چڑھ گیا اور لگے غصّے میں چیخنے چلانے۔

"ارے، لانا میری قَرولی! ابھی ان کھٹملوں کو موت کے گھاٹ اُتارتا ہوں۔ اتنی قرولیاں بھونکوں گا کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔ ارے، لانا تو میری قرولی!" میاں خوجی یوں دہاڑ دہاڑ کر چیخے تو تمام سرائے والوں کی نیند حرام ہوگئی۔ وہ یہ سمجھے کہ چور آ گیا۔ ہر طرف "لینا، پکڑنا، جانے نہ پائے" کا شور مچ گیا۔ ہڑبونگ کا یہ عالَم کہ کوئی آنکھ مَلتا، اندھیرے میں ٹٹولتا ہے۔ کوئی کھاٹ کے نیچے سے اپنا صندوق کھینچتا ہے۔ کوئی مارے ڈر کے آنکھیں بند کیے دُبکا پڑا ہے۔ کوئی لاٹھی ہاتھ میں لیے چور کے پیچھے بھاگتا ہے۔ "چور- چور، لینا پکڑنا، جانے نہ پائے۔"

میاں خوجی نے جو "لینا، پکڑنا، جانے نہ پائے، جاگتے رہنا۔ چور- چور" کی آوازیں سنیں تو خود بھی غُل مچانے لگے۔ "خبردار! جانے نہ پائے، لانا میری قرولی۔ اے چور! گیدی۔ ٹھہرے رہنا۔"

اب میاں خوجی کو یہ کون بتائے کہ یہ شگوفہ خود ان کا ہی چھوڑا ہوا ہے۔ نہ وہ سوتے نہ کھٹمل کاٹتے، نہ وہ چیختے چلّاتے اور نہ کھٹمل

کا چور بنتا۔ بات کا بتنگڑ انھی نے بنایا تھا۔

اب میاں خوجی کی رگِ بہادری پھڑک اُٹھی۔ ایک دم سے کنڈی کھول کر چور پر لپک پڑے۔ جدھر سے زیادہ آوازیں آ رہی تھیں، تیزی سے بڑھے۔ چاروں طرف اندھیرا تھا۔ کسی چیز سے ٹکرائے، ٹھوکر کھائی اور اڑا اڑا دھم، اوندھے منہ زمین پر آ رہے۔ بدقسمتی سے وہاں کمھار کے برتن رکھے تھے۔ ان پر جو گرے تو برتن چکنا چوُر ہو گئے۔

کمھار نے جو دیکھا کہ کوئی برتنوں پر سے کوُد کر بھاگ رہا ہے تو اس نے بھی چیخنا شروُع کر دیا، ''چور- چور- پکڑو، پکڑو۔ جانے نہ پائے۔''

مسافر، بھٹیارے، حوالی موالی؛ کوئی ڈنڈا لیے ہے، کوئی بید گھُماتا ہے، کوئی لکڑی ہلاتا ہے اور میاں خوجی ٹوٹے ہوئے برتنوں پر بے دم پڑے آوازیں لگا رہے ہیں۔

بھٹیارے نے دیکھا کہ ایک آدمی پڑا ہے تو سمجھا کہ یہی چور ہے۔ آگے بڑھ کر گلا پکڑا۔ جھٹکے سے زمین سے کھینچا اور سیدھا کھڑا کر دیا اور زور زور سے چلّانے لگا، ''ارے دوڑو۔ چور پکڑ لیا۔ چور پکڑ لیا۔''

آنے والوں نے خوجی کو چور سمجھ کر ایسی خاطر تواضع کی، اتنے لات گھوُنسے رسید کیے کہ میاں کے انجر پنجر ڈھیلے ہو گئے۔ جب لوگ مار مار کر تھک گئے تو مسافروں میں سے کسی نے کہا، ''اے ٹھہرو، ٹھہرو۔ یہ تو وہی خوجی ہے جو پانچ سات روز سے اس سرائے میں ڈیرا جمائے ہے۔''

فوراً چراغ جلایا گیا۔ لوگوں نے دیکھا تو پہچانا کہ یہ تو وہی تیرھویں صدی کا بالِشتیا خوجی ہے۔ سب نے ایک زبان ہو کر کمھار سے کہا، ''چھوڑ دے۔ چھوڑ دے۔ چور نہیں ہے، خوجی ہے۔''

اللہ اللہ کر کے میاں خوجی کی جان بچی۔ جیسے ہی کمھار نے انھیں چھوڑا، ان کی رگِ حمیت پھڑک اُٹھی۔ زمین پر بیٹھ گئے۔ کہنے لگے، ''ابے کمھار گیدی، ہٹتا ہے یا ماروں قرولی۔''

یار لوگوں نے جب خوجی کی حالت غیر دیکھی تو کسی نے سر سہلایا، کسی نے سہارا دیا اور میاں خوجی ذرا سی دیر میں گرد جھاڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔

ادھر آزاد کو خبر ملی کہ خوجی چوری کرتے پکڑے گئے ہیں۔ کسی مسافر کی ٹوپی چرا لی تھی۔ کسی نے آزاد کو بتایا کہ کمھار کی ہنڈیا چُرانے گئے تھے۔ جاگ پڑ گئی۔ پکڑے گئے۔ بے بھاؤ کی پڑی۔ غرض کہ جتنے منہ اتنی باتیں۔

آزاد کو بہت صدمہ ہوا کہ ان کا ساتھی اور چوری میں گرفتار ہو۔ مگر یہ بات ان کے دل کو نہیں لگتی تھی۔ وہ تو بس

فقرہ بازی جانتا ہے، شیخی بگھارتا ہے۔ بھلا چوری چکاری بھی کرتا تو کمھار کی ہنڈیوں کی؟

آزاد کو غصّہ آ گیا۔ جلدی سے چار پائی سے اُترے اور لکڑی ہاتھ میں لی کہ جو بولے گا اس کو مزہ چکھا دوں گا اور خوجی کی مزاج پُرسی کو چلے۔

ابھی آزاد اپنی کوٹھری سے باہر نکلے ہی تھے کہ ان کے کان میں آواز آئی۔

''ہت تیرے گیدی کی! بڑا آزاد بنا پھرتا ہے۔ ایسے آزاد بہت دیکھے ہیں۔ چار پائی پر پڑے خرخر کیا کیے اور ہماری خبر نہ لی۔'' یہ سن کر آزاد مسکرائے۔ دو قدم چلے ہوں گے کہ دیکھا خوجی جھومتا جھامتا چلا آتا ہے اور بڑبڑاتا جاتا ہے۔

''نہ ہوئی قرولی ورنہ اس وقت کمھار کی لاش پھڑکتی ہوتی۔''

خوجی لڑکھڑاتا، جھومتا جھامتا آزاد کی کوٹھری تک چلا آیا۔ جب قریب پہنچا تو آزاد نے کہا، ''خیر ہم کو تو پیچھے گالیاں دینا۔ اب یہ بتاؤ کہ ہاتھ پیر تو نہیں ٹوٹے؟''

''ہاتھ پاؤں۔'' خوجی بولا، ''ہونہہ۔ یہ لوہے کی سلاخیں ہیں۔ پچاس آدمی گھیرے ہوئے تھے۔ پورے پچاس۔ وہ وہ ہاتھ دِکھائے کہ سب دنگ رہ گئے۔ چٹکیوں میں گھیرا توڑ، لوگوں کو بکھیر کر رکھ دیا۔ نہ ہوئی قرولی ورنہ چار پانچ لاشیں پھڑک رہی ہوتیں۔''

آزاد مزاج داں تھے۔ مسکرا کر کہا، ''وہ کیسے؟''

خوجی نے فوراً ہاتھ پھینک کر کہا، ''واللہ! میں اس وقت پھلجھڑی بنا ہوا تھا۔ بس کیفیت یہ تھی کہ دس آدمی اِس کندھے تو دس آدمی اُس کندھے۔ میں جو پھرا تو کسی کو انٹی دی، وہ دھم سے زمین پر گرا۔ کسی کو کمر پر لاد کر مارا، کھٹ سے چھپّر کھٹ کی پٹّی پر۔ دو چار تو میرے رعب میں آ کر ہی گر پڑے۔ دس بارہ کی ہڈّی پسلی ایک کر دی۔ جو میرے سامنے آیا، اسے نیچا دِکھایا۔ اور وہ کمھار گیدی تو ساری عمر یاد رکھے گا کہ کس سے واسطہ پڑا تھا۔''

آزاد نے بہت غور سے یہ سب کچھ سنا اور کہا، ''درست فرمایا۔ آپ سے یہی توقّع تھی۔ بہادر ایسا ہی کرتے ہیں۔''

معنی و اشارات

قرولی	–	شکاری کا چاقو (ایک خاص طرح کا چاقو جو مڑا ہوا ہوتا ہے)
ہڑبونگ	–	اودھم بازی، شور غل
گیدی	–	احمق
حوالی موالی	–	خوشامدی، ساتھ رہنے والے
خاطر تواضع	–	کھلانا پلانا، یہاں بطور طنز پٹائی مراد ہے
حمیت	–	غیرت
دراز ہونا	–	لیٹنا
یورش	–	حملہ
پارہ چڑھنا	–	غصّے میں آنا
شگوفہ چھوڑنا	–	مراد خرابی پیدا کرنے والی کوئی بات کہنا
انجر پنجر ڈھیلے ہونا	–	نڈھال ہو جانا
بالشتیا	–	بَونا، چھوٹے قد کا
رگِ حمیت پھڑکنا	–	غیرت کا جوش میں آنا
فِقرے بازی	–	گپ بازی
جاگ پڑ جانا	–	بہت سے لوگوں کا ایک ساتھ جاگ اُٹھنا
مزاج داں	–	مزاج کو سمجھنے والا
ہاتھ پھینکنا	–	لڑائی کے لیے ہاتھ چلانا
اَنٹی دینا	–	گردن پکڑ کر پٹخنا
توقّع	–	امّید

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے :**

ا۔ سرشارؔ کا تعلق کس خاندان سے تھا؟
۲۔ 'فسانۂ آزاد' کے کون سے کردار مشہور ہیں؟
۳۔ سرشارؔ کے مضامین کس اخبار میں شائع ہوتے تھے؟
۴۔ سرشارؔ کا انتقال کہاں ہوا؟
۵۔ سرائے میں میاں خوجی کیوں جھلّا اُٹھے؟
۶۔ میاں خوجی کی چیخ پکار سے سرائے والے کیا سمجھے؟
۷۔ خوجی کا دوست کون تھا؟
۸۔ آزاد کو غصہ کیوں آیا؟
۹۔ آزاد نے خوجی کا کارنامہ سن کر کیا کہا؟

✤ **مختصر جواب لکھیے :**

ا۔ سرائے میں کہرام کیوں مچ گیا؟
۲۔ میاں خوجی کی پٹائی کیوں ہوئی؟
۳۔ خوجی نے شیخی بگھارتے ہوئے لڑائی کا واقعہ کس طرح بیان کیا؟

بول چال

✤ **مناسب مفہوم کے اعتبار سے محاوروں کو جملوں سے جوڑیے :**

الف	ب
ا۔ خاطر تواضع کرنا	الف۔ مرزا صاحب ہمیشہ اپنی بات پر اَڑے رہتے ہیں۔
۲۔ موت کے گھاٹ اُتار دینا	ب۔ معمولی سے واقعہ کو چچا چھکن نے بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔
۳۔ مرغ کی ایک ٹانگ	ج۔ دشمنوں نے انھیں جنگل میں گھیر کر قتل کر دیا۔
۴۔ بات کا بتنگڑ بنانا	د۔ امجد میاں نے اپنے بڑے بھائی کی ضیافت کا خاص اہتمام کیا۔

عبارت آموزی

✤ **دیا ہوا اقتباس پڑھ کر ذیل کے سوالوں کے جواب لکھیے :**

یہ سبق پنڈت رتن ناتھ سرشارؔ کے مشہور ناول 'فسانۂ آزاد' سے لیا گیا ہے۔ اس ناول میں کئی کردار ہیں۔ آزاد اور خوجی سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ خوجی اپنی حماقتوں اور ڈینگوں کی وجہ سے نہ صرف اس کتاب کی جان ہے بلکہ اُردو ادب کے چند زندہ جاوید کرداروں میں سے ایک ہے۔ اس سبق میں خوجی کی حماقتوں کی تصویر کشی کی گئی ہے اور یہ دِکھایا گیا ہے کہ وہ مار کھانے کے بعد بھی کس طرح اکڑتا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ میں پٹا نہیں بلکہ میں نے کئی لوگوں کو مار مار کر درست کر دیا ہے۔ زوال پذیر معاشرے میں ایسے کردار پیدا ہو جاتے ہیں۔ آج بھی ایسے کردار موجود ہیں۔ سرشارؔ نے مبالغہ آمیز مزاح میں خوجی کو ایک نہایت دلچسپ کردار بنا دیا ہے۔

سوالات :

ا۔ یہ سبق کس ناول سے لیا گیا ہے؟
۲۔ ناول کے کون سے کردار بہت مشہور ہیں؟
۳۔ معنی لکھیے : زندہ جاوید ، تصویر کشی ، مار مار کر درست کرنا ، زوال پذیر
۴۔ خوجی کے کردار کی خاصیت کیا ہے؟
۵۔ خوجی جیسے کردار کس معاشرے میں پیدا ہوتے ہیں؟

زورِ قلم

''ایک رات عجیب واقعہ پیش آیا۔'' سبق کے اس جملے کے آگے ایسا کوئی عجیب یا مزیدار واقعہ دس سطروں میں لکھیے جو آپ کے ساتھ گزرا ہو۔

سرگرمی/منصوبہ :

اپنے استاد کی مدد سے 'چچا چھکن' اور 'خوجی' کے کردار میں پائی جانے والی یکسانیت تلاش کیجیے۔

آئیے زبان سیکھیں

فجائیہ جملہ

اس سبق میں خوجی نے بہت ڈینگیں ماری ہیں۔اس کے یہ جملے غور سے پڑھیے :

ارے، لا نا تو میری قرولی!

ہت تیرے گیدی کی!

واللہ! اس وقت میں پھلجھڑی بنا ہوا تھا۔

پہلے جملے سے غصّہ ظاہر ہو رہا ہے۔ دوسرا جملہ جھلاہٹ اور نفرت کا اظہار ہے اور تیسرے جملے میں اللہ کی قسم کھائی گئی ہے۔ بات کرتے وقت کبھی جملوں سے رنج، خوشی، حیرت یا کسی اور جذبے کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ ایسے جملے کو **فجائیہ جملہ** کہتے ہیں۔ جیسے

آ ہا! وہ دیکھو عید کا چاند۔

افسوس! تم وہاں موجود نہیں تھے۔

فجائیہ جملوں میں 'ارے ، آ ہا ، واہ وا ، ہائے' جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ **فجائیہ نشان (!)** لگاتے ہیں۔

'!' کا نشان کسی کو مخاطب کرتے یا پکارتے ہوئے بھی لگایا جاتا ہے۔ جیسے

اے چور! گیدی۔ ٹھہرے رہنا۔

اے ٹھہرو، ٹھہرو! یہ تو وہی خوجی ہے۔

- ذیل کے جملوں میں فجائیہ نشان لگائیے اور بتائیے کہ ان سے کون سے جذبے کا اظہار ہو رہا ہے :

۱۔ اے بھائی میری بات سنو

۲۔ ارے واہ تم کب آئے

۳۔ ہائے میں برباد ہو گیا

اضافی ترکیب/مضاف الیہ/مضاف/حروفِ اضافت

اپنی بات چیت کے دوران ہم ایسے جملے استعمال کرتے ہیں :

۱۔ یہ میرے دوست کا مکان ہے۔

۲۔ اچانک پتنگ کی ڈور کٹ گئی۔

۳۔ درخت کے پتّے سوکھ گئے ہیں۔

ان جملوں میں دوست کا مکان/ پتنگ کی ڈور/ درخت کے پتّے فقرے ایک خاص بناوٹ میں ہیں جسے **'اضافی ترکیب'** کہتے ہیں۔ عام طور پر اُردو اضافی ترکیبوں میں تین لفظی اجزا شامل ہوتے ہیں جنھیں ذیل کے خاکے میں دیکھا جا سکتا ہے۔

دوست	کا	مکان
پتنگ	کی	ڈور
درخت	کے	پتّے

ان ترکیبوں میں پہلے آنے والے لفظ کو **'مضاف الیہ'** کہتے ہیں۔ بیچ کے حروف کا - کی - کے **'حروفِ اضافت'** کہلاتے ہیں اور تیسرے لفظ کو **'مضاف'** کہا جاتا ہے۔ دوسری مثالیں :

مضاف الیہ	حروفِ اضافت	مضاف
حجاز	کا	سفر
انقلاب	کی	ہوائیں
تحریک	کے	پیغامات

- پڑھے گئے اسباق میں سے اضافی ترکیبوں کی دوسری مثالیں تلاش کر کے انھیں اوپر کی جدول کے مطابق لکھیے۔

اسی ترکیب کو فارسی میں لکھنے کے لیے حرفِ اضافت کی جگہ 'زیر' کا نشان لگاتے ہیں جیسے 'چراغِ آرزو' یعنی آرزو کا چراغ، 'شامِ اودھ' یعنی 'اودھ کی شام'۔ ایسی فارسی تراکیب میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آتا ہے۔

- نظم 'ابرِ بہار' سے ایسی تراکیب تلاش کر کے معنی کے ساتھ اپنی بیاض میں لکھیے۔

۹۔ ابرِ بہار

تلوک چند محرومؔ

پہلی بات: آپ نے سردی کے موسم کے ختم ہوتے ہوتے درختوں کے خشک پتے گرتے ہوئے دیکھے ہوں گے۔ بعض درختوں سے تو اتنے پتّے جھڑتے ہیں کہ سوائے ٹہنیوں کے کچھ دِکھائی نہیں دیتا۔ اس موسم کو پت جھڑ یا خزاں کہتے ہیں۔ سردی ختم ہونے کے بعد جیسے ہی گرمی شروع ہوتی ہے، درختوں پر ہرے ہرے نرم پتّے نکل آتے ہیں۔ مختلف درختوں اور پودوں پر پھول کھلنے لگتے ہیں۔ یہ موسم جو ہمارے یہاں مارچ اپریل میں شروع ہوتا ہے، ماحول کو رنگین اور خوشنما بنا دیتا ہے۔ اسے موسمِ بہار کہتے ہیں۔ بہار کے اس موسم میں اگر بوندا باندی ہو تو مٹی مہکنے لگتی ہے اور جنگلوں اور باغوں کا منظر سہانا ہو جاتا ہے۔ ذیل کی نظم میں بہار کے اسی موسم کی خوب صورت منظرکشی کی گئی ہے۔

جان پہچان: محرومؔ کا اصل نام تلوک چند تھا۔ وہ یکم جولائی ۱۸۸۷ء کو میاں والی (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد وہ راول پنڈی میں اُردو فارسی کے استاد ہو گئے۔ ۱۹۴۷ء میں وہ ہندوستان آئے اور دہلی میں رہنے لگے۔ ان کے کلام میں اخلاقی اور نیچرل مضامین ملتے ہیں۔ انھوں نے اپنی نظموں میں فطرت کی منظرکشی بڑے مؤثر انداز میں کی ہے۔ 'گنجِ معانی'، 'رباعیاتِ محرومؔ'، 'کاروانِ وطن'، 'بہارِ طفلی' وغیرہ ان کی شاعری کے مجموعے ہیں۔ ۶ر جنوری ۱۹۶۶ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہوا۔

مستی لُٹا رہی ہیں بڑھتی ہوئی گھٹائیں
جنگل سے آ رہی ہیں کیا مدبھری ہوائیں
اس دور کی ہوا کو
نیرنگیِ فضا کو
مے کا اثر دیا ہے
ابرِ بہار تو نے

رنگیں ہے صحنِ گلشن صحرا زمرّدیں ہے
ہر شاخِ گل بہ دامن شبنم سے گوہریں ہے
گلشن کو ، جنگلوں کو
کھیتوں کو ، وادیوں کو
گنج گہر دیا ہے
ابرِ بہار تو نے

دنیائے رنگ و بوٗ ہے اپنی مہک پہ نازاں
سبزہ کنارِ جوٗ ہے اپنی لہک پہ نازاں

سرو و سَمن بھی دلکش
خاکِ چمن بھی دلکش
سب کچھ مگر دیا ہے
ابرِ بہار تو نے

آنے کو یوں بھی آتی فصلِ بہار لیکن
یہ لطف کب دِکھاتی ابرِ بہار تجھ بن

کُہسار کو ، چمن کو
ہر منظرِ کُہن کو
شاداب کر دیا ہے
ابرِ بہار تو نے

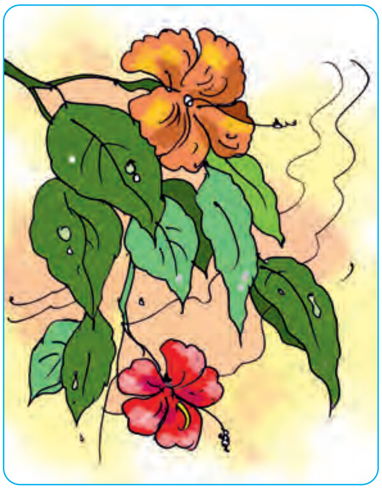

خلاصۂ کلام : موسمِ بہار میں جب بادل اُمڈ آتے ہیں تو درختوں، پودوں کے ہرے ہرے نئے پتوں سے سارا منظر سہانا ہو جاتا ہے۔ چمن میں رنگ برنگے پھول کھِلنے کی وجہ سے ہوائیں مہک اُٹھتی ہیں۔ زمین اور پہاڑوں پر شادابی پھیل جاتی ہے۔ درختوں کی شاخوں پر بھی پھول اپنا حسن دِکھاتے ہیں۔ ابرِ بہار آتے ہی ساری زمین پر ہریالی چھا جاتی ہے گویا ابرِ بہار نے سبز رنگ کی چادر بچھا دی ہو۔

معنی و اشارات

مَدبھری	-	نشیلی، مدہوش کرنے والی
نیرنگیِ فضا	-	ماحول کی جادوگری
مے	-	شراب
صحرا	-	ریگستان، جنگل
زمرّدیں	-	ہرے رنگ کے ہیرے جیسا
گل بہ دامن	-	پھولوں بھرا دامن
گوہریں	-	موتیوں سے بھرا ہوا
گنجِ گہر	-	موتیوں کا خزانہ، یہاں مراد شبنم ہے
دنیائے رنگ و بُو	-	رنگ اور خوشبو کی دنیا
کنارِ جوٗ	-	نہر کا کنارہ
لہکنا	-	جھومنا، ہوا سے ہلنا
سَرو	-	ایک سیدھا اور اونچا درخت
سَمن	-	چنبیلی
کُہسار	-	پہاڑ
کُہن	-	پُرانا

4P7IMI

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ موسمِ بہار سے پہلے کون سا موسم آتا ہے؟
۲۔ خزاں کو پت جھڑ کا موسم کیوں کہتے ہیں؟
۳۔ تلوک چند محرومؔ کہاں پیدا ہوئے؟
۴۔ ہوائیں کیا کر رہی ہیں؟
۵۔ مدھری ہوائیں کہاں سے آ رہی ہیں؟
۶۔ ابرِ بہار نے فضا کو کیا دیا ہے؟
۷۔ ابرِ بہار کی وجہ سے گلشن، جنگل، کھیتوں اور وادیوں کو کیا ملا ہے؟
۸۔ اپنی مہک پر کون نازاں ہے؟

✤ پہلے بند میں شاعر نے ہوا کے بارے میں کیا کہا ہے؟

غور کر کے بتائیے

منظرِ کہن کو ابرِ بہار نے دلکش کیسے کیا؟

✤ نظم کی مدد سے واضح کیجیے کہ ابرِ بہار کی آمد سے قدرتی مناظر میں کیا تبدیلیاں آئیں۔

تلاش و جستجو

۱۔ اس نظم میں 'رنگ' سے 'رنگیں'، 'زمرد' سے 'زمردیں' اور 'گوہر' سے 'گوہریں' جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ درج ذیل الفاظ کو بھی اسی طرح تبدیل کیجیے :
سنگ ، آتش ، ریشم ، زر ، سیم

۲۔ اس نظم میں 'نازاں' ایک لفظ آیا ہے۔ یہ 'ناز' سے بنا ہے۔ ایسا ہی 'شاد' سے 'شاداں' بھی بنایا جاسکتا ہے۔ درج ذیل الفاظ کن لفظوں سے بنے ہیں، پہچانیے :
رقصاں ، سوزاں ، ہجراں ، فرحاں

وسعت میرے بیان کی

نظم کے دوسرے بند کا مطلب بیان کیجیے۔

عبارت آموزی

آ گیا پھر بہار کا موسم	دل کشا اور جاں فزا موسم
تازگی چھا گئی فضاؤں میں	زندگی آ گئی ہواؤں میں
نئی رونق ہے کہساروں میں	جنگلوں اور سبزہ زاروں میں
روپ ہر چیز پر نیا ہے اب	رنگ ہر شے کا خوشنما ہے اب
جھومتے ہیں درخت خوش ہوکر	کونپلیں پھوٹتی ہیں شاخوں پر
خاک اُڑتی تھی جس جگہ پہلے	فرشِ مخمل وہاں ہے سبزے سے

سوالات :

۱۔ اس نظم کو مناسب عنوان دیجیے۔

۲۔ تازگی چھا گئی فضاؤں میں
زندگی آ گئی ہواؤں میں
نظم 'ابرِ بہار' میں اس شعر سے ملتا جلتا بند تلاش کر کے لکھیے۔

۳۔ خاک اُڑتی تھی جس جگہ پہلے
فرشِ مخمل وہاں ہے سبزے سے
نظم 'ابرِ بہار' میں اس بات کو کن لفظوں میں بیان کیا گیا ہے؟

۴۔ بہار کے آنے سے فضا، ہوا، پہاڑ اور جنگل کے ماحول میں کیا تبدیلی آئی؟

✤ مصرعے درست کر کے لکھیے۔

۱۔ ہیں رہی بڑھتی گھٹائیں ہوئی لُٹا مستی
۲۔ مہک نازاں پہ اپنی ہے رنگ و بوُ دُنیائے
۳۔ لیکن آتی فصلِ بہاریوں بھی آنے کو
۴۔ نے شاداب تو ہے ابرِ بہار دیا کر

سرگرمی/منصوبہ :

برسات کے موسم میں آپ کے ساتھ پیش آنے والا کوئی دلچسپ واقعہ پندرہ سطروں میں بیان کیجیے۔

۱۰۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن

اِدارہ

پہلی بات : ماضی میں ہمارے ملک پر انگریزوں کی حکومت رہی ہے لیکن انگریزوں کی غلامی کے خلاف ابتدا ہی سے جنگیں لڑی گئیں۔ ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ نے اور ۱۷۹۹ء میں ٹیپو سلطان نے انگریزوں سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان کے بعد بھی مختلف آزادی پسند افراد اور گروہ اپنے طور پر کوششیں کرتے رہے۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کی غلامی سے آزادی کے لیے ہندوستانیوں نے ہتھیار اُٹھائے۔ پھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اسی طرح کئی تحریکیں ملک کی آزادی کے لیے کوشاں رہیں۔ ان میں مجاہدِ آزادی مولانا محمود الحسن کی ریشمی رومال تحریک بھی قابلِ ذکر ہے۔ اسی تحریک کے صد سالہ جشن کے موقع پر دارالعلوم دیو بند کے ایک دروازے کو مولانا کی یادگار کے طور پر 'اُردو دروازہ' کا نام دیا گیا ہے۔ ذیل کے مضمون میں مولانا کی زندگی اور کارناموں کا تذکرہ موجود ہے۔

جنگِ آزادی ہمارے ملک کی تاریخ کا ایک اہم موڑ ہے۔ اس قدر وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے، قدرتی دولت سے مالا مال اور مردُم خیز ملک کو انگریز ہرگز چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ آزادی کے متوالے جب ملک کو غلامی سے نجات دلانے کے لیے انگریزوں سے برسرِ پیکار ہوئے تو انھیں طرح طرح سے ستایا گیا۔ ان کے گھر بار لوٹ لیے گئے، انھیں جیلوں میں ٹھونس دیا گیا اور ہزاروں لوگ پھانسی پر چڑھا دیے گئے۔ آزادی کے لیے جدوجہد میں مجاہدِ آزادی مولانا محمود الحسن بھی شامل ہیں جنھیں 'شیخ الہند' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

مولانا محمود الحسن ۱۸۵۱ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ذوالفقار علی بریلی ہی میں ملازمت کے سلسلے میں مُقیم تھے۔ مولانا محمود الحسن نے مشہور مدرسہ دارالعلوم دیو بند میں تعلیم حاصل کی۔ انھیں اس مدرسے کے اوّلین طالب علم ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ اسی مدرسے میں ۱۸۷۵ء سے انھوں نے پچیس روپے ماہوار تنخواہ پر تدریس کا آغاز کیا اور بہت جلد صدر مدرّس اور شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوئے۔

اس زمانے میں انقلاب کی ہوائیں چل رہی تھیں۔ مولانا محمود الحسن نے اپنے طلبہ اور ساتھیوں کے دلوں میں آزادی کا جذبہ بیدار کیا اور انھیں وطنِ عزیز کی خاطر قربانیاں دینے پر آمادہ کیا۔ بچپن ہی سے مولانا یہ دیکھ رہے تھے کہ عوام اور ان کے ساتھ علمائے کرام انگریزوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے آرہے ہیں۔ طرابلس اور بلقان کے دل دہلا دینے والے واقعات نے ان کا آرام اور چین حرام کر دیا۔ وہ نتائج کی پروا کیے بغیر انقلاب کی راہ پر چل پڑے۔

مولانا محمود الحسن نے اپنی عملی زندگی کے آغاز ہی میں طے کر لیا تھا کہ ہم انگریزوں کو اپنے ملک سے نکال کر رہیں گے۔ اسی مقصد کے تحت وہ آخر دم تک جدوجہد کرتے رہے۔ انھوں نے برطانوی حکومت کا تختہ پلٹنے کی خاطر مُسلّح انقلاب کا منصوبہ بنایا۔ اس مہم میں ان کا ساتھ دینے کے لیے مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا محمد میاں نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

پہلی جنگِ عظیم کے دوران برطانیہ جب ۱۹۱۵ء میں جرمنی اور ترکی کے ساتھ الجھا ہوا تھا اور ہندوستان میں بھی انگریزوں کی حکومت خطرے میں تھی، مولانا نے اس موقع کا فائدہ اُٹھا کر اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ انھوں نے اپنے شاگرد مولانا عبیداللہ سندھی کو

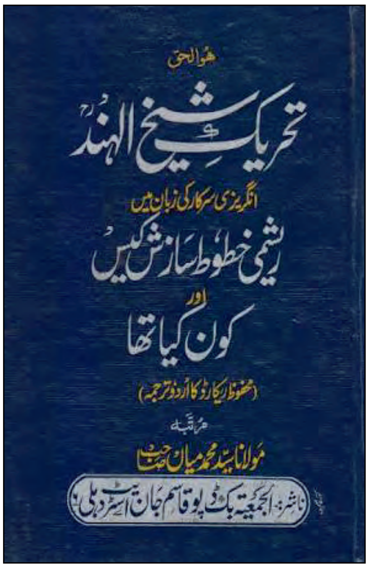

کابل بھیجا تاکہ وہ افغانستان اور آزاد قبائل سے ترکوں کے لیے حمایت حاصل کرنے کی کوشش کریں اور خود حجاز روانہ ہوئے۔ اس وقت ترکوں کی طرف سے غالب پاشا حجاز کے گورنر تھے۔ مولانا نے ان سے جو تحریریں حاصل کیں، ان میں ہندوستان کو آزاد کروانے کے منصوبوں اور فوجی کارروائیوں کا ذکر تھا۔ غالب پاشا کی پہلی تحریر میں ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے برطانیہ کے خلاف جہاد کا اعلان تھا جس میں ترکی نے شرکت کا یقین دلایا تھا۔ مولانا نے ریشمی کپڑے پر اس پیغام کو نقل کیا اور ایک صندوق میں رکھ کر ہندوستان بھیجا۔ اس تحریک کے پیغامات بھجوانے کے لیے ریشمی کپڑے کے ٹکڑے استعمال کیے گئے تھے اس لیے یہ ریشمی رومال تحریک کہلائی۔ اس کا مقصد آزادی کے لیے کی جانے والی جدوجہد کو انگریزوں سے چھپائے رکھنا تھا۔ اسی کے ساتھ انگریزوں کے خلاف مدد حاصل کرنا بھی تھا۔

مولانا محمود الحسن نے انگریزوں کے خلاف لڑائی کے لیے ایک پوری ٹیم تیار کر رکھی تھی۔ اس تحریک میں شامل لوگوں کا یقین تھا کہ جنگ کی راہ اختیار کیے بغیر انگریزوں کو اس ملک سے باہر نکالنا ممکن نہیں ہے اس لیے جنگی سامان اور اسلحہ حاصل کرنا ضروری تھا۔

مولانا نے ۱۹۱۵ء میں حجاز کا سفر اختیار کیا۔ وہ حجاز سے بغداد اور بلوچستان ہوتے ہوئے سرحد کے آزاد قبائل تک پہنچنا چاہتے تھے کہ جنگ کے دوران انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ پہلے مصر اور پھر وہاں سے مالٹا لے جاکر وہ نظر بند کر دیے گئے۔ اسی لیے مولانا کو 'اسیرِ مالٹا' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ تین برس اور سات ماہ کی قید کے بعد ۸/جون ۱۹۲۰ء کو ممبئی پہنچا کر انھیں رہا کر دیا گیا۔ اس موقع پر تمام قوموں کے لوگوں نے ان کا استقبال کیا اور انھیں 'شیخ الہند' کا لقب دیا گیا۔ رہائی کے بعد انھوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کا سنگِ بنیاد رکھا۔

مولانا محمود الحسن ریشمی رومال تحریک کے روحِ رواں تھے۔ اس تحریک نے چونکہ آزادی حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا اس لیے اس تحریک کے صد سالہ جشن کے موقع پر حکومت نے مولانا محمود الحسن کی خدمات کے اعتراف میں ایک ڈاک ٹکٹ جاری کیا ہے۔

مولانا اپنے وطن کی آزادی کے لیے آخری دم تک جدوجہد کرتے رہے اور ۳۰/نومبر ۱۹۲۰ء کو ستّر سال کی عمر میں وہ اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔

معنی و اشارات

مردُم خیز	–	وہ مقام جہاں قابل اور بہادر لوگ پیدا ہوں
شیخ الحدیث	–	علم حدیث کے اساتذہ کے صدر
حجاز	–	عرب کا وہ حصہ جس میں مکہ، مدینہ اور طائف شامل ہیں
مُسلَّح انقلاب	–	ہتھیاروں کا استعمال کر کے حکومت کو بدلنے کے لیے جنگ کرنا
شیخ الہند	–	ہندوستان کا سردار
اسیرِ مالٹا	–	جزیرۂ مالٹا کا قیدی

مشق

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ دارالعلوم دیوبند کے ایک دروازے کا کیا نام رکھا گیا؟
۲۔ مولانا محمودالحسن نے کس مدرسے میں تعلیم حاصل کی؟
۳۔ مولانا محمود الحسن نے کس خیال کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا تھا؟
۴۔ برطانیہ کن ملکوں کے ساتھ جنگ میں اُلجھا ہوا تھا؟
۵۔ غالب پاشا کون تھے؟

✤ مختصر جواب لکھیے :

۱۔ مجاہدینِ آزادی کس طرح ظلم وستم کا شکار ہوئے؟
۲۔ مولانا محمودالحسن نے ملک کی آزادی کے لیے کون سی خدمات انجام دیں؟
۳۔ ریشمی رومال تحریک کیا تھی؟

4PGEP6

زورِ قلم

’آزادی - ایک نعمت‘ اس موضوع پر پندرہ سطریں لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ ریشمی رومال تحریک کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔
۲۔ استاد کی مدد سے ذیل میں دیے گئے القاب کی صحیح جوڑیاں لگائیے :

الف	ب
۱۔ شاعرِ انقلاب	مولانا محمد علی جوہر
۲۔ مردِ آہن	مولانا محمودالحسن
۳۔ بابائے قوم	سردار ولبھ بھائی پٹیل
۴۔ رئیس الاحرار	جوش ملیح آبادی
۵۔ شیخ الہند	مہاتما گاندھی

تاریخ کے جھروکوں سے

بلقان - جنوب مشرقی یورپ میں ایک جزیرہ نما علاقہ جو زیادہ تر پہاڑی ہے۔

طرابلس - بحرروم کے ساحل پر واقع لیبیا کا دارالحکومت۔ ۱۹۱۱ء میں اس پر اٹلی نے قبضہ کرلیا تھا جس کے خلاف کئی جنگیں لڑی گئیں۔

جزیرۂ مالٹا - بحرِروم میں جزائر کے مجموعے کا نام مالٹا ہے جو سسلی اور تیونیشیا کے درمیان واقع ہے۔ ۱۷۹۸ء میں نپولین نے اس پر قبضہ کرلیا تھا۔ ہندوستانی جنگِ آزادی کے دوران کئی مجاہدینِ آزادی کو اس قید خانے میں صعوبتیں جھیلنا پڑیں، ان میں مولانا محمودالحسن بھی شامل تھے۔ یہاں مالٹی اور انگریزی زبان بولی جاتی ہے۔

جنگِ پلاسی - بنگال کے نواب سراج الدولہ نے ملک کو انگریزوں سے چھڑانے کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر رابرٹ کلائیو سے پلاسی کے مقام پر جنگ کی (۱۷۵۷ء)۔ اس جنگ میں کلائیو نے نواب کے کچھ سرداروں کو اپنی طرف ملا لیا تھا۔ ان میں میر جعفر، امی چند اور جگت سیٹھ نے سراج الدولہ کے خلاف سازش کی۔ یہ لوگ عین جنگ کے وقت اپنی فوجوں کے ساتھ کلائیو سے مل گئے۔ سراج الدولہ نے ان کا مقابلہ کیا لیکن انھوں نے دھوکے سے اسے قتل کردیا۔

جنگِ سرنگا پٹنم - میسور کے حاکم حیدر علی کے بیٹے ٹیپو سلطان انگریزوں کے سخت دشمن تھے۔ انھوں نے ملک کے دوسرے حکمرانوں کو انگریزوں کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ کیا۔ سرنگا پٹنم کے مقام پر ۱۷۹۹ء میں ان کا مقابلہ انگریزی فوج سے ہوا۔ ان کے بہت سے سردار یہاں انگریزوں سے مل گئے۔ انھوں نے ٹیپو سلطان کو انگریزوں سے جنگ کرنے سے روکنا چاہا مگر سلطان نے اسے قبول نہیں کیا۔ میر صادق کی غداری سے انھیں جنگ میں شکست ہوئی اور وہ شہید کردیے گئے۔

بیرسٹر سیف الدین کچلو

سیف الدین کچلو ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ وہ ۱۵/ جنوری ۱۸۸۸ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔

ہندوستان میں آزادی کی تحریک اپنے شباب پر تھی۔ مارچ ۱۹۱۹ء میں رولٹ ایکٹ پاس کیا گیا جس کے تحت کسی بھی ہندوستانی کو شک کی بنیاد پر جیل میں ڈالا جاسکتا تھا۔ اس قانون کے خلاف بیرسٹر کچلو نے گاندھی جی، ڈاکٹر ستیہ پال اور عوام کے ساتھ مل کر احتجاج کیا جس پر ۱۰/ اپریل ۱۹۱۹ء کو ان تینوں رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس پر عوام بھڑک اُٹھی اور ۱۳/ اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیاں والا باغ میں زبردست احتجاج کیا۔

بیرسٹر کچلو نے ۱۹۲۱ء میں امرتسر میں سوراج آشرم قائم کیا۔ انھوں نے نوجوانوں کو قومی کام کرنے کی ترغیب دی اور ہندو مسلم اتحاد کی کوشش میں جٹ گئے۔

وہ پنجاب کانگریس کمیٹی کے صدر تھے۔ ۱۹۲۴ء میں انھیں آل انڈیا کانگریس کا جنرل سکریٹری بنایا گیا۔ انھیں کئی بار گرفتار کیا گیا۔ ان کی زندگی کے چوبیس سال جیل میں گزرے۔

انھوں نے آل انڈیا پیس کونسل قائم کی۔ وہ ورلڈ پیس کونسل کے نائب صدر تھے۔ بین الاقوامی امن کے لیے ان کی کوششوں کو دنیا بھر میں سراہا گیا۔ انھیں ۱۹۵۴ء میں امن کے اسٹالن انعام سے سرفراز کیا گیا۔ یہ اعزاز حاصل کرنے والے وہ پہلے ہندوستانی تھے۔ سیف الدین کچلو نے انعام کی رقم ایک لاکھ پچیس ہزار روپے امن تحریک کو عطیہ کردی۔

انھوں نے اپنی تمام دولت و جائداد آزادی کی تحریک کے لیے دے دی۔ آزادی کے بعد انھوں نے اپنے لیے کوئی عہدہ نہیں مانگا۔ وہ ایک بے غرض اور بے لوث رہنما تھے۔ وہ زندگی بھر ملک کے خادم بن کر رہے۔

۹/ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو ملک اس عظیم شخصیت سے محروم ہوگیا۔

آئیے زبان سیکھیں

محاورے: سبق میں آئے ہوئے ذیل کے جملوں کو توجہ سے پڑھیے:

۱۔ وقت کاٹنے کا آسان اور سستا نسخہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو ہر وقت کام میں مشغول رکھے۔

۲۔ میرے پاس فصل کاٹنے کے لیے درانتی نہیں تھی۔

ان دو جملوں میں 'وقت کاٹنے' اور 'فصل کاٹنے' کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے جملے میں 'فصل کاٹنے' کے معنی یہی ہیں کہ کھیت میں اُگی ہوئی فصل کو کاٹنا ہے لیکن 'وقت کاٹنے' کے تعلق سے ہم کہہ نہیں سکتے کہ فصل کی طرح وقت کو کس طرح یا کس چیز سے کاٹا جاسکتا ہے۔ گویا دونوں بار 'کاٹنے' کے معنی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ 'فصل کاٹنا' میں 'کاٹنا' کے معنی لفظی معنی ہیں جبکہ 'وقت کاٹنا' میں 'کاٹنا' کے معنی مجازی یا محاوراتی ہیں۔ ہر زبان میں الفاظ کے کچھ ایسے مجموعے ہوتے ہیں جن کے لفظی معنی تو کچھ اور ہوتے ہیں مگر انھیں دوسرے خاص معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ الفاظ کے ایسے مجموعے **'محاورے'** کہلاتے ہیں۔

ذیل کے جملے کو غور سے پڑھیے:

مجھے یہ فکر کھائے جارہی تھی کہ جب روٹیاں ختم ہوجائیں گی تو میں کیا کھاؤں گا۔

بتائیے کہ اس جملے میں 'فکر کھائے جارہی تھی' اور 'کیا کھاؤں گا' میں 'کھانا' کے مختلف معنی کیا ہیں؟

شربت پینا، آنسو پینا

ان محاوروں میں 'پینا' کے معنی میں کیا فرق ہے؟

جو محاورہ جس طرح استعمال ہوتا ہے اسے اسی طرح استعمال کرنا چاہیے مثلاً 'دل باغ باغ ہونا' ایک محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بہت خوش ہونا۔ اگر کوئی کہے کہ 'دل چمن چمن ہوگیا' تو یہ بے معنی جملہ ہوگا اور کوئی اس کا مطلب نہیں سمجھے گا۔ موقع اور محل کے اعتبار سے صحیح محاورے استعمال کیے جائیں تو بیان میں خوبی پیدا ہوتی ہے۔

- اپنے اسباق میں آنے والے محاورے تلاش کیجیے اور ان کے معنی معلوم کرکے لکھیے۔

۱۱۔ آج عیدگاہ میں

نظیرؔ اکبرآبادی

پہلی بات: ہمارا ملک گنگا جمنی تہذیب کا گہوارہ ہے۔ یہاں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اور مختلف مذاہب کے لوگ مختلف تہوار مناتے ہیں۔ دیوالی میں ہر طرف روشنی کی جاتی ہے اور مٹھائیاں بانٹی جاتی ہیں۔ ہولی میں رنگوں کا چھڑکاؤ ہوتا ہے۔ سب لوگ مل جل کر تہواروں کا لطف اُٹھاتے ہیں۔ اسی طرح عید مسلمانوں کا تہوار ہے۔ اس تہوار پر لوگ عیدگاہ جاتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور گھر آ کر شیر خُرما پیتے ہیں۔ بچوں کو عیدی دی جاتی ہے۔ لوگ ایک دوسرے سے گلے مل کر عید کی مبارکباد دیتے ہیں۔

جان پہچان: نظیرؔ اکبرآبادی ۱۷۴۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ جب دہلی کے حالات خراب ہوئے تو نظیرؔ اکبرآباد (آگرہ) چلے آئے۔ نظیرؔ ہندوستانی تہذیب کے دلدادہ تھے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں میلوں ٹھیلوں، پھلوں، پھولوں، زندگی کی ضرورتوں اور چھوٹی بڑی تمام چیزوں کو موضوع بناتے ہوئے مقبولِ عام شاعری کی، اسی لیے انھیں عوامی شاعر کہا جاتا ہے۔ 'روٹی کی فلاسفی، بنجارا نامہ، آدمی نامہ، کلجگ' وغیرہ ان کی مشہور نظمیں ہیں۔ ان کی بعض نظموں میں تصوف اور بھکتی کی بھی جھلکیاں ملتی ہیں۔ ۱۶/اگست ۱۸۳۰ء کو آگرہ میں ان کا انتقال ہوا۔

ہے دھوم آج مدرسہ و خانقاہ میں — تانتے بندھے ہیں مسجدِ جامع کی راہ میں
گلشن سے کِھل رہے ہیں ہر اک کج کُلاہ میں — سو سو چمن جھمکتے ہیں اک اک نگاہ میں
کیا کیا مزے ہیں عید کے، آج عیدگاہ میں

جھمکا ہے ہر طرف کو جو ہے بادلا زری — پوشاک سے جھلکتے ہیں سب تن ذری ذری
گلرو چمکتے پھرتے ہیں جوں ماہ و مشتری — ہے سب کی عید، عید کی دل میں خوشی بھری
کیا کیا مزے ہیں عید کے، آج عیدگاہ میں

آتے ہیں گھر سے اپنے جو بن بن کے کج کُلاہ — صحنِ چمن ہے، جتنی ہے سب صحنِ عیدگاہ
چھاتی سے لپٹے جاتے ہیں ہنس ہنس کے خواہ مخواہ — دل باغ سب کے ہوتے ہیں فرحت سے، واہ واہ
کیا کیا مزے ہیں عید کے، آج عیدگاہ میں

کچھ بھیڑ سی ہے بھیڑ کہ بے حدّ و بے شمار — خَلقت کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہیں بندھے ہر طرف ہزار
ہاتھی و گھوڑے، بیل و رتھ و اونٹ کی قطار — غُل شور بالے بھوُلے، کھلونوں کی ہے پکار
کیا کیا مزے ہیں عید کے، آج عیدگاہ میں

کرتے ہیں وصل شہر کے سب خُرد اور کبیر — ادنیٰ، غریب، امیر سے لے شاہ تا وزیر
ہر دم گلے لپٹ کے مرے، یارِ دل پذیر — ہنس ہنس کے مجھ سے کہتا ہے یوں، کیوں میاں نظیرؔ
کیا کیا مزے ہیں عید کے، آج عیدگاہ میں

خلاصۂ کلام: عید مسلمانوں کا سب سے اہم تہوار ہے۔عید کے دن ہر طرف خوب چہل پہل ہوتی ہے۔لوگ مدرسوں، خانقاہوں اور مسجدوں سے عیدگاہ کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔ ہر طبقے اور حیثیت کا انسان نئے کپڑے پہن کر عیدگاہ پہنچتا ہے۔سب لوگ خوشی سے ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔ ہر طرف لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔کھلونے والوں اور خوانچے والوں کی ریل پیل ہوتی ہے۔لوگ امیر غریب کا فرق بھلا کر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔غرض چاروں طرف خوشیوں کا ماحول ہوتا ہے اور ہر عمر کے لوگ عید کے خوب مزے لیتے ہیں۔

معنی واشارات

خانقاہ	–	درویشوں کے رہنے کی جگہ
تانتا بندھنا	–	لوگوں کا لگاتار آنا جانا
کج	–	ٹیڑھا
کُلاہ	–	ٹوپی
کج کُلاہ	–	ٹیڑھی ٹوپی پہننے والا
جَھمکنا	–	چمکنا
بادلا	–	سونے چاندی کا تار
زری	–	سونے چاندی کا تار جس سے گوٹا بنایا جاتا ہے،سنہرے تار
ذری ذری	–	ذرا ذرا
گلرُو	–	پھول جیسے چہرے والا
ٹھٹھ کے ٹھٹھ	–	بہت بھیڑ
بالے	–	بچّے
خلقت	–	لوگ،مخلوق
وصل	–	ملاقات
خُرد	–	چھوٹا
کبیر	–	بڑا
دل پذیر	–	دل کو لبھانے والا

مشق

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ ہمارے ملک کی تہذیب کیا کہلاتی ہے؟
۲۔ نظیرؔ کی مشہور نظموں کے نام لکھیے۔
۳۔ خانقاہ اور مدرسے میں دھوم کیوں ہے؟
۴۔ شاعر نے جامع مسجد کی راہ کا کیا حال بتایا ہے؟
۵۔ لوگوں نے کیسی پوشاکیں پہنی ہیں؟
۶۔ گلرو کس کی طرح چمکتے پھرتے ہیں؟
۷۔ عیدگاہ کے صحن کو شاعر نے کیا کہا ہے؟
۸۔ شاعر کا دوست ہنس ہنس کر اس سے کیا کہتا ہے؟

✤ مختصر جواب لکھیے:

۱۔ نظیرؔ کو عوامی شاعر کیوں کہا جاتا ہے؟
۲۔ نظم میں کن باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل عید کی خوشی سے بھرے ہیں؟
۳۔ لوگ ایک دوسرے سے کس طرح مل رہے ہیں؟

تلاش وجستجو

۱۔ نظم سے دو ایسے روزمرہ کے الفاظ تلاش کر کے لکھیے جن کے معنی ہجوم یا بھیڑ ہوتے ہیں۔
۲۔ اس نظم سے ایسے الفاظ یا فقرے تلاش کر کے لکھیے جو خوشی کی کیفیت کا اظہار کرتے ہیں۔

وسعت میرے بیان کی

✤ درج ذیل اشعار کا مطلب اپنے الفاظ میں لکھیے:

کچھ بھیڑ سی ہے بھیڑ کہ بے حد و بے شمار
خلقت کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہیں بندھے ہر طرف ہزار
ہاتھی و گھوڑے ، بیل و رتھ و اونٹ کی قطار
غل شور بالے بھوئلے ، کھلونوں کی ہے پکار

زورِ قلم

✤ خاکے کی مدد سے مضمون مکمل کیجیے اور اسے مناسب عنوان دیجیے :

دیوالی روشنی کا تہوار ...... گھر گھر روشنی ...... دیے جلانا ...... آتش بازی ...... بازاروں میں رونق، بھیڑ بھاڑ ...... کپڑے، مٹھائیاں خریدنا ...... گھروں میں طرح طرح کے پکوان......گھروں کی سجاوٹ ...... لوگوں کا آپس میں ملنا اور مبارکباد دینا۔

لفظوں کا کھیل

✤ لفظ 'مشتری' سے ایسے الفاظ بنائیے جو ذیل میں دیے ہوئے لفظوں کے ہم معنی ہوں۔

مثال : مٹھی - مشت

۱۔ گیلا - ....

۲۔ کھٹا - ....

۳۔ دودھ - ....

۴۔ روایت - ....

لغت کا استعمال

✤ ذیل کے الفاظ کے معنی لغت میں تلاش کیجیے :

۱۔ گل رخ	۲۔ گل چیں
۳۔ گل قند	۴۔ گل چاندنی
۵۔ گلنار	۶۔ گلستان

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ منشی پریم چند کی کہانی 'عیدگاہ' اپنے اسکول کی لائبریری سے حاصل کیجیے اور اسے دوستوں کے درمیان پڑھ کر سنائیے۔

۲۔ 'عید کی تیاریاں' موضوع پر گروہی گفتگو کیجیے۔

۳۔ ہندوستان کے پانچ بڑے تہواروں کے نام لکھیے۔

عبارت آموزی

...... وہ بھی تو ہمارے ہی بھائی ہیں جن کے ملک میں مرد سے لے کے عورت تک اور بچے سے لے کے بوڑھے تک کوئی پڑھنے لکھنے سے خالی نہیں۔ کیا ان کے یہاں سب ایک ہی قسمت لے کے اُترے ہیں؟ کیا اُن کے بچے کند ذہن یا شوخ یا کھلنڈرے ہوتے ہی نہیں؟ ماں باپ نے یہ سمجھا تھا کہ بیٹوں کی کمائی میں تو ہمارا ساجھا ہے اور بیٹیوں سے ہمیں کچھ لہنا نہیں۔ آؤ، جہاں تک ہوسکے بیٹوں کو پڑھائیں جو کل کو ہمارے بھی کام آئے۔

..... خدا قیامت کے دن کہیں ہم سے یہ نہ پوچھ بیٹھے کہ تم نے بیٹیوں کو علم کی دولت سے کیوں محروم رکھا؟ ان کو بیٹوں کے برابر کیوں نہ عزیز سمجھا؟ ہم نے ان کو اس لیے نہیں بنایا تھا کہ جیسی بے خبر اور انجان دنیا میں آئی ہیں ویسی ہی بے خبر اور انجان دنیا سے چلی جائیں، نہ خدا کو پہچانیں نہ اپنی حقیقت کو سمجھیں۔ نہ دنیا میں آنے کا کچھ پھل پائیں۔ بلکہ ہم نے اُن کو اس لیے پیدا کیا تھا کہ وہ بھی مردوں کی طرح اپنی عقل سے کچھ کام لیں اور اپنی آدمیت سے کچھ فائدہ اُٹھائیں۔ اپنی برائی بھلائی کو سمجھیں، اپنی دنیا اور آخرت سے خبردار ہوں، چھوٹے بڑے کا حق پہچانیں، اولاد کو تربیت کریں، بگڑے ہوئے گھر کو سنواریں۔

..... یہ کون نہیں جانتا کہ لکھنا پڑھنا بڑی چیز ہے اور وہ ایسا کون کم بخت ہوگا جو اپنی اولاد کا بھلا نہ چاہتا ہوگا؟ ہاں! جن کو خدا نے چار پیسے کا مقدور دے رکھا ہے، وہ جو چاہیں سو کر گزریں۔

..... آج شہر میں اتنی بات ہوجائے کہ لوگ بیٹیوں کے اَن پڑھ رکھنے کو عیب جاننے لگیں، پھر دیکھوں وہ کون سا گھر ہے جس میں لڑکیاں نہیں پڑھتیں؟ جو محتاج سے محتاج ہوگا وہ بھی بیٹی کو چار حرف ضرور پڑھوائے گا۔ یہ ساری مشکلیں ابھی معلوم ہوتی ہیں، پیچھے سب آسان ہوجائیں گی۔ جہاں قوم کی ساری لڑکیاں ایک دفعہ پڑھ گئیں، پھر وہ اپنی اولاد کو آپ تعلیم کرلیا کریں گی۔

..... لڑکیاں ماؤں ہی سے تو پڑھیں گی۔ بچوں کی مائیں اگر اس قابل ہوں کہ اپنے بچوں کو آپ تعلیم کرلیا کریں تو اس ملک کے دن ہی نہ پھر جائیں۔ بیٹا کیا اور بیٹی کیا! بغیر ماں کی تعلیم کے کسی کو آدمیت نہیں آسکتی۔

✤ درج بالا اقتباس کو غور سے پڑھیے اور دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیے:

۱۔ مصنف کے نزدیک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کیا پوچھ سکتا ہے؟
۲۔ اولاد کی تعلیم کے لیے کس کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے؟
۳۔ ماؤں کا پڑھا لکھا ہونا کیوں ضروری ہے؟
۴۔ لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت پر پندرہ سطروں کا ایک مضمون لکھیے۔

لفظوں کا کھیل

رسولِ اکرمؐ کی دو بیٹیوں سے نکاح کے ’سبب‘ حضرت عثمانؓ ’ذوالنورین‘ کہلائے۔

اوپر دیے ہوئے جملے میں دو ’ب‘ کی ابتدا میں ’س‘ کا اضافہ کرنے سے ’وجہ‘ کا ہم معنی لفظ بن گیا۔

اسی طرح درج ذیل خالی جگہوں میں مناسب لفظ لکھ کر جملے دوبارہ لکھیے۔

۱۔ دو ’گ‘ کے آخر میں ....لگانے سے ’آسمان‘ کا ہم معنی لفظ بنتا ہے۔
۲۔ دو ’د‘ کی ابتدا میں ....لگانے سے ’سہارا‘ کا ہم معنی لفظ بنتا ہے۔
۳۔ دو ’ل‘ کی ابتدا میں ....لگانے سے ’خرابی‘ کا ہم معنی لفظ بنتا ہے۔
۴۔ دو ’س‘ کے آخر میں ....لگانے سے ’کاہل‘ کا ہم معنی لفظ بنتا ہے۔
۵۔ دو ’ر‘ کی ابتدا میں ....لگانے سے ’چنگاری‘ کا ہم معنی لفظ بنتا ہے۔
۶۔ دو ’ش‘ کے آخر میں ....لگانے سے ’چھتّا‘ کا ہم معنی لفظ بنتا ہے۔
۷۔ دو ’ب‘ کے آخر میں ....لگانے سے ’شیر‘ کا ہم معنی لفظ بنتا ہے۔
۸۔ دو ’د‘ کی ابتدا میں ....لگانے سے ’ہندسہ‘ کا ہم معنی لفظ بنتا ہے۔
۹۔ دو ’ش‘ کی ابتدا میں ....لگانے سے ’کھنچاؤ‘ کا ہم معنی لفظ بنتا ہے۔
۱۰۔ دو ’چ‘ کے آخر میں ....لگانے سے ’غم‘ کا ہم معنی لفظ بنتا ہے۔

ہمیں یہ کرنا چاہیے

دنیا میں دکھ درد اور پریشانیاں بہت ہیں۔ اگر ہم کسی کی کوئی تکلیف دور کریں یا اسے خوشی دے سکیں تو یہ بہت بڑا کام ہے۔ لوگوں کو خوش کرنے کے چند طریقے یہ بھی ہیں:

۱۔ کسی کو کوئی کامیابی ملے یا خوشی حاصل ہو تو اسے مبارکباد دینا۔
۲۔ کسی کو کوئی صدمہ پہنچے یا کوئی گھبرا رہا ہو تو اسے تسلی دینا۔
۳۔ کسی کے ساتھ اچھی طرح بات کرنا۔
۴۔ کوئی راستہ پوچھے تو اسے راستہ بتانا۔
۵۔ کوئی ہماری مدد کرے تو اس کا شکریہ ادا کرنا۔
۶۔ ہم سے کسی کو کوئی معمولی سی بھی تکلیف پہنچے تو اس سے معافی مانگنا۔

۱۲۔ مِرچ نامہ

خواجہ حسن نظامی

پہلی بات: ایک مرتبہ شکار کے دوران ایران کے بادشاہ نوشیروان نے شاہی باورچی کے رونے کی آواز سنی تو وجہ دریافت کی۔ پتا چلا نمک ختم ہو جانے پر افسر نے اسے مارا ہے۔ بادشاہ نے افسر کو سمجھایا کہ مارنا مناسب نہیں تھا۔ پھر ملازم کو یہ حکم دیا کہ پاس کے کسی گاؤں سے جا کر نمک لے آؤ مگر اس کی قیمت ضرور ادا کرنا ورنہ بعد میں آنے والے لوگ بستی سے مفت میں چیزیں حاصل کریں گے۔

کئی چیزیں بظاہر معمولی ہوتی ہیں لیکن ہماری زندگی میں ان کی بہت اہمیت ہے۔ ان کے بغیر ہمارے کام ادھورے رہ جاتے ہیں۔ تیل، نمک، مرچ مسالے وغیرہ نہ ہوں تو کھانے کا مزہ جاتا رہے۔

ذیل کے سبق میں مصنف نے دلّی اور لال قلعے کے حوالے سے مرچ کا ذکر کیا ہے اور مرچ کی تیزی پر اپنے تاثرات دلچسپ انداز میں بیان کیے ہیں۔ ان کے خیال میں ’مرچ کھانے کی چیز نہیں؛ اس کو تو کھیت میں دیکھنا چاہیے‘۔

جان پہچان: خواجہ حسن نظامی کا اصل نام علی حسن تھا۔ وہ ۲۵؍ دسمبر ۱۸۷۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق دہلی کے مشہور بزرگ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے خاندان سے تھا۔ خواجہ صاحب ایک بلند پایہ ادیب، صحافی، مترجم اور انشائیہ نگار تھے۔ انھوں نے کئی رسائل اور اخبارات جاری کیے جن میں اخبار ’منادی‘ آخر وقت تک شائع ہوتا رہا۔ ان کے تحریر کردہ روزنامچے بہت مشہور ہیں۔ خواجہ صاحب کا طرزِ تحریر دلچسپ، پُر اثر اور آسان ہے۔ ان کی کتابوں میں ’غدر کے افسانے‘ بہت مقبول ہے۔ ان کی دیگر اہم تصانیف میں ’گدگدیاں‘ اور ’سی پارۂ دل‘ قابلِ ذکر ہیں۔ وہ ۳۱؍ جولائی ۱۹۵۵ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

وہ پرانا قلعہ ہی نہ رہا جہاں کی لال مرچیں دلّی میں مشہور تھیں اور پھیری والے ’پرانے قلعے کی مرچیں!‘ آواز لگا کر مرچیں بیچا کرتے تھے۔ کہنے کو قلعہ اب بھی موجود ہے لیکن اس کے آس پاس کی زمین جہاں مرچوں کی پیداوار تھی، نئی دلّی کے نقشے میں آ گئی اور کھیتی کیاری کا نقشہ قلعے کے قریب بالکل مٹ گیا۔

خدا کی مار، منہ میں آگ لگ گئی۔ آنکھیں پانی میں ڈوب گئیں۔ یہ سالن ہے یا مرچوں کا اچار؟ دلّی والے، خبر نہیں، اتنی مرچیں کیوں کھاتے ہیں۔ دکن، مدراس اور دلّی کے سوا ساری دنیا میں مرچوں کی اتنی زیادتی نہیں ہے۔ کہیں کالی مرچوں کا رواج ہے، کہیں سرے سے مرچ کھاتے ہی نہیں۔ مگر دلّی، الٰہی تیری پناہ! سالن میں لال مرچ نہ ہو تو دلّی والے اس کی صورت پر نام دھرتے ہیں۔ نیلی پیلی شکل بناتے ہیں۔ دلّی والے ہری مرچیں رُوکھی کھاتے ہیں۔ کتر کر کچومر بناتے ہیں۔ اچار میں ڈالتے ہیں۔ لال ہو جائے تو دال سالن اسی سے پکتا ہے۔ سالن کی لال لال رنگت کی تعریف کی جاتی ہے جو مرچ کی تیزی سے ہر وقت سرخ رہتا ہے۔

لال مرچ کا پودا دو ڈیڑھ فٹ اُونچا ہوتا ہے۔ مرچ شروع میں بڑی پیاری معلوم ہوتی ہے۔ انگلی بھر کی، سبز، چکنی، پاؤ اِنچ موٹی۔ جڑ کی طرف سے چوڑی، منہ کے پاس پتلی، زمین کی طرف آنکھیں جھکائے رکھتی ہے۔ چند روز میں بڑھتے بڑھتے دو ڈھائی اِنچ لمبی ہو جاتی ہے۔ بچپن کی سبزی جوانی کا سرخ لباس پہنتی ہے اور ہرے ہرے پودوں میں لال لال

مرچیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے سبز ساٹن میں لال لال پھوُل یا روشنی کے سبز جھاڑ میں سرخ رنگ کی قلمیں لٹکا کرتی ہیں۔

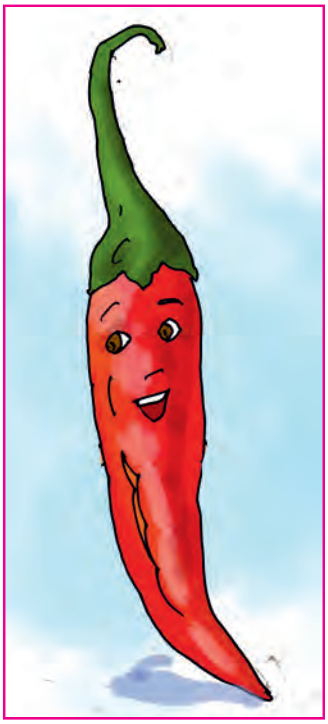

بے چارہ پودا تو اوّل سے آخر تک سبز ہی رہتا ہے۔خبر نہیں مرچ میں یہ جوانی کہاں سے آ جاتی ہے کہ مرتے دم تک لال رہتی ہے۔شاید مرچ کے پودے کا جگر بھی لال ہوگا۔

مرچیں ٹوُٹ کر آتی ہیں تو ڈوروں میں پروکر اور ہار بنا کر یا یوُں ہی چھتوں اور زمین پر پھیلا کر ان کو سُکھا لیتے ہیں۔ پھر کیا مجال جو دھوُپ سے ان کے رنگ و روغن میں فرق آتا ہو۔ سوُکھ کر مُرجھا جاتی ہیں مگر چہرہ ویسا ہی لال دمکا کرتا ہے۔ بلکہ کھال میں ایک طرح کی چمک اور شفّافی پیدا ہوجاتی ہے جس میں سے ان کے اندر کے بیج نظر آجایا کرتے ہیں۔ مرچ کے پیٹ میں بہت سے بیج ہوتے ہیں اور اُن کی شکل زرد اور گول گول بالکل سونے کی کَنّیوں کی سی ہوتی ہے۔

مرچ کھانے کی چیز نہیں ہے۔اس کو تو کھیت میں دیکھنا چاہیے مگر خلقت کھاتی ہے۔لال مرچ معدہ، جگر، مثانہ، دل و دماغ کو بے حد مُضر ہے۔اس کا نقصان بہت آہستہ آہستہ ہوتا ہے اور معلوُم نہیں ہوتا۔

مجھی کو دیکھو! اُس کے دلدادوں میں ہوں۔ آٹھ دن ہوئے بالکل چھوڑ دی ہے اور دیکھتا ہوں کہ اس کے ترک نے میری صحت کو بے حد فائدہ پہنچایا۔اب تو عہد کرلیا، خدا نے چاہا تو اس فِتنی کو کبھی منہ نہ لگاؤں گا۔ بی مرچ کو چھوڑ دیا۔ برسوں ساتھ رہی تھی، اس واسطے اس کی یادگار میں یہ مرچ نامہ لکھا ہے کہ مجھ کو بے وفا نہ کہے۔

معنی و اشارات

خدا کی مار	بددعا ہے یعنی خدا اسے برباد کرے	جھاڑ	روشنی کا جھوُمر
منہ میں آگ لگنا	منہ میں جلن ہونا	شفّافی	آر پار نظر آنے کی خاصیت
آنکھیں پانی میں ڈوبنا	آنکھوں میں پانی بھر آنا	مضر	نقصان دہ
الٰہی تیری پناہ!	اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں	دلدادہ	پسند کرنے والا
نام دھرنا	بُرا کہنا	فتنی	مصیبت (فتنہ کا مؤنث)
نیلی پیلی شکل بنانا	منہ بگاڑنا		

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے:**

۱۔ خواجہ حسن نظامی کا اصل نام کیا تھا؟
۲۔ خواجہ حسن نظامی کا کون سا اخبار آخر وقت تک جاری رہا؟
۳۔ خواجہ حسن نظامی کی مشہور کتابوں کے نام لکھیے۔
۴۔ خواجہ صاحب کے طرزِ تحریر کی خصوصیت بیان کیجیے۔
۵۔ دلّی میں کس جگہ کی لال مرچیں مشہور تھیں؟
۶۔ ہرے پودوں میں لال مرچیں کیسی معلوم ہوتی ہیں؟
۷۔ دلّی والے ہری مرچوں کو کیسے استعمال کرتے ہیں؟

۸۔ مرچوں کو کیسے سُکھایا جاتا ہے؟
۹۔ مرچ کے بیجوں کی شکل کیسی ہوتی ہے؟
۱۰۔ مصنف نے لال مرچ کو انسانی جسم کے کن اعضا کے لیے مضر بتایا ہے؟
۱۱۔ مصنف نے کیا عہد کیا ہے؟
۱۲۔ مصنف نے مرچ نامہ کیوں لکھا؟

✤ **مختصر جواب لکھیے :**

۱۔ مصنف نے مرچ کی کھال کی کیا خوبیاں بیان کی ہیں؟
۲۔ مصنف نے یہ کیوں کہا کہ مرچ کھانے کی چیز نہیں ہے؟

✤ **جوڑیاں لگائیے :**

	الف	ب
۱۔	دلّی	مرچ کی کھال
۲۔	دکن	لال لال پھول
۳۔	قلمیں	روشنی کے سبز جھاڑ
۴۔	سبز ساٹن	مرچوں کی زیادتی
۵۔	شفّافی	پرانے قلعے کی مرچیں

✤ **اس سبق سے ہم معنی رنگ کی جوڑیاں تلاش کر کے لکھیے۔** جیسے سیاہ - کالا

✤ **صحیح متبادل چن کر جملے مکمل کیجیے :**

۱۔ کھیتی کیاری کا نقشہ......................
(الف) قلعہ کے قریب بالکل مٹ گیا۔
(ب) نئی دلّی کے نقشے میں آ گیا۔
(ج) آس پاس کی زمین میں گم ہوگیا۔

۲۔ یہ سالن ہے یا......................
(الف) آم کا اچار؟
(ب) مرچوں کا اچار؟
(ج) لیموں کا اچار؟

۳۔ سالن کی لال لال رنگت کی......................
(الف) شکایت کی جاتی ہے۔
(ب) تعریف کی جاتی ہے۔
(ج) بُرائی کی جاتی ہے۔

۴۔ لال مرچ کا پودا......................
(الف) بہت چھوٹا ہوتا ہے۔
(ب) تین فٹ اونچا ہوتا ہے۔
(ج) دو ڈیڑھ فٹ اونچا ہوتا ہے۔

۵۔ مرچ کے پیٹ میں......................
(الف) پھل ہوتے ہیں۔
(ب) بیج ہوتے ہیں۔
(ج) پتے ہوتے ہیں۔

تلاش و جستجو

✤ **سبق سے مندرجہ ذیل کے ہم معنی فقرے تلاش کر کے انھیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :**

منہ جلنا ، شکلیں بنانا ، آخر تک ، چہرہ چمکنا ، فیصلہ کر لینا ، آنکھوں سے پانی نکلنا

وسعت میرے بیان کی

✤ **مصنف کے مندرجہ ذیل جملوں کی وضاحت اپنے الفاظ میں کیجیے :**

۱۔ ’’یہ سالن ہے یا مرچوں کا اچار؟‘‘
۲۔ ’’مگر دلّی ، الٰہی تیری پناہ!‘‘
۳۔ ’’خبر نہیں مرچ میں یہ جوانی کہاں سے آجاتی ہے‘‘
۴۔ ’’پھر کیا مجال جو دھوپ سے ان کے رنگ و روغن میں فرق آتا ہو‘‘
۵۔ ’’خدا نے چاہا تو اس فتنی کو کبھی منہ نہ لگاؤں گا۔‘‘

بول چال

✤ ذیل میں دیے ہوئے الفاظ/محاوروں کو صحیح معنی و مفہوم کے سامنے تحریر کیجیے :

نام	سر	کی	ٹیٹوا	چڑھنا
پارہ	دق	رجوع	کرنا	مار
خدا	لینا	دھرنا	ہونا	اُٹھانا

مثال : برا کہنا - نام دھرنا

۱۔ بددعا ....

۲۔ غصّے میں آنا ....

۳۔ گلا پکڑ لینا ....

۴۔ بغاوت کرنا ....

۵۔ پریشان کرنا ....

۶۔ متوجہ ہونا ....

لفظوں کا کھیل

ذیل میں دیے ہوئے لفظوں کے حروف کو الٹ پلٹ کر قوس کے سامنے دیے ہوئے لفظوں کے ہم معنی بنائیے۔

۱۔ شکرا (............) شکرادا کرنے والا

۲۔ ریشہ (............) گڑیا شکر کی چاشنی

۳۔ اچار (............) مویشیوں کی غذا

۴۔ کوچی (............) ایک پھل

۵۔ برفی (............) دھوکا

۶۔ سودا (............) جنوبی ہند کا ایک پکوان

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ 'یومِ ترغیبِ مطالعہ' کے تحت اپنی پسندیدہ کتابوں پر اپنی رائے پیش کیجیے۔

۲۔ ریاضی داں/ سیاست داں/ تاریخ داں کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

۳۔ مراٹھی تقریری مقابلے میں شرکت کیجیے۔

4PZ6SG

آیئے زبان سیکھیں

روزمرہ

زبان کے استعمال میں ہم کچھ ایسے الفاظ اور فقرے اپنی باتوں میں ضرور لے آتے ہیں جن کے معنی مخصوص ہوتے ہیں اور جو مخصوص صورتِ حال ہی میں استعمال کیے جاتے ہیں مثلاً سبق 'مرچ نامہ' میں آنے والے یہ فقرے :

۱۔ خدا کی مار، منہ میں آگ لگ گئی۔

۲۔ مگر دلّی، الٰہی تیری پناہ!

۳۔ مرتے دم تک لال رہتی ہے۔

۴۔ کیا مجال جو دھوپ سے ان کے رنگ و روغن میں فرق آتا ہو۔

خط کشیدہ الفاظ میں 'خدا کی مار' سے بولنے والے کا غصہ ظاہر ہو رہا ہے اور یہ کہہ کر وہ کسی کو بددعا دے رہا ہے۔ الٰہی تیری پناہ! فقرے سے حیرت کا اظہار ہو رہا ہے۔

'مرتے دم تک' کہنے سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ بولنے والا مرجانا چاہتا ہے بلکہ ایسا کہہ کر وہ کسی کام کو آخر تک کرتے رہنے کا عہد کر رہا ہے۔

'کیا مجال' سے معلوم ہو رہا ہے کہ کہنے والے کو اپنی بات پر اعتبار ہے۔ الفاظ کے ایسے مجموعوں کو 'روزمرہ' کہا جاتا ہے۔ ہم ایسے لفظوں اور فقروں کو اپنی روز کی بات چیت میں ضرور استعمال کرتے ہیں۔ ان کے استعمال سے بات میں زور پیدا ہوتا ہے۔

روزمرہ اور محاورے میں فرق یہ ہے کہ روزمرہ فعل کی صورت میں نہیں ہوتا اور محاورہ فعل کی صورت میں ہوتا ہے۔ ہم صرف 'خدا کی مار' کہتے ہیں۔ 'خدا کی مار پڑے' نہیں کہتے۔ آپ جانتے ہیں کہ محاورہ اپنے آخر میں فعل پر ختم ہوتا ہے مثلاً 'نام دھرنا/ منہ نہ لگانا' وغیرہ۔

● سبق 'خوجی کی بہادری' سے روزمرہ کی پانچ اور محاوروں کی پانچ مثالیں تلاش کیجیے۔

۱۳۔ مرغِ اسیر کی نصیحت

پنڈت دیا شنکر نسیم

پہلی بات : ایک شکاری نے خرگوش پکڑا۔ اتنے میں اُسے جھاڑیوں میں دوسرا خرگوش نظر آیا۔ اسے دیکھ کر شکاری کا دل للچایا اور اُس نے دوسرے خرگوش کو بھی پکڑنا چاہا۔ اس لالچ میں اُس کے ہاتھ سے پہلا خرگوش بھی چھوٹ گیا۔

سچ کہتے ہیں لالچ بُری بلا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے جو سارے کا لالچ کرتا ہے، وہ آدھے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اسی خیال کو ذیل کی نظم میں بیان کیا گیا ہے۔

جان پہچان : پنڈت دیا شنکر نسیم ۱۸۱۱ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام گنگا پرشاد کول تھا۔ نسیم نے اُردو اور فارسی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور اپنے زمانے کے مشہور شاعر خواجہ حیدر علی آتش کی شاگردی اختیار کی۔ نسیم نے مثنوی کے علاوہ غزل اور دیگر اصناف میں بھی طبع آزمائی کی۔ 'گلزارِ نسیم' ان کی مشہور مثنوی ہے جس سے ذیل کی نظم لی گئی ہے۔ ۱۸۴۳ء میں بتیس سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا۔

اک مرغ ہوا اسیرِ صیّاد — دانا تھا وہ طائرِ چمن زاد
بولا ، جب اُس نے باندھے بازو — کھلتا نہیں کس طمع پہ ہے تو
بیچا ، تو ٹکے کا جانور ہوں — گر ذبح کیا ، تو مُشتِ پَر ہوں
پالا ، تو مفارقت ہے انجام — دانا ہو ، تو مجھ سے لے مرے دام
بازو میں نہ تو مرے گرہ باندھ — سمجھاؤں جو پند ، اُسے گرہ باندھ
سن ، کوئی ہزار کچھ سنائے — کیجیے وہی جو سمجھ میں آئے
قابو ہو ، تو کیجیے نہ غفلت — عاجز ہو ، تو ہاریے نہ ہمّت
آتا ہو ، تو ہاتھ سے نہ دیجے — جاتا ہو ، تو اُس کا غم نہ کیجے
طائر کے یہ سن کلام ، صیّاد — بِن داموں ہوا غلام ، صیّاد
بازو کے جو بند کھول ڈالے — طائر نے تڑپ کے پر نکالے
اک شاخ پہ جا ، چہک کے بولا — کیوں ، پَر مرا کیا سمجھ کے کھولا ؟
ہمّت نے مری ، مجھے اُڑایا — غفلت نے تری ، مجھے چھڑایا
دولت نہ نصیب میں تھی تیرے — تھا لعل نہاں شِکم میں میرے
دے کر صیّاد نے دلاسا — چاہا ، پھر کچھ لگائے لاسا
بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل — طائر بھی کہیں نگلتے ہیں لعل

اربابِ غَرَض کی بات سن کر
کر لیجیے یک بہ یک نہ باوَر

خلاصۂ کلام : ایک دفعہ ایک پرندہ شکاری کے جال میں پھنس گیا۔اس نے نکلنے کی خوب تدبیریں کیں مگر کامیاب نہ ہوا۔آخر اس پرندے نے اپنی باتوں سے شکاری کا دل جیت لیا۔اس نے شکاری سے کہا کہ تو نے مجھے قید تو کرلیا مگر تو مجھے بیچ پائے گا نہ ذبح کر پائے گا کیوں کہ میں بہت چھوٹا ہوں، میں مٹھی بھر پروں والا ہوں، مجھ میں گوشت وغیرہ تجھے نہیں ملے گا۔پھر پرندے نے شکاری کو کچھ نصیحتیں کیں جن کو سن کر شکاری کا دل پسیج گیا اور اس نے پرندے کے پَر کھول دیے۔پرندے کے پَر کھلتے ہی وہ اُڑ کر درخت کی شاخ پر جا بیٹھا اور کہنے لگا کہ غرض مندوں کی باتوں پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔دیکھ لے میرے پیٹ میں ایک قیمتی لعل ہے۔اسے حاصل کرنے سے تو محروم رہا۔بعد میں شکاری نے اسے دوبارہ پکڑنا چاہا مگر وہ پرندہ اس کے ہاتھ نہ آیا۔

معنی و اشارات

مرغ	–	پرندہ
اسیر	–	قیدی
صیّاد	–	شکاری، چڑی مار
دانا	–	جاننے والا، چالاک
چمن زاد	–	چمن میں پیدا ہونے والا
طمع	–	لالچ
ٹکے کا	–	بہت سستا
مشتِ پَر	–	تھوڑے سے پر مراد ذرا سی جان
مفارقت	–	جدائی
گرہ	–	گانٹھ
گرہ باندھنا	–	اچھی طرح یاد کرلینا
عاجز	–	بے بس، کمزور
ہاتھ سے دینا	–	کھودینا
غلام ہونا	–	خود کو کسی کے حوالے کردینا
لعل	–	سرخ رنگ کا ہیرا
شکم	–	پیٹ
لاسا لگانا	–	پرندوں کو پکڑنے کے لیے پھندا لگانا۔مراد لالچ دینا
جعل کرنا	–	دھوکا دینا
اربابِ غرض	–	غرض مند، ضرورت مند
باور کرنا	–	یقین کرنا

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے :**

۱۔ پنڈت دیاشنکر نسیم کی مثنوی کا نام لکھیے۔
۲۔ پنڈت دیاشنکر کے اُستاد کا نام کیا تھا؟
۳۔ گرفتار ہونے والا پرندہ کیسا تھا؟
۴۔ عاجز ہوجانے پر ہمیں کیا نہیں کرنا چاہیے؟
۵۔ پرندے کے بازو کھلتے ہی کیا ہوا؟
۶۔ کس کی غفلت نے پرندے کو چھڑایا؟
۷۔ کس کی بات پر فوراً یقین نہیں کرنا چاہیے؟

✤ **مختصر جواب لکھیے :**

۱۔ پرندے نے اپنے بارے میں صیّاد کو کیا بتایا؟
۲۔ پرندے نے صیّاد کو کیا نصیحت کی؟

وسعت میرے بیان کی

✤ **درج ذیل شعر کا مطلب بیان کیجیے:**

آتا ہو، تو ہاتھ سے نہ دیجے
جاتا ہو، تو اُس کا غم نہ کیجے

✤ **غور کرکے بتائیے:**

پرندے کو دوبارہ پکڑنے کے لیے صیّاد نے کیا کِیا ہوگا؟

✤ **دیے ہوئے جملوں کو مناسب محاوروں کے ساتھ جوڑیے:**

ا۔	گرہ میں باندھنا	ا۔	آپ کے بے شمار احسانات نے ہمیں خرید لیا ہے۔
۲۔	بے دام کا غلام	۲۔	اپنا کام نکالنے کے لیے اس نے بہت لالچ دی۔
۳۔	لاسا لگانا	۳۔	ہمیں اپنے بزرگوں کی نصیحت کو یاد رکھنا چاہیے۔

عکس - برعکس

✤ **دیے ہوئے لفظوں کی ضد نظم میں تلاش کیجیے:**

ناداں، آغاز، خوشی، آزاد، عیاں

زورِ قلم

’اگر میں پرندہ ہوتا‘ عنوان پر پندرہ سطروں کا ایک مضمون لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ:

ا۔ عام معلومات مقابلے کی تیاری کے لیے اپنی جماعت کے ساتھیوں سے بات چیت کیجیے۔

۲۔ اقبالؔ کی نظم ’پرندے کی فریاد‘ تلاش کرکے اپنی بیاض میں لکھیے اور جماعت میں سنائیے۔

رُوبرُو

درج ذیل سوالوں کی مدد سے اپنے کسی استاد کے ساتھ انٹرویو کا اہتمام کیجیے۔ طلبہ اپنے طور پر بھی مزید سوالات بنا سکتے ہیں۔

ا۔ اپنی زندگی کے ابتدائی حالات کے بارے میں کچھ بتائیے۔

۲۔ آپ نے تعلیمی میدان میں ترقی کس طرح کی؟

۳۔ ہر شخص بچپن میں کچھ خواب ضرور دیکھتا ہے۔ آپ نے بھی بڑا ہوکر کچھ بننے کی تمنا کی ہوگی۔ کیا وہ خواب پورے ہوئے؟

۴۔ تعلیم کا کیا مقصد ہے؟

۵۔ طلبہ کو تعلیم و تربیت کے ذریعے سنوارتے ہوئے آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟

۶۔ آپ کا پسندیدہ کھیل کون سا ہے؟

۷۔ آپ نے درس و تدریس کا پیشہ کیوں اختیار کیا؟

۸۔ آپ کی نظر میں ایک مثالی طالب علم کیسا ہونا چاہیے؟

۹۔ آپ کی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ یا لمحہ جسے آپ کبھی نہ بھول پائیں گے۔

۱۰۔ آپ اپنے طلبہ کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

4Q92U4

بول چال

یہ کہاوتیں کب استعمال کی جاتی ہیں؟

ا۔ نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی۔

(طنز کرتے وقت/خوشامد کرتے وقت/نصیحت کرتے وقت)

۲۔ گھر کی مرغی دال برابر

(نصیحت کے لیے/تعریف کے لیے/ بے قدری کا اظہار کرنے کے لیے)

۳۔ اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہوتا ہے۔

(جب کوئی اپنی حیثیت سے بڑھ کر کام کرے/ جب کوئی ہر کام کو ناممکن قرار دے/ جب کوئی کمزور اپنے گھر میں خود کو طاقتور سمجھے)

۱۴۔ آخری گلاب

ماخوذ

پہلی بات : علامہ اقبالؔ کو بچپن میں بٹیر پالنے کا بہت شوق تھا۔ ایک دن ان کے استاد مولوی میر حسن سبق پڑھا رہے تھے۔ اقبالؔ کے ہاتھ میں بٹیر دیکھ کر انھوں نے غصّے سے کہا، ''تجھے ان بٹیروں کو ہاتھ میں تھامے رکھنے میں کیا مزہ آتا ہے؟'' اقبالؔ برجستہ بولے، ''حضرت! اسے ہاتھ میں لے کر تو دیکھیے۔'' اس سے پہلے کہ میر حسن آگے بڑھ کر بٹیر کو ان کے ہاتھ سے لے لیتے، اقبالؔ نے بٹیر کو چھوڑ دیا۔

بچپن میں چھوٹی موٹی شرارتیں کرنا بچوں کی فطرت ہے۔ عام طور پر یہ بات بھی مشہور ہے کہ شوخ اور شریر بچے نیک اور ذہین ہوتے ہیں۔ وہ شرارت تو کرتے ہیں مگر جب کسی کو مصیبت میں دیکھتے ہیں تو فوراً اس کی مدد کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

'آخری گلاب' بھی ایک ایسے ہی لڑکے کی کہانی ہے جو چھوٹی چھوٹی شرارتیں کرتا ہے مگر جب وقت آتا ہے تو اپنی ذہانت سے ایسا کام کرتا ہے جس سے ایک خاتون کو نئی زندگی مل جاتی ہے۔

یوں تو ایاز چہرے سے نہایت معصوم نظر آتا تھا مگر تھا شرارت کا پُتلا۔ کبھی کسی پڑوسی کے دروازے پر دستک دے کر بھاگ جاتا، کبھی کسی راہ چلتے شخص کو پکار کر چھپ جاتا۔ غرض اپنی نئی نئی شرارتوں سے سب کو تنگ کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ خاص طور پر پڑوس میں رہنے والی نصیبہ دادی کو تو وہ اکثر پریشان کرتا۔ چھٹیوں میں کبھی ان کی چھت پر پتنگ بازی کرتا تو کبھی ان کے آنگن کے درختوں پر چڑھ کر کیریاں اور امرؤد توڑتا۔ جب نصیبہ دادی ڈنڈا لے کر بڑبڑاتی لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے دوڑتیں تو انھیں ٹھینگا دِکھا کر بھاگ جاتا۔

بوڑھی نصیبہ دادی اپنے گھر میں اکیلی تھیں۔ ان کے شوہر کا انتقال ہوئے مدّت ہو چکی تھی۔ ان کا ایک بیٹا تھا جو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ امریکہ میں بس گیا تھا۔

ایک دن معمول کے مطابق ایاز اپنے دوست عرفان کے ساتھ نصیبہ دادی کے مکان کی چھت پر چڑھ کر اُودھم مچا رہا تھا لیکن آج دادی کی ڈانٹ سنائی دی اور نہ ڈنڈا لے کر آئیں۔ اس کے بعد ایاز نے ان کے پیڑ پر چڑھ کر کئی کچّے پکّے امرؤد توڑ ڈالے۔ تب بھی دادی نے خبر نہ لی۔ اسے بڑی حیرت ہوئی۔ اچانک اس کی نظر صدر دروازے کی طرف اُٹھ گئی جہاں صبح کا اخبار اور دؤدھ کی بوتل جوں کے توں رکھے ہوئے تھے۔ اسے خیال آیا، دادی کہیں باہر تو نہیں گئیں مگر باہر جاتیں تو صدر دروازے پر قفل پڑا ہوتا۔ تو پھر..... یقیناً کچھ گڑبڑ ہے۔ اس نے اپنے دوست عرفان سے کہا، ''آج دادی کی آواز نہیں آئی، شاید وہ گھر میں نہیں ہیں۔ تم یہیں ٹھہرو، میں ابھی معلوم کر کے آتا ہوں۔''

''دادی کے ڈنڈے سے بچنا۔'' عرفان نے یاد دلایا۔

ایاز مکان کے پچھواڑے پہنچا۔ پچھلا دروازہ اندر سے بند تھا۔ وہ دیوار پر چڑھ کر صحن میں اُتر گیا۔ جوں ہی گھر میں داخل ہوا اُسے ایک کمرے سے کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ وہ لپک کر اس کمرے میں گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ نصیبہ دادی پلنگ پر کمبل اوڑھے کراہتی پڑی ہیں۔ قریب پہنچ کر اس نے آواز دی، ''دادی!''

دادی نے آنکھیں کھول کر ایاز کو حیرت سے دیکھا۔

''آپ بیمار ہیں؟'' ایاز نے نرمی سے پوچھا۔

ایاز کی ہمدردی پا کر اُنھیں تسلّی ہوئی۔ اُنھوں نے کراہتے ہوئے کہا، ''ہاں بیٹا! کل سے شدید بخار ہے۔''

دادی کی یہ حالت دیکھ کر ایاز اپنی ساری شرارتیں بھول گیا اور جلدی سے بولا، ''کوئی بات نہیں۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ میں ابھی ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں۔''

اُس نے صدر دروازہ کھولا، عرفان کو اندر بلایا اور کہا، ''تم ذرا دادی کو دیکھو، میں ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں۔''

وہ دوڑتا ہوا اپنے گھر پہنچا۔ اپنی مٹّی کی گولک کو توڑ کر پیسے نکالے۔ کل تین سو پچیس روپے تھے۔ اتنی رقم ڈاکٹر کی فیس اور دوا کے لیے کافی ہے، اس نے سوچا اور دوڑتا ہوا قریب کے ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اسے دادی کی بیماری کا احوال سنایا اور اپنے ساتھ گھر چلنے کے لیے کہا۔ ڈاکٹر راضی ہوگیا۔ ڈاکٹر نے دادی کا معائنہ کیا۔ ایک انجکشن دیا اور کچھ دوائیں لکھ کر دیں۔ ڈاکٹر نے بتایا، ''دادی کو نمونیا ہوگیا ہے۔ ان کا علاج اور دیکھ بھال ضروری ہے۔'' ایاز نے ڈاکٹر کی فیس ادا کی اور بازار سے دوائیں لے آیا۔

ایاز اور عرفان اسکول سے چھوٹ کر روزانہ دادی کے پاس جاتے۔ انھیں دوا پلاتے اور اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے دادی کا جی بہلاتے۔ اس دوران ایاز نے دیکھا کہ دادی کی نظریں بار بار کھڑکی کی طرف اُٹھ جاتی ہیں۔ کھڑکی سے آنگن میں کھڑے گلاب کے پودے اور ان پر کھلے ہوئے سرخ گلاب کے پھول صاف نظر آتے تھے۔ انھیں دیکھ کر نصیبہ دادی بڑبڑانے لگتیں، ''یہ موسم کے آخری گلاب ہیں۔''

ایک دن ایاز نے پوچھا، ''کیا بڑبڑا رہی ہو دادی؟''

''آں......'' وہ چونک پڑیں پھر بولیں، ''بیٹا، وہ گلاب دیکھ رہے ہو نا! یہ اس موسم کے آخری گلاب ہیں۔ ایک ایک کر کے سب جھڑ رہے ہیں۔ جانے کیوں مجھے محسوس ہوتا ہے، جب یہ سارے پھول جھڑ جائیں گے تو میری زندگی کا چراغ بھی گل ہو جائے گا۔''

''ایسا مت کہیے دادی۔ آپ اچھّی ہو جائیں گی۔'' ایاز نے تسلی دی۔

''آپ کو وہم ہوگیا ہے دادی.... آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں؟'' عرفان نے لُقمہ دیا۔

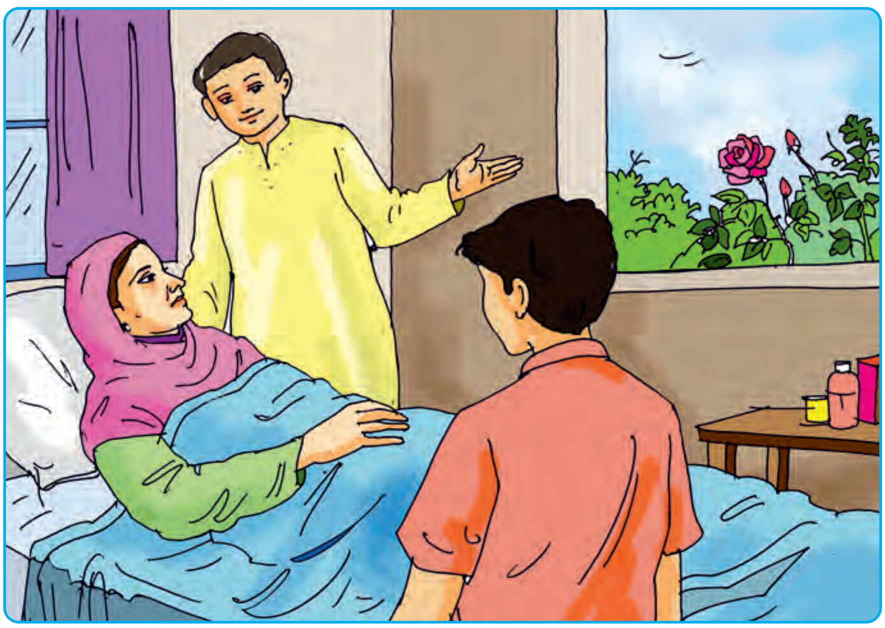

ایاز اور عرفان اگرچہ دادی کی دل جوئی میں لگے ہوئے تھے لیکن ایاز کچھ اور سوچ رہا تھا۔ اس کی نظریں بھی بار بار ان سرخ گلابوں کی طرف اُٹھ جاتیں۔ واقعی ایک ایک کر کے پھول جھڑتے جا رہے تھے۔ نصیبہ دادی روزانہ گلاب کے پھولوں کو حسرت سے دیکھتی رہتیں۔ دونوں بچّے اپنی معصوم باتوں سے

ان کے وہم کو دور کرنے کی کوشش کرتے مگر دادی کی مایوسی بڑھتی جا رہی تھی۔ آخر ایک پودے پر جب آخری گلاب رہ گیا تب ایاز نے کہا، ''دیکھیے دادی! اس پھول کے جھڑنے تک آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔ ہم نے اللہ میاں سے خوب دعا مانگی ہے۔ آپ اپنے دل سے وہ وہم نکال دیجیے۔''

بچّوں کی محبت بھری باتیں سن کر دادی کا دل بھر آیا۔ ''بچّو!.....'' جذبات کے مارے وہ آگے کچھ نہ کہہ سکیں۔

روزانہ صبح دادی کھڑکی پر نظر ڈالتیں تو اس آخری گلاب کو مسکراتا ہوا پاتیں۔ اس مسکراتے ہوئے پھول کو دیکھ کر دادی کے بُجھے ہوئے دل میں جینے کی اُمنگ جاگنے لگی۔ دھیرے دھیرے اُن کی طبیعت ٹھیک ہونے لگی۔ وہ سرخ گلاب مسکرا کر ان کا حوصلہ بڑھاتا اور دونوں بچّوں کی پیار بھری باتیں ان کا دل بہلاتیں۔ دادی جلد ہی صحت یاب ہوگئیں۔

ایک دن صبح نصیبہ دادی اُٹھ کر لکڑی ٹیکتی ہوئی باغ میں گئیں تاکہ اُس گلاب کا شکریہ ادا کرسکیں جس نے انھیں جینے کا حوصلہ دیا تھا۔ مگر یہ کیا.....!

اُنھوں نے قریب پہنچ کر دیکھا کہ وہ تو پلاسٹک کا نقلی گلاب تھا جسے بڑی صفائی کے ساتھ شاخ پر اس طرح باندھ دیا گیا تھا کہ دور سے بالکل اصلی لگتا تھا۔ دادی سمجھ گئیں کہ یہ ایاز کی شرارت ہے، مگر کیسی انوکھی اور پیاری شرارت.....!

ان کا دل جذبات سے بھر گیا۔ آنکھوں میں تشکُّر کے آنسو اُمنڈ آئے اور ہونٹوں پر ایک شفیق مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا ''شیطان کہیں کا۔''

کوئی نہیں جانتا کہ اس چھوٹے سے فقرے میں ایاز کے لیے دادی کی کتنی دعائیں پوشیدہ تھیں۔

معنی و اشارات

محبُوب	پسندیدہ	معائنہ کرنا	جانچنا
معمُول کے مطابق	ہمیشہ کی طرح	لُقمہ دینا	بیچ میں بولنا
صدر دروازہ	داخلی دروازہ	اُمنگ	خواہش
گولک	مٹی یا پلاسٹک کا چھوٹا ڈبّے نما برتن جس میں بچے پیسے جمع کرتے ہیں۔	صحت یاب ہونا	بیماری کے بعد تندرست ہونا
زندگی کا چراغ گل ہوجانا	موت آجانا	تشکُّر	شکر
		شفیق	شفقت، محبّت بھری
		بے ساختہ	اچانک

مشق

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ اقبالؔ کے استاد کا نام کیا تھا؟

۲۔ نصیبہ دادی تنہا کیوں رہتی تھیں؟

۳۔ ایاز کی شرارت کے باوجود نصیبہ دادی باہر کیوں نہ آئیں؟

۴۔ ایاز نصیبہ دادی کے مکان میں کس طرح داخل ہوا؟

۵۔ ایاز کی گولک سے کتنے پیسے نکلے؟

۶۔ نصیبہ دادی کو کیا ہوا تھا؟

۷۔ نصیبہ دادی جب گلاب کا شکریہ ادا کرنے گئیں تو وہاں کیا دیکھا؟

۸۔ نصیبہ دادی کس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھیں؟

✤ مختصر جواب لکھیے:

۱۔ ایاز کی شرارتیں اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

۲۔ ایاز نصیبہ دادی کے تعلّق سے تشویش میں کیوں مبتلا ہوا؟

۳۔ ایاز جب نصیبہ دادی کے مکان میں داخل ہوا تو کیا دیکھا؟

✤ غور کرکے بتائیے:

۱۔ نصیبہ دادی کو کیا وہم ہو گیا تھا؟

۲۔ دادی کے ساتھ ایاز کی بھی نظریں گلابوں کی طرف کیوں اُٹھ جاتی تھیں؟

۳۔ ایاز نے پلاسٹک کا گلاب کیوں لگایا؟

بول چال

✤ نیچے دیے ہوئے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

زندگی کا چراغ گُل ہونا ، لقمہ دینا ، دِل جوئی کرنا

دِل بھر آنا ، اُمنگ جاگنا

تلاش و جستجو

✤ سبق کی مدد سے جملے کے سامنے کہنے والے کا نام لکھیے:

۱۔ ”تم یہاں ٹھہرو میں ابھی معلوم کرکے آتا ہوں۔“

۲۔ ”دادی کے ڈنڈے سے بچنا۔“

۳۔ ”ہاں بیٹا، کل سے شدید بخار ہے۔“

۴۔ ”دادی کو نمونیا ہو گیا ہے۔“

وسعت میرے بیان کی

✤ سبق کی روشنی میں ان جملوں کا مطلب بتائیے:

۱۔ یوں تو ایاز چہرے سے نہایت معصوم نظر آتا تھا مگر تھا شرارت کا پتلا۔

۲۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس چھوٹے سے فقرے میں ایاز کے لیے دادی کی کتنی دعائیں پوشیدہ تھیں۔

بات سے بات چلے

’اچھی شرارت اور بری شرارت‘ اس موضوع پر گروہ میں بات چیت کیجیے۔

لفظوں کا کھیل

✤ ذیل میں دیے ہوئے لفظوں کے حروف کی ترتیب الٹ پلٹ کرکے سامنے دیے ہوئے لفظوں کے ہم معنی بنائیے:

۱۔ تار ( ) شب

۲۔ طارق ( ) لائن

۳۔ لیمو ( ) سلاد کے طور پر استعمال ہونے والی ایک جڑ

۴۔ ماتم ( ) مکمل، پورا

۵۔ کون ( ) سِرا

سرگرمی/منصوبہ :

اپنی بیاض میں کسی کتاب یا رسالے سے کسی معذور کی مدد پر کہانی نقل کیجیے اور دوستوں کو سنائیے۔

عبارت آموزی

✤ **اقتباس پڑھ کر ذیل کے سوالوں کے جواب لکھیے :**

زیتون کا استعمال مصر و شام کے لوگ ۳۵۰۰ ق۔م سے جانتے ہیں۔ آج کل یہ فلسطین، اسرائیل، یونان، پرتگال، اسپین، ترکی، اٹلی، شمالی افریقہ اور آسٹریلیا کے جنوبی علاقوں میں اُگایا جاتا ہے۔ زیتون بیضوی شکل کا ایک پھل ہے جس کی جسامت انگور کے برابر ہوتی ہے۔ کچا ہو تو اس کا رنگ ہرا ہوتا ہے۔ پکنے کے دوران بتدریج اس کا رنگ جامنی، سیاہی مائل جامنی اور سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کا ذائقہ کسیلا ہوتا ہے۔ اسے سلاد کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ زیتون کے استعمال سے کینسر سے بچا جا سکتا ہے۔ پابندی سے زیتون کا استعمال ہڈیوں کے امراض اور الرجی سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ یہ پھل نظامِ ہاضمہ، دورانِ خون اور مدافعتی نظام میں باقاعدگی پیدا کرتا ہے۔ یہ خون میں کولیسٹرال کی مقدار پر قابو رکھ کر بلڈ پریشر کو معتدل رکھنے اور دل کے امراض سے محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

عام طور پر تیل بیجوں سے نکالا جاتا ہے لیکن زیتون کا تیل اس کے پھل سے نکالتے ہیں۔ زیتون کا تیل درد، قبض اور جلد کی خشکی دور کرتا ہے، معدے کے زخموں کو ٹھیک کرتا ہے۔ اس میں پائے جانے والے کیمیائی عناصر مختلف بیماریوں کو روکنے میں معاون ہیں مثلاً کینسر، امراضِ قلب، فالج، گٹھیا، ذیابیطس وغیرہ۔ زیتون کے تیل سے مرہم بنائے جاتے ہیں جس سے درد اور سوجن میں تیزی سے افاقہ ہوتا ہے۔

سوالات :

۱۔ زیتون کی پیداوار کن ملکوں میں ہوتی ہے؟

۲۔ پکنے کے دوران زیتون کا رنگ کیسا ہوتا جاتا ہے؟

۳۔ زیتون کا استعمال جسم کے کن نظاموں میں باقاعدگی پیدا کرتا ہے؟

۴۔ زیتون کا پھل بلڈ پریشر اور دل کے امراض میں کیسے مددگار ثابت ہوتا ہے؟

۵۔ زیتون کے تیل کا استعمال کن امراض کے لیے فائدہ مند ہے؟

آئیے زبان سیکھیں

سادہ جملہ : جب ہم کچھ بولتے یا لکھتے ہیں تو ہماری زبان کے الفاظ ایک خاص ترتیب میں آ کر جملہ بناتے ہیں۔ جملے سے کوئی بات یا خیال ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے الفاظ کی ترتیب اور لہجے سے بولنے والے کے ارادے، خیال یا جذبے کا پتا چلتا ہے۔

• ذیل کے جملوں کو پڑھ کر ان کی ترتیب پر غور کیجیے۔

نصیبہ دادی/ اپنے گھر میں اکیلی تھیں۔

ایاز اور عرفان/ چھت پر چڑھ کر اودھم مچا رہے تھے۔

پچھلا دروازہ/ اندر سے بند تھا۔

یہ/ اس موسم کے آخری گلاب ہیں۔

ان جملوں میں ہر ایک کے دو حصے کیے گئے ہیں۔ دوسرا حصہ پہلے حصے کے بارے میں کوئی بات کہتا یا کوئی خبر دیتا ہے۔

جیسے :

نصیبہ دادی	اپنے گھر میں اکیلی تھیں
پہلا حصہ	دوسرا حصہ
مبتدا	خبر

جملے کی ایسی بناوٹ میں پہلے حصے کو **'مبتدا'** کہتے ہیں کیونکہ اس سے جملہ شروع ہوتا ہے۔ دوسرے حصے میں مبتدا کے بارے میں جو بات کہی جاتی ہے اسے **'خبر'** کہتے ہیں۔ جس جملے میں ایک مبتدا اور ایک خبر ہو، وہ **'سادہ جملہ'** کہلاتا ہے۔ اوپر کے تمام جملے سادہ جملوں کی مثالیں ہیں۔

• ذیل کے جملوں سے مبتدا اور خبر کو الگ کیجیے۔

۱۔ مدینے میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔

۲۔ بھتیجے کے نام انھوں نے ساری جائداد لکھ دی تھی۔

۳۔ میں نے مکان بنایا۔

۴۔ میاں خوجی کی رگِ بہادری پھڑک اُٹھی۔

۱۵۔ کسان

احسان دانشؔ

پہلی بات : بھارت کی مجموعی آبادی کا بڑا حصہ دیہاتوں میں رہتا ہے۔ دیہاتوں میں رہنے والے لوگوں کی محنت کی بدولت شہریوں کی اکثر ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کا اہم پیشہ زراعت یعنی کھیتی باڑی ہے۔ اس کا شمار ابتدائی پیشے میں ہوتا ہے اس لیے اس پیشے سے جڑے لوگوں کو بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔ کھیتی کے کام میں سب سے زیادہ محنت کسان ہی کی ہوتی ہے اس لیے ہمارے وزیرِاعظم لال بہادر شاستری نے 'جے جوان - جے کسان' کا نعرہ دیا تھا۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے کسان کی محنت ہی کا ذکر کیا ہے۔

جان پہچان : احسان دانشؔ ۱۹۱۴ء میں کاندھلہ کے ایک غریب خاندان میں پیدا ہوئے۔ غربت کی وجہ سے وہ تعلیم حاصل نہیں کر سکے۔ انھیں بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ اپنی نظموں میں انھوں نے عام آدمی کے جذبات کو بیان کیا ہے اس لیے انھیں مزدوروں کا شاعر کہا جاتا ہے۔ 'جہانِ دانش، جہانِ دیگر، ابرِنیساں، حدیثِ ادب' ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ ۲۱/ مارچ ۱۹۸۲ء کو لاہور میں ان کا انتقال ہوا۔

فضا ویران ہے ، گرمی کی شدّت ہے زمانے میں
مگر مصروف ہیں بیچارے دہقاں ہل چلانے میں

دلِ مجروح میں اُمّید کی تابانیوں والے
کڑکتی دھوپ میں تپتی ہوئی پیشانیوں والے

یہی دہقاں چلاتے ہیں جو ہل بنجر زمینوں میں
چراغِ آرزو سے دِل ہیں روشن ان کے سینوں میں

یہ وہ انساں ہیں ، دامانِ مشقّت میں جو پلتے ہیں
جہاں سوتا ہے اور یہ آبیاری کو نکلتے ہیں

برستے بادلوں میں کھیتیاں جب لہلہاتی ہیں
تو ان کی آرزوئیں جھومتی ہیں ، مُسکراتی ہیں

یہاں آتی ہیں لے کر قِسمتیں کاسہ گدائی کا
جہاں محتاج ہے ان کے پسینے کی کمائی کا

انھی کے بازوؤں سے ہیں بہاریں گلستانوں کی
انھی کے دم سے ہے تعلیم جاری نوجوانوں کی

انھی فاقے سے گھبرائے ہوؤں میں پارسائی ہے
انھی ڈوبے ہوؤں کے دم سے زندہ ناخدائی ہے

خلاصۂ کلام : شاعر کہتا ہے کہ کسان موسموں کی شدت کی پروا کیے بغیر کھیتوں میں ہل چلانے، بیج بونے اور آبیاری کرنے کے لیے صبح سویرے پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں اُمید کے چراغ روشن ہوتے ہیں کہ ہماری محنت کا پھل ملے گا۔ فصلوں کا انحصار بارش پر ہے اس لیے اس موسم میں کسان بڑے آرزومند ہوتے ہیں۔ کسانوں کی قسمت سے دنیا والوں کی قسمت جڑی ہوئی ہے۔ لوگ ان کی محنت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ کسانوں کے دم سے کھیتوں پر بہار ہے۔ کسان خود تو فاقوں کے مارے ہوتے ہیں مگر اپنی محنت سے دنیا کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔

معنی و اشارات

دہقاں	–	کسان
دلِ مجروح	–	زخمی دل، دُکھی دِل
چراغِ آرزو	–	اُمید کی روشنی
دامانِ مشقت	–	محنت کے سایے، مراد سخت محنت
آبیاری	–	فصل کو پانی دینا
کاسہ	–	پیالہ
گدائی	–	فقیری
پسینے کی کمائی	–	محنت کی کمائی
پارسائی	–	پاکیزگی
ناخدائی	–	ناؤ کو کنارے تک لے جانے کی صلاحیت

مشق

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ دیہات والوں کا اہم پیشہ کیا ہوتا ہے؟

۲۔ احسان دانش کہاں پیدا ہوئے؟

۳۔ چراغِ آرزو سے کن کے دل روشن ہیں؟

۴۔ کسان کھیت کی آبیاری کو کب نکلتا ہے؟

۵۔ کسان کی آرزوئیں کب جھُومنے لگتی ہیں؟

۶۔ دنیا کس کی کمائی کی محتاج ہے؟

✤ مختصر جواب لکھیے :

۱۔ دامانِ مشقت میں پلنے سے کیا مراد ہے؟

۲۔ شاعر نے کسان کی قسمت کو گدائی کا کاسہ کیوں کہا ہے؟

۳۔ کسان کے دم اور بازو سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

وسعت میرے بیان کی

✤ درج ذیل شعر کا مطلب بیان کیجیے :

اُنھی فاقے سے گھبرائے ہوؤں میں پارسائی ہے
اُنھی ڈوبے ہوؤں کے دم سے زندہ ناخدائی ہے

✤ مندرجہ ذیل مصرعوں کی تشریح کیجیے :

۱۔ کڑکتی دھوپ میں تپتی ہوئی پیشانیوں والے

۲۔ جہاں محتاج ہے ان کے پسینے کی کمائی کا

✤ مفصل جواب لکھیے :

اس نظم میں کسان کے کن اوصاف کو بیان کیا گیا ہے؟

✤ غور کرکے بتائیے :

شاعر نے دہقاں کو بے چارہ کیوں کہا ہے جبکہ ...

۱۔ اس کے دم سے کھیتیاں لہلہاتی ہیں۔

۲۔ اس کے پسینے کی کمائی کا سارا جہاں محتاج ہے۔

۳۔ اس کے بازوؤں سے گلستان میں بہار ہے۔

۴۔ اسی کے دم سے نوجوانوں کی تعلیم جاری ہے۔

۵۔ اسی کے دم سے ناخدائی زندہ ہے۔

تلاش و جستجو

اس نظم میں صفت و موصوف کی بعض تراکیب آئی ہیں جیسے : کڑکتی دھوپ، بے چارے دہقاں، تپتی پیشانی وغیرہ۔ آپ چند ایسی تراکیب اپنی کتاب میں سے تلاش کیجیے اور ان کے معنی اپنی بیاض میں لکھیے۔

زورِ قلم

۱۔ اس نظم کی مدد سے 'کسان' عنوان پر پندرہ سطروں کا مضمون لکھیے۔

۲۔ 'میرا محبوب مشغلہ / میری پسندیدہ کتاب / میری پسندیدہ شخصیت' پر پندرہ سطروں کا مضمون لکھیے۔

سرگرمی / منصوبہ :

۱۔ 'انٹرنیٹ کی تباہ کاریاں / فوائد / نقصانات' پر تقریری مقابلے کا انعقاد کیجیے۔

۲۔ اپنے روزانہ کے کاموں کی تفصیل ایک ڈائری میں تاریخ وار لکھیے۔

۳۔ بڑھتی آلودگی، جنگلات کی کٹائی اور موسمی تغیرات نے ماحول میں عدم توازن پیدا کر دیا ہے۔ انھی باتوں کے تعلق سے بیداری کی غرض سے ایک مذاکرے کا انعقاد کیجیے۔

رُوبرُو

شاعر سے ملاقات : کسی شاعر کو اپنے اسکول میں مدعو کر کے ان کی تعلیم، ادبی سفر اور حالاتِ زندگی سے متعلق سوالات تیار کر کے ان سے گفتگو کیجیے/ انٹرویو لیجیے۔

عبارت آموزی

✤ **درج ذیل اقتباس کو غور سے پڑھیے اور دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیے :**

حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس یمن کی کچھ چادریں آئیں۔ یہ چادریں آپؓ نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔ ہر مسلمان کے حصے میں ایک ایک چادر آئی۔ حضرت عمرؓ کا حصّہ بھی ایک مسلمان کے برابر تھا۔ ایک دن حضرت عمرؓ منبر پر چڑھے تو چادر کا کُرتا پہنے ہوئے تھے۔ آپؓ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ ہم آپ کی بات نہیں سنیں گے کیونکہ ہمارے حصّے میں ایک چادر آئی تھی اور آپ نے دو چادروں سے اپنا کُرتا بنایا ہے۔ آپ نے خود کو ہم پر ترجیح دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ سے کہا کہ اس کا جواب تم دو۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ میرے حصّے میں جو چادر آئی تھی، وہ میں نے اپنے والد کو دے دی ہے کیونکہ ایک چادر میں ان کا کُرتا نہیں بن سکتا تھا۔

سوالات :

۱۔ مسلمانوں میں کہاں سے آئی ہوئی چادریں تقسیم کی گئیں؟

۲۔ ایک شخص حضرت عمرؓ کی بات سننے کو تیار کیوں نہیں تھا؟

۳۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے حصے کی چادر کا کیا کِیا؟

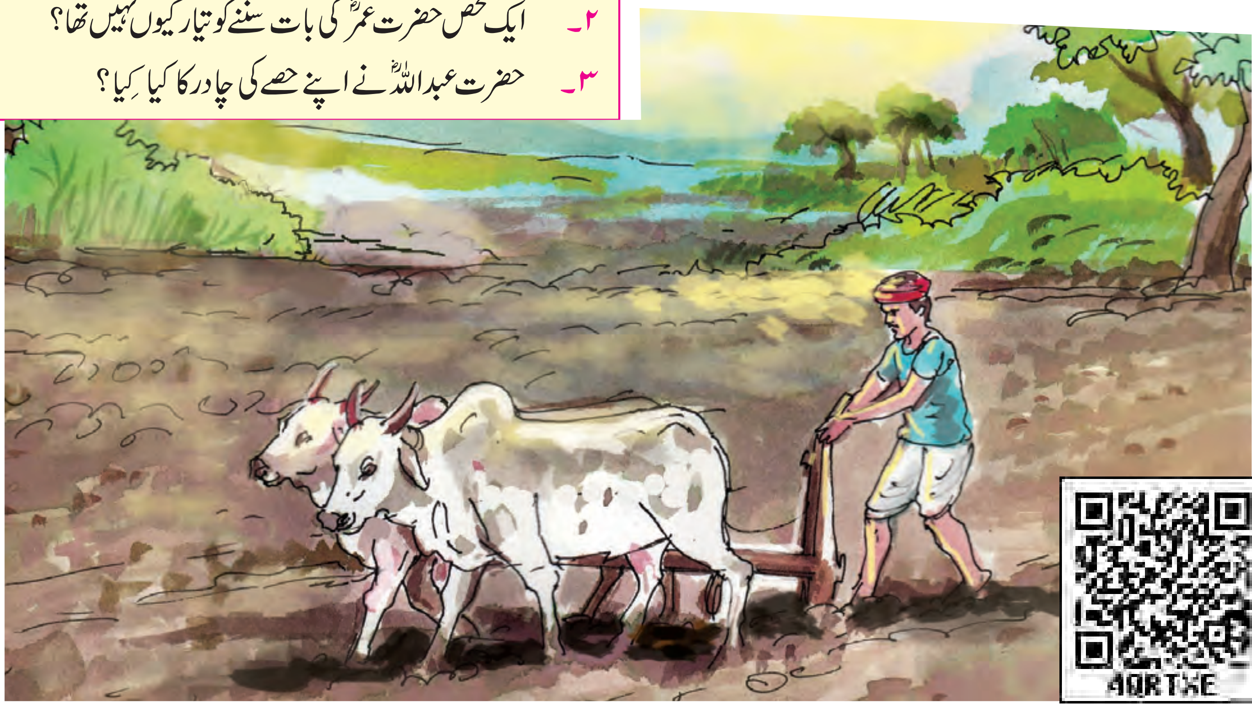

۱۶۔ ہزاروں سال لمبی رات

رتن سنگھ

پہلی بات: ایک کہاوت ہے 'بھؤکے بھجن نہ ہوئے' یعنی آدمی اگر بھوکا ہو تو کسی کام میں اس کا جی نہیں لگتا؛ وہ کام چاہے خدا کی عبادت کیوں نہ ہو۔ بھؤک لگنا انسان اور حیوان کی فطری عادتوں میں شامل ہے۔ کام کاج کرتے ہوئے اس کے اعضا تھک جاتے ہیں۔ اس کے جسم کو چلانے والے اعضا یعنی دل، جگر، معدہ وغیرہ پر بھی تھکن چھا جاتی ہے۔ اس تھکن سے جانداروں کو بھوک کا احساس ہوتا ہے۔ وہ کھانا کھالیں تو تھکے ہوئے اعضا کو پھر طاقت مل جاتی ہے اور وہ کام کرنے لگتے ہیں۔ بھوک کے تعلق سے اس سبق میں بتایا گیا ہے کہ انسان بھوکا ہو تو اسے نیند نہیں آتی، اس کا ذہن بے سر پیر کی باتیں سوچنے لگتا ہے۔ اگر بہت سے بھوکے انسان ایک جگہ جمع ہو جائیں تو پتا چلتا ہے کہ سب کا ذہن بھوک مٹانے کی فکر میں طرح طرح کی باتوں میں اُلجھا ہوا ہے۔ ذیل کی کہانی میں مصنف نے بھوک کی وجہ سے پیدا ہونے والی انسانی بے چینی کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

جان پہچان: رتن سنگھ ۱۵ر نومبر ۱۹۲۷ء کو سیال کوٹ (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ اُردو کے ممتاز افسانہ نگاروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے افسانے انسانی زندگی کے مسائل پر مبنی ہوتے ہیں۔ وہ اپنے افسانوں میں سماجی اور معاشرتی حالات بڑے مؤثر انداز میں پیش کرتے ہیں۔ 'پہلی آواز، پنجرے کا آدمی، کاٹھ کا گھوڑا' وغیرہ ان کے افسانوں کے مجموعے ہیں۔ ۳ر مئی ۲۰۲۱ء کو گریٹر نوئیڈا (دہلی) میں ان کا انتقال ہوا۔

سننے والے اس کی بات بڑے انہماک سے سن رہے تھے۔ سنانے والا ان سب کے بیچ لیٹا ہوا، بالکل اوٹ پٹانگ باتیں کر رہا تھا۔ ان میں کہیں کوئی تسلسل نہیں تھا۔ بات کرتے کرتے وہ خود ہی بہک جاتا جیسے راہ چلتا مسافر اپنی راہ سے بھٹک کر کسی غلط راستے پر چلنے لگے۔ ایک بات ادھوری ہی چھوڑ کر وہ کسی دوسری بات کا سرا پکڑ لیتا۔ اس طرح رات بہت دھیرے دھیرے سرک رہی تھی۔

وہ سب کے سب ریلوے اسٹیشن کی طرف جانے والے راستے کی ایک دکان کے برآمدے میں آکر رات کاٹنے کے لیے لیٹ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جب ان میں سب سے بوڑھے آدمی نے گلا صاف کرتے ہوئے کسی راجا کی بات شروع کی تو اس برآمدے میں لیٹے ہوئے سب کے سب آدمی ہنکاری بھرنے لگے۔ ''ہوں، پھر کیا ہوا، بابا؟''

بس پھر کیا تھا بات چل نکلی —— ''ایک بادشاہ تھا۔ اس کی سات رانیاں تھیں۔ ساتوں رانیوں کے لیے بادشاہ نے الگ الگ محل بنوائے۔ ایک لکڑی کا، دوسرا اینٹ گارے کا، تیسرا سنگِ مرمر کا، چوتھا تانبے کا، پانچواں چاندی کا، چھٹا سونے کا اور ساتویں میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے!''

''ہاں ٹھیک۔'' کسی نے ہنکاری بھری۔

''اتنا سب کچھ تھا لیکن بادشاہ کے یہاں اولاد نہیں تھی اس لیے وہ بہت دُکھی تھا۔ بادشاہ کو آخر کسی نے رائے دی کہ فلاں جنگل میں ایک پیڑ ہے، اس پر سات پھل لگے ہیں۔ اگر بادشاہ یہ پھل اپنی رانیوں کو کھلائے تو سب کے اولاد ہو جائے گی۔ لیکن مصیبت یہ تھی کہ اس پیڑ تک پہنچنا بڑا مشکل تھا۔ راستے میں سات دریا پڑتے تھے اور سات دیوؤں سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ پیڑ کے گرد سات سانپوں کا زبردست پہرا تھا لیکن بادشاہ بھی اپنی دھن کا پکا تھا۔ وہ اپنا لاؤلشکر لے کر چل پڑا۔''

بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ بوڑھے کو کھانسی کا دورہ پڑا۔ جب اس کی سانس درست ہوئی تو بوڑھا بہک گیا۔ اس نے ایک دوسری بات چلا دی۔

''بڑی پرانی بات ہے۔ کسی کاری گر نے ایسا ڈنڈا بنایا جس کے اندر ایک آدمی بیٹھ سکتا تھا۔ اس طرح وہ ڈنڈا آدمیوں کی طرح ہی بولتا تھا، چلتا تھا اور کھاتا پیتا تھا۔''

''ہوں، ہوں۔'' قریب قریب سب نے مل کر ہنکاری بھری۔

پھر اچانک یہ ہوا کہ رکشوں اور تانگوں کا ریلا شور مچاتا ہوا سڑک پر سے گزرنے لگا۔ شاید اسٹیشن پر کوئی مسافر گاڑی رُکی تھی۔ اس لیے بوڑھا تھوڑی دیر رُکا۔ پھر اس نے ایک مچھلی کی بات شروع کردی۔ ''مچھلی اتنی بڑی تھی کہ اس کی پیٹھ پر باقاعدہ ایک شہر بسا ہوا تھا۔ جس پر نہ معلوم کتنے ہی مکان بنے ہوئے تھے، کتنے ہی کھیت تھے۔ سمندر میں جس طرف یہ مچھلی جاتی، اس طرف یہ بسا بسایا شہر چلا جاتا۔''

''ہوں، بالکل ٹھیک۔'' سب نے ہنکاری بھری۔

اس طرح رات نہایت آہستہ آہستہ سرک رہی تھی۔ بوڑھا باتیں کیے جارہا تھا اور وہ سب کے سب بڑے غور سے سن رہے تھے۔ پھر کسی بات کو ادھوری ہی چھوڑ کر بوڑھے نے ایک نئی بات شروع کی۔

''ہزاروں سال پہلے کی بات ہے، ایک بادشاہ نے آدھی دنیا فتح کرلی۔''

''پھر''

''پھر اسی خوشی میں بادشاہ نے ایک بہت بڑی دعوت کی۔''

''پھر.... پھر''

''پھر کیا، اتنا کھانا بنایا گیا کہ بادشاہ کے شہر کے سارے کے سارے مکانوں میں کھانا بنا کر رکھا گیا۔''

''پھر- پھر- پھر۔''

بوڑھے نے کہنا شروع کیا، ''سب سے پہلے بادشاہ اور اس کے رشتے داروں نے کھانا کھایا۔''

''ٹھیک''

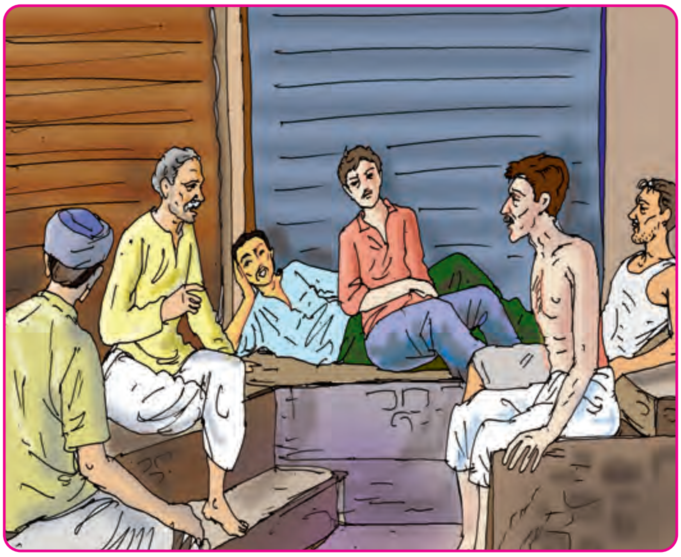

''پھر بادشاہ کے سیکڑوں امیروں اور وزیروں نے کھانا کھایا۔''

''ٹھیک''

''پھر بادشاہ کے ہزاروں فوجیوں اور چُنے ہوئے شہریوں نے کھانا کھایا۔''

''ٹھیک''

''اتنے لوگوں کے کھانا کھاتے کھاتے رات ہوگئی۔''

''ٹھیک''

''اور سب کے بعد رات کے وقت لاکھوں غریب، غربا اور فقیروں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔''

''بالکل جھوٹ .... بالکل جھوٹ'' اس برآمدے میں لیٹے ہوئے سبھی آدمی احتجاجاً اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان میں سے ایک

آدمی بولا، ''بوڑھے! تجھے جھوٹی باتیں کرتے شرم نہیں آتی۔ اگر ہم نے رات کو پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہوتا تو اس وقت چین کی نیند نہ سو رہے ہوتے۔ رات بھر تمھاری یہ بکواس کون سنتا؟''

''ارے بھائی! ناراض کیوں ہوتے ہو۔'' بوڑھے نے سہمی ہوئی آواز میں کہا، ''میں بھی تمھاری طرح بھوکا ہوں۔ اگر مجھے ہی نیند آ رہی ہوتی تو بھلا یہ باتیں کرنے کے لیے میں جاگتا ہوتا؟ میں بھی......تو سو جاتا۔''

معنی و اشارات

انہماک – توجہ، دھیان، مصروفیت

ہنکاری بھرنا – ہاں کہنا، کہانی سنتے ہوئے سنانے والے کی بات پر ہامی بھرنا

لاؤلشکر – فوج اور اس کا سامان

احتجاجاً – مخالفت کرتے ہوئے

ہزاروں سال / لمبی رات – انسان بھوکا ہو تو اس کا وقت نہیں کٹتا۔ اسے نیند نہیں آتی اور رات بہت لمبی معلوم ہوتی ہے

مشق

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے:

ا۔ عبادت میں کب آدمی کا جی نہیں لگتا؟

۲۔ رتن سنگھ کہاں پیدا ہوئے؟

۳۔ کہانی سنانے والا کیسی باتیں کر رہا تھا؟

۴۔ وہ سب کے سب رات کاٹنے کے لیے کہاں لیٹے تھے؟

۵۔ بوڑھے آدمی نے کس کی بات شروع کی؟

۶۔ بادشاہ کیوں دکھی تھا؟

۷۔ کاری گر کا بنایا ہوا ڈنڈا کیسا تھا؟

۸۔ بات کہتے کہتے بوڑھا کیوں رُکا؟

۹۔ آدھی دنیا فتح کرنے کی خوشی میں بادشاہ نے کیا کِیا؟

۱۰۔ کہانی سننے والوں کو نیند کیوں نہیں آ رہی تھی؟

✤ مختصر جواب لکھیے:

ا۔ بادشاہ کے سات محل کیسے تھے؟

۲۔ سات پھل والے پیڑ تک پہنچنا بادشاہ کے لیے کیوں دشوار تھا؟

۳۔ مچھلی پر بسا ہوا شہر کیسا تھا؟

۴۔ لیٹے ہوئے لوگوں نے بوڑھے کی باتوں کو جھوٹ کیوں کہا؟

✤ قوسین میں دیے ہوئے لفظوں کی مدد سے خالی جگہ پُر کیجیے:

ا۔ سننے والے اس کی بات بڑے .... سے سن رہے تھے۔ (غور / انہماک)

۲۔ دکان کے .... میں آ کر رات کاٹنے کے لیے لیٹ گئے تھے۔ (برآمدے / صحن)

۳۔ پیڑ کے گرد سات سانپوں کا زبردست .... تھا۔ (حلقہ / پہرا)

۴۔ پھر اچانک یہ ہوا کہ رکشوں اور تانگوں کا .... شور مچاتا ہوا سڑک پر سے گزرنے لگا۔ (ریلا / جمگھٹا)

۵۔ اس برآمدے میں لیٹے ہوئے سبھی آدمی .... اُٹھ کھڑے ہوئے۔ (اخلاقاً / احتجاجاً)

بول چال

✤ درج ذیل جملوں میں خط کشیدہ الفاظ کی جگہ سبق سے محاوروں کو تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ وہ برآمدے میں رات گزارنے کے لیے لیٹ گئے تھے۔

۲۔ بادشاہ بھی مضبوط ارادے کا تھا۔

تلاش و جستجو

✤ ذیل کے جملوں میں بعض الفاظ دو دو بار استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے :

۱۔ رات دھیرے دھیرے سرک رہی تھی۔

۲۔ رات آہستہ آہستہ کھسک رہی تھی۔

۳۔ کھانا کھاتے کھاتے رات ہوگئی۔

ان جملوں میں سرکنے، کھسکنے اور کھانے کے تسلسل کو ظاہر کرنے کے لیے ان کاموں کی خصوصیت کو دو دو بار لکھا گیا ہے۔ تکرار سے آنے والے ایسے چند الفاظ منتخب کر کے جملے بنائیے۔

زورِ قلم

بھوک لگ جانے پر آپ کی جو کیفیت ہوتی ہے اسے پانچ جملوں میں بیان کیجیے۔

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ نظیر اکبرآبادی کی نظم 'روٹیاں' جماعت میں سنائیے اور اپنی بیاض میں لکھیے۔

۲۔ سبق کی ادھوری کہانیوں میں سے کسی ایک کہانی کو مکمل کیجیے۔

۳۔ 'جدید ٹیکنالوجی اور ہم' عنوان کے تحت مذاکرے کا انعقاد کیجیے۔

۴۔ 'قومی سائنسی دن' کی مناسبت سے تین سائنس دانوں کی مختصر معلومات جمع کیجیے۔ نیز چارٹس، پروجیکٹ اور ماڈل کی نمائش کا اہتمام کیجیے۔

آئیے زبان سیکھیں

کہاوت/ضرب المثل

سبق کی 'پہلی بات' میں کہا گیا ہے کہ آدمی اگر بھوکا ہو تو کسی کام میں اس کا جی نہیں لگتا؛ وہ کام چاہے خدا کی عبادت کیوں نہ ہو۔ اسی بات کو مختصر میں وہاں کہا گیا ہے: بھوکے بھجن نہ ہووے۔

جب کسی لمبی بات یا خیال کو وضاحت سے نہ کہتے ہوئے چند لفظوں/فقرے یا مختصر سے جملے میں ادا کر دیا جاتا ہے تو ایسے فقرے/جملے کو **کہاوت** یا **ضرب المثل** کہا جاتا ہے۔ بولتے یا لکھتے وقت کہاوت کے استعمال سے بات میں زور اور اثر پیدا ہوتا ہے۔ کہاوتیں یا ضرب الامثال مکمل بامعنی جملے ہوتے ہیں مگر دوسرے واقعات یا عبارتوں کے ساتھ آکر ہی اپنا مفہوم واضح کرتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی مثال میں بتایا گیا۔ اکثر ان کہاوتوں سے متعلق کوئی نہ کوئی کہانی مشہور ہوتی ہے۔ ہمیں کہاوتوں کے استعمال کا موقع محل معلوم ہونا چاہیے۔ ذیل میں چند کہاوتوں کی وضاحت کی جارہی ہے۔

۱۔ **ابھی دلّی دور ہے :** یہ کہاوت ایسے موقع پر بولتے ہیں جب بہت سا کام باقی رہ گیا ہو یا مقصد پورا ہونے میں دیر ہو۔

۲۔ **جس کی لاٹھی اس کی بھینس :** یعنی جس کے پاس طاقت ہوتی ہے، وہی حاوی ہوتا ہے۔

۳۔ **آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا :** اگر کوئی ایک مصیبت سے نکل کر دوسری مصیبت میں پھنس جاتا ہے تو اس کی حالت پر یہ کہاوت استعمال کی جاتی ہے۔

کچھ اور مثالیں :

چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات
مان نہ مان، میں تیرا مہمان
بخشو بی بلّی، چوہا لنڈورا ہی بھلا
ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا
گڑ کھائے گلگلوں سے پرہیز

روزمرہ اور محاورے پورے جملے نہیں ہوتے مگر کہاوت اپنے آپ میں پورا جملہ ہوتی ہے۔

● اپنے استاد کی مدد سے اوپر دی گئی کہاوتوں کا مفہوم معلوم کر کے ان کے سامنے لکھیے۔

۱۷۔ ریل کا سفر

سیّد ضمیر جعفری

پہلی بات : دور دراز کے کسی شہر تک پہنچنا ہو اور وہاں جانے کے لیے بس، ریل اور ہوائی جہاز کی سہولتیں موجود ہوں تو آپ ان میں سے کون سا ذریعہ اختیار کریں گے؟ ان میں سب سے بہتر ہوائی جہاز ہے مگر اس کا کرایہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بس کے سفر میں وقت بہت لگتا ہے اور دِقّتیں بھی بہت ہیں۔ اسی لیے اکثر لوگ ریل کے سفر کو ترجیح دیتے ہیں۔ کرایہ کم اور دیگر سہولتوں کے سبب ریل گاڑی میں لوگوں کی زبردست بھیڑ ہو جاتی ہے۔ ذیل کی نظم میں اسی بات کو شاعر نے مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔

جان پہچان : سیّد ضمیر جعفری یکم جنوری ۱۹۱۶ء کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے پنجاب یونیورسٹی (پاکستان) سے گریجویشن کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کی۔ ترقی کر کے میجر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ انھوں نے سماج میں پائے جانے والے مسائل کا گہرا مشاہدہ کر کے انھیں طنز کا نشانہ بنایا اور ایک مزاح نگار شاعر کی حیثیت سے مقبولیت حاصل کی۔ 'مافی الضمیر' اور 'نشاطِ طبع' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ ۱۶ رمئی ۱۹۹۹ء کو ان کا انتقال ہوا۔

نہ گُنجائش کو دیکھ اس میں ، نہ تو مردُم شماری کر
لنگوٹی کَس ، خدا کا نام لے ، گُھس جا ، سواری کر
عبث گننے کی یہ کوشش کہ ہیں کتنے نُفوس اِس میں
کہ نکلے گا ذرا تو دیکھ ، تیرا بھی جلوس اِس میں
وہ کھڑکی سے کسی نے مورچہ بندوں کو للکارا
پھر اپنے سر کا گٹھّر دوسروں کے سر پہ دے مارا
یہ سارے کھیت کے گنّے کٹا لایا ہے ڈبّے میں
وہ گھر کی چارپائی تک اُٹھا لایا ہے ڈبّے میں

وہ اِک رسّی میں پورا لاؤ لشکر باندھ لائے ہیں
یہ بستر میں ہزاروں تیر و نشتر باندھ لائے ہیں
صراحی سے گھڑا ، روٹی سے دسترخوان لڑتا ہے
مسافر خود نہیں لڑتا مگر سامان لڑتا ہے
وہ حضرت جو عوام النّاس میں گُھل مِل کے بیٹھے ہیں
رضائی میں وہ یوں بیٹھے ہیں گویا سِل کے بیٹھے ہیں
وہ آ پہنچا کوئی چمٹا بجاکر مانگنے والا
بہت مقبول ہے لوگوں میں گاکر مانگنے والا

بہم یوں گفتگو میں آشنائی ہوتی جاتی ہے
لڑائی ہوتی جاتی ہے ، صفائی ہوتی جاتی ہے

خلاصۂ کلام: اس نظم میں شاعر ایک مسافر سے مخاطب ہے۔ اسے ریل کے سفر سے متعلق ہدایات دیتے ہوئے ریل کے عجیب وغریب حالات پر طنزیہ انداز میں تبصرہ کر رہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ریل کے ڈبے میں کتنے لوگ ہیں، انھیں گننے کی کوشش بے کار ہے۔ بھیڑ کا خیال کیے بغیر بس خدا کا نام لے کر ریل میں سوار ہوجانا چاہیے۔ بھیڑ نے جلوس کی شکل اختیار کرلی ہے۔ ریل میں سوار مسافروں میں سے کسی مسافر نے آپس میں لڑنے والوں کو للکارا تو کسی نے اپنا بوجھ دوسرے مسافر کے سر پر دے مارا۔ مسافر ریل کے ڈبے میں عجیب وغریب چیزیں مثلاً چارپائی، گنّے، صراحی، گھڑا وغیرہ سامان لے کر داخل ہوگئے ہیں۔ مزید منظرکشی کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ کوئی اپنی رضائی میں اس طرح دبک کر بیٹھا ہے جیسے اسے وہیں سی دیا گیا ہو۔ اسی بھیڑ میں ایک بہت ہی مقبول فقیر چمٹا بجا کر اور گا گا کر بھیک مانگ رہا ہے۔ سفر کے دوران ان تمام مسافروں کا آپس میں تعارف ہوتا ہے، نوک جھونک بھی ہوتی ہے اور آخر میں صلح صفائی بھی ہوجاتی ہے۔ شاعر نے اسی کا نقشہ بڑی خوبصورتی سے کھینچا ہے۔

معنی و اشارات

مردُم شماری	-	لوگوں کو گننا
عبث	-	بے کار، بے وجہ
نفوس	-	نفس کی جمع، لوگ
مورچہ بند	-	لڑائی کے لیے تیار لوگ
تیر و نشتر	-	مراد ایسا سامان جس سے زخمی ہونے کا ڈر ہو
بہم	-	آپس میں
آشنائی	-	جان پہچان
عوام النّاس	-	عام لوگ

مشق

❖ **ایک جملے میں جواب لکھیے:**

۱۔ لوگ ریل گاڑی سے سفر کرنا کیوں پسند کرتے ہیں؟

۲۔ شاعر نے کس حیثیت سے مقبولیت حاصل کی؟

۳۔ پہلے شعر میں شاعر مسافر کو کیا مشورہ دے رہا ہے؟

۴۔ اس نظم کے دوسرے شعر میں 'جلوس نکلنے' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

۵۔ ایک مسافر گھر کی کیا چیز ریل کے ڈبّے میں لے آیا تھا؟

۶۔ رضائی میں بیٹھے ہوئے مسافروں کا حال کس طرح بیان کیا گیا ہے؟

۷۔ کون سا مانگنے والا لوگوں میں مقبول ہے؟

تلاش و جستجو

❖ **نظم کی مدد سے صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے:**

۱۔ شاعر کے مطابق شمار کرنا فضول ہے:
(الف) ریل کے ڈبّے
(ب) ریل کی سیٹیں
(ج) نفوس
(د) سامان

۲۔ ایک مسافر نے کھڑکی سے للکارا:
(الف) مسافروں کو
(ب) مردوں کو
(ج) مورچہ بندوں کو
(د) ڈرائیور کو

۳۔ کوئی مسافر ریل میں کھیت سے :

(الف) سارے گنّے کاٹ لایا ہے
(ب) آدھی فصل کاٹ لایا ہے
(ج) تہائی جوار کاٹ لایا ہے
(د) چوتھائی باجرا کاٹ لایا ہے

۴۔ بھیڑ میں صراحی سے :

(الف) پانی لڑتا ہے
(ب) گلاس لڑتا ہے
(ج) پیالہ لڑتا ہے
(د) گھڑا لڑتا ہے

۵۔ ریل کے سفر میں روٹی سے :

(الف) سالن لڑتا ہے
(ب) پانی لڑتا ہے
(ج) پلیٹ لڑتی ہے
(د) دسترخوان لڑتا ہے

۶۔ رضائی میں مسافر ایسے بیٹھا ہے جیسے :

(الف) گھر میں بیٹھا ہو
(ب) سِل کے بیٹھا ہو
(ج) دبک کے بیٹھا ہو
(د) ڈر کے بیٹھا ہو

۷۔ آپسی گفتگو سے :

(الف) لڑائی ہوتی ہے
(ب) آشنائی ہوتی ہے
(ج) بحث ہوتی ہے
(د) تلخی ہوتی ہے

۸۔ لڑائی ہونے سے :

(الف) صفائی ہوتی جاتی ہے
(ب) کمائی ہوتی جاتی ہے
(ج) ہاتھا پائی ہوتی جاتی ہے
(د) پریشانی ہوتی جاتی ہے

✤ نظم کے مطابق صحیح اور غلط کی نشاندہی کیجیے :

۱۔ مانگنے والا ڈھولکی بجا رہا تھا۔
۲۔ ایک مسافر نے اپنا بیگ دوسرے کے سر پر دے مارا۔
۳۔ ایک مسافر رسّی میں پورا لاؤ لشکر باندھ لایا تھا۔
۴۔ ریل میں سوار ہونے سے پہلے مسافروں کی مردم شماری کر لینا چاہیے۔
۵۔ گا کر بھیک مانگنے والا لوگوں میں بہت مقبول ہے۔

زورِ قلم

ریل کے ذریعے کیے گئے اپنے کسی سفر کا احوال پندرہ سطروں میں لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ :

اپنے ملک میں چلنے والی چند ریل گاڑیوں کے نام لکھیے۔

اضافی معلومات

جب انسان نے پڑھنا سیکھا تب ہی سے علم کی دولت مختلف شکلوں میں آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ پہلے لوگوں کا حافظہ قابلِ تعریف ہوا کرتا تھا۔ وہ جو کچھ سنتے ان کے دل و دماغ میں محفوظ ہو جاتا۔ پھر وہ یہی علم سینہ بہ سینہ آنے والی نسلوں کو منتقل کرنے لگے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علم کو محفوظ کرنے کے طریقے بھی ترقی پاتے گئے۔ کتابیں پہلے پتوں پر لکھی جاتی تھیں۔ پھر کاغذ کی ایجاد نے چھوٹی بڑی کتابوں کی صورت میں علم کے خزانے کے ڈھیر لگا دیے۔

سائنس نے مزید ترقی کی اور انٹرنیٹ ایجاد ہوا تو اسے معلومات کے تبادلے اور علم جمع کرنے کے ذریعے کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ لوگوں نے انٹرنیٹ سے فائدہ اُٹھانے کے نئے نئے طریقے ایجاد کیے۔ اب انٹرنیٹ کو معلومات کا خزانہ تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ کتابوں کی بہ نسبت لوگوں کا انٹرنیٹ پر انحصار بڑھ گیا ہے۔ انٹرنیٹ پر تقریباً ایک ہزار کروڑ ایسی ویب سائٹس موجود ہیں

جو عام انسان کی پہنچ میں ہیں جن میں ایک اندازے کے مطابق تعلیمی مواد رکھنے والی ویب سائٹس دس فیصد ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض ویب سائٹ کی اوسط عمر پانچ سات دن سے زیادہ نہیں ہوتی۔ انٹرنیٹ پر گوگل ایک سرچ سائٹ ہے جس کو سب سے بڑا سرچ انجن تصور کیا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ پر کوئی بھی شخص ذاتی ویب سائٹ بنا کر اس پر اپنی مرضی کے مطابق معلومات فراہم کرسکتا ہے اور اس معلومات کو جانچنے یا پرکھنے کا کوئی مستقل پیمانہ موجود نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انٹرنیٹ بالکل ہی بے کار شے ہے۔ انٹرنیٹ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ آپ کو مطلوبہ معلومات تلاش کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا اور تازہ ترین معلومات فوراً دستیاب ہوجاتی ہے۔ انٹرنیٹ پر چوبیس گھنٹے معلومات دستیاب ہے۔

اساتذہ درج بالا معلومات کی طرح مواصلات کی جدید ٹکنالوجی سے متعلق مزید معلومات طلبہ کو فراہم کریں۔

عبارت آموزی

درج ذیل نظم پڑھ کر نیچے دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیے۔

پھر چلی ہے ریل اسٹیشن سے لہراتی ہوئی
نیم شب کی خاموشی میں زیرِ لب گاتی ہوئی

ڈگمگاتی ، جھومتی ، سیٹی بجاتی ، کھیلتی
وادی و کہسار کی ٹھنڈی ہوا کھاتی ہوئی

تیز جھونکوں میں وہ چھم چھم کا سرودِ دلنشیں
آندھیوں میں مینہ برسنے کی صدا آتی ہوئی

رات کی تاریکیوں میں جِھلملاتی کانپتی
پٹریوں پر دُور تک سیماب چھلکاتی ہوئی

پیش کرتی بیچ ندی میں چراغاں کا سماں
ساحلوں پر ریت کے ذرّوں کو چمکاتی ہوئی

تیزیِ رفتار کے سکّے جماتی جابجا
دشت و در میں زندگی کی لہر دوڑاتی ہوئی

سوالات :

۱۔ ریل اسٹیشن سے کس طرح جارہی ہے؟
۲۔ آندھیوں میں کس کی صدا آرہی ہے؟
۳۔ رات کی تاریکی میں انجن کی روشنی سے پٹریاں کیسی نظر آرہی ہیں؟
۴۔ ندی میں کیا منظر نظر آتا ہے؟
۵۔ ریل کس میں زندگی کی لہر دوڑاتی ہے؟

آیئے! کر کے دیکھیں۔

مناسب لفظ کی مدد سے کہاوت مکمل کیجیے :

۱۔ .... تلے اندھیرا
(چراغ / درخت / دیوار)

۲۔ حلوائی کی .... پر دادا جی کی فاتحہ
(قبر / دکان / میّت)

۳۔ ایک انار .... بیمار
(سو / پچاس / ہزار)

۴۔ بوڑھی گھوڑی .... لگام
(سفید / کالی / لال)

۵۔ ایک انڈا وہ بھی ....
(ٹھنڈا / گندہ / پھوٹا)

۶۔ بد اچھا .... بُرا
(پرنام / بدنام / خوش نام)

۷۔ جتنے منہ اتنی ....
(راتیں / لاتیں / باتیں)

۸۔ خدا گنجے کو .... نہیں دیتا
(صابن / ناخن / جامن)

۹۔ خس کم جہاں ....
(صاف / پاک / خاک)

۱۸۔ قطب جنوبی کا مہم جو

ادارہ

پہلی بات : آپ جغرافیہ میں قطب شمالی اور قطب جنوبی کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ کرۂ زمین کے محور کے یہ دونوں سرے بالترتیب شمال اور جنوب میں واقع ہیں۔ قطب جنوبی دنیا کے سات برّ اعظموں میں سب سے دور، غیر آباد اور برف سے ڈھکے ہوئے برّ اعظم انٹارکٹکا پر واقع ہے۔ اس کا رقبہ چین اور بھارت کے رقبے کے برابر ہے۔ یہاں سورج کی کرنیں نہیں پہنچتیں اس لیے سال کے چھ مہینے یہاں رات کا اندھیرا چھایا رہتا ہے۔ یہاں کی برفانی ندیوں کا برف ساری دنیا کے ۹۰ فیصد برف کے برابر ہے۔ غیر آباد ہونے کے باوجود دنیا کے مختلف ملکوں کے مہم جو اس برّ اعظم کو سر کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ بھارت نے بھی ڈاکٹر سیّد ظہور قاسم کی قیادت میں اپنی مہم جو ٹیم قطب جنوبی پر بھیجی تھی۔

ہندوستان کے ماہرِ بحریات اور قطب جنوبی کے مہم جو سیّد ظہور قاسم ضلع الٰہ آباد کے رکسواڑہ گاؤں میں ۳۱ دسمبر ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد سیّد ضمیر قاسم یہاں کے زمین دار تھے۔ وہ کئی باغات کے مالک تھے۔ اُردو، فارسی میں شاعری بھی کرتے تھے۔ ظہور قاسم کی والدہ فاخرہ بیگم نہایت وضع دار خاتون تھیں۔ انھوں نے اپنے بچوں کی تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور انھیں اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ ظہور قاسم اپنے تمام بھائی بہنوں میں سب سے بڑے تھے۔

ظہور قاسم کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی۔ پنڈت جگدمبا پرشاد سے انھوں نے ریاضی، جغرافیہ اور تاریخ سیکھی۔ دینیات کے علاوہ اُردو فارسی کی تعلیم انھوں نے مولوی ابراہیم سے حاصل کی۔ جماعت ششم سے انھیں اسکول میں داخل کیا گیا۔ مجیدیہ اسلامیہ کالج سے میٹرک کے بعد گورنمنٹ کالج الٰہ آباد اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے انھوں نے سائنس میں گریجویٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد ظہور قاسم نے ۱۹۵۱ء میں علم الحیوانات میں ایم۔ ایس سی کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ اس کامیابی پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے انھیں سونے کے تمغے سے نوازا اور شعبۂ علم الحیوانات میں لیکچرر کا عہدہ پیش کیا۔ ظہور قاسم کی شدید خواہش تھی کہ مَیں سمندری علوم میں ڈگری حاصل کروں۔ لہٰذا ۱۹۵۳ء میں وہ برطانیہ گئے اور وہاں کے کالج سے بحریات میں پی ایچ۔ ڈی اور ۱۹۶۸ء میں ڈی۔ ایس سی کی ڈگریاں حاصل کیں۔

ظہور قاسم کو تعلیم کے ساتھ ساتھ کھیلوں سے بھی دلچسپی تھی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران انھوں نے ہاکی اور فٹ بال کے کھیلوں میں اپنی مہارت کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ نیزہ اور ڈِسکس پھینکنے میں بھی اپنا کمال دِکھاتے اور دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتے تھے۔ علی گڑھ میں اسی شوق کی بنیاد پر انھیں جنرل اسپورٹس کیپٹن اور بعد میں جمنازیم کلب اور گیمز کمیٹی کا سکریٹری بنایا گیا تھا۔

بحریات میں پی ایچ۔ ڈی کرنے کے بعد جب ظہور قاسم کوچی کے بحر ہند میں تحقیقی کام کرنے والے عالمی ادارے سے جڑے تو انھوں نے کیرالا اور لکش دویپ کے سمندروں کی ابتدائی پیداوار اور کوچین کے ماہی پروری کے ادارے میں مچھلیوں کی حیاتیات کے مختلف گوشوں پر تحقیقی کام کیا۔ اس تحقیق کی وجہ سے تمل ناڈو میں مچھلیوں کی صنعت کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ حکومت نے ان خدمات کے صلے میں ظہور قاسم کو ۱۹۷۴ء میں پدم شری کے اعزاز سے نوازا۔ وہ اگرچہ کئی سائنسی اداروں میں کام کرتے رہے

مگر جب انھوں نے گوا کے قومی ادارۂ بحریات (N.I.O.) کی ذمّہ داریوں کو سنبھالا تو ان کا راست تعلّق سمندری تحقیق سے ہو گیا۔ ان کے کاموں کی وجہ سے این۔آئی۔او ساری دنیا میں مشہور ہو گیا۔ یہاں ظہور قاسم نے تیرہ سمندری مہمّات کے ذریعے بحرِ عرب اور بحیرۂ بنگال کی سمندری پیداوار کا پتا لگایا اور کثیر دھاتی لچھّوں کے ذخیرے دریافت کیے جن کی مقدار اربوں ٹن تک پہنچتی ہے۔ ان لچھّوں میں مینگنیز، لوہا، تانبا، نکل اور کوبالٹ پایا جاتا ہے۔

قطب جنوبی کی مہم ہندوستان کی سائنسی ترقی کی تاریخ میں بڑی اہم مانی جاتی ہے۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی کی شدید خواہش تھی کہ جاپان، فرانس، برطانیہ اور امریکہ کی طرح بھارت بھی قطب جنوبی کو سَر کرے۔ حکومت نے اس مہم کی قیادت ظہور قاسم کے سپرد کی۔ چنانچہ مختلف فنون کے اکّیس ماہرین کا یہ دستہ قطب جنوبی کی مہم پر ۶ر دسمبر ۱۹۸۱ء کو گوا کی مارموگاؤ بندرگاہ سے روانہ ہوا اور بڑی دقّتوں کا سامنا کرتے ہوئے ۹ر جنوری ۱۹۸۲ء کو ہندوستانی وقت کے مطابق رات تین بجے قطب جنوبی پر پہنچا۔

قطب جنوبی کی سمت ظہور قاسم کے دستے کا ابتدائی سفر تو آرام دہ تھا مگر جب ان ماہرین کا جہاز گرجنے والا چالیسا اور غضبناک پچاس کے قریب پہنچا تو ان کی دشواریاں بڑھ گئیں۔ تیز و تند طوفانی ہواؤں اور پہاڑ جیسی بلند سمندری لہروں میں جب ان کا جہاز ڈگمگا جاتا تو انھیں اپنی موت قریب نظر آتی۔ اس خطّے میں پہنچ کر جب دن ایک ماہ کے برابر ہوا تو ان کی پریشانیاں اور بڑھ گئیں۔ ناشتے، دوپہر اور رات کے کھانے میں وقت کی تمیز نہیں رہ گئی تھی۔ یہ لوگ جب نیند آتی، سو جاتے اور جب بھوک لگتی، کھانا کھا لیتے۔ اس تبدیلی کی وجہ سے ان لوگوں میں چڑچڑاپن آ گیا تھا، ان کے چہروں پر مایوسی چھائی رہتی۔ کبھی کبھی ان کا جہاز برف کے تودوں میں پھنس جاتا یا ان سے ٹکرا جاتا تو ان لوگوں پر خوف طاری ہو جاتا تھا۔ ظہور قاسم ایسے حالات میں اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے اور انھیں ہنسانے کی کوشش کرتے۔ وہ کہتے تھے، ''موت تو سڑک حادثے میں بھی ہو سکتی ہے، نیند میں بھی آ سکتی ہے لیکن کسی مہم کے دوران ہونے والی موت سے بہتر کوئی موت نہیں۔ اگر ہم اس دوران ہلاک ہو جاتے ہیں تو ملک کے کروڑوں لوگ ہمارا سوگ منائیں گے۔''

قطب جنوبی پہنچتے ہی مہم جوؤں نے مل کر وہاں ایک بیس کیمپ تعمیر کیا اور بھارت کا پرچم لہرایا۔ وہاں انھوں نے ایک خودکار موسمی اسٹیشن بھی قائم کیا۔ ان دونوں مقامات کو 'گنگوتری' اور 'میتری' نام دیے گئے۔ قطب جنوبی کو سر کرنے والوں کی یہ پوری ٹیم اکّیس ہزار کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے ۲۱ر فروری ۱۹۸۲ء کو مارموگاؤ بندرگاہ واپس لوٹ آئی۔ یہ مہم ستہتّر دنوں میں مکمل ہوئی۔ اس کی کامیابی پر ہمارے ڈاک کے محکمے نے ۹ر جنوری ۱۹۸۳ء کو ایک یادگار ٹکٹ جاری کیا تھا۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی نے ظہور قاسم اور ان کی ٹیم کو مبارکباد دی اور اس کامیابی پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔

قطب جنوبی کی مہم سر کرنے کے بعد بھی ظہور قاسم مختلف اداروں سے وابستہ رہے۔ ۱۹۸۹ء میں انھیں جامعہ ملّیہ اسلامیہ، دہلی کا وائس چانسلر بنایا گیا۔ اس عہدے پر فائز ہوتے ہی انھوں نے جامعہ کی ترقّی کے بہت سارے کام کیے۔ سائنس کے شعبے کی ترقّی کو یقینی بنایا۔ جامعہ کی قدیم عمارتوں کی مرمّت اور تزئین پر توجہ دی، نئی عمارتیں تعمیر کروائیں۔ مختلف تعلیمی شعبے قائم کیے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ کھیلوں کی طرف بھی انھوں نے خصوصی توجّہ دی اور کرکٹ اور باسکٹ بال جیسے کھیلوں میں جامعہ کا نام روشن کرنے کے لیے کڑی محنت کی۔ دنیا بھر میں ان کی خدمات کو سراہا گیا۔ حکومتِ ہند نے انھیں پدم بھوشن کے خطاب سے بھی نوازا۔ تحقیق کے ساتھ انھوں نے تصنیف و تالیف پر بھی توجّہ دی۔ بارہ کتابیں اور دو سو پچاس تحقیقی مقالات ان کا تصنیفی سرمایہ ہے۔ بحریات اور ماحولیات پر کام

کرتے کرتے ظہور قاسم اٹھاسی برس کی عمر میں ۲۰/ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔

معنی و اشارات

بحریات	سمندروں کا علم
مہم جُو	خطرناک جگہوں کی کھوج کرنے والا
وضع دار	خاص ڈھنگ سے زندگی گزارنے والا
جِمنازیم	جسمانی ورزش کی تربیت
ماہی پروری	مچھلیوں کی پرورش، مچھلی پالن
NIO	نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوشنوگرافی (قومی ادارۂ بحریات) National Institute of Oceanography)
گرجنے والا چالیسا	۴۰° جنوبی عرض البلد
غضبناک پچاس	۵۰° جنوبی عرض البلد قطب جنوبی کے وہ خطے جہاں ہوائیں طوفانی رفتار سے چلتی ہیں۔
سوگ منانا	کسی کی موت پر غم کا اظہار کرنا
بیس کیمپ	ابتدائی پڑاؤ
سر کرنا	فتح کرنا
تزئین	سجاوٹ
تصنیف	کتاب لکھنا
تالیف	کتاب تیار کرنا
تحقیقی مقالہ	کسی موضوع پر تلاش اور جستجو کے بعد لکھا ہوا مضمون
جہانِ فانی	فنا ہونے والی دنیا
کوچ کرنا	چلے جانا/ مُراداً انتقال کر جانا

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ قطب جنوبی کسے کہتے ہیں؟
۲۔ قطب جنوبی کس براعظم پر واقع ہے؟
۳۔ سیّد ظہور قاسم کہاں پیدا ہوئے؟
۴۔ سیّد ضمیر قاسم کون تھے؟
۵۔ ظہور قاسم کی والدہ کا نام کیا تھا؟
۶۔ پنڈت جگد مبا پرشاد سے ظہور قاسم نے کیا سیکھا؟
۷۔ مولوی ابراہیم ظہور قاسم کو کیا پڑھاتے تھے؟
۸۔ ظہور قاسم کو کن کھیلوں میں کمال حاصل تھا؟

مختصر جواب لکھیے:

۱۔ ظہور قاسم نے کن فنون میں ڈگریاں حاصل کیں؟
۲۔ کوچی کے سمندری تحقیقی ادارے میں ظہور قاسم نے کون سی اہم تحقیقات کیں؟
۳۔ ظہور قاسم کو پدم شری کا اعزاز کیوں دیا گیا؟
۴۔ گوا کے قومی ادارۂ بحریات میں ظہور قاسم نے کون سے نمایاں کام انجام دیے؟
۵۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی میں ظہور قاسم نے کون سے اہم کام کیے؟

مفصل جواب لکھیے:

۱۔ قطب جنوبی کی جغرافیائی حالت بیان کیجیے۔
۲۔ گرجنے والا چالیسا اور غضبناک پچاس پر مہم جوؤں کو کن تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا؟
۳۔ قطب جنوبی پہنچ کر مہم جو دستے نے کیا کِیا؟
۴۔ قطب جنوبی کے سفر کی روداد بیان کیجیے۔

✤ **خالی جگہ پُر کیجیے:**

ا۔ سیّد ضمیر قاسم رکسواڑہ کے .... تھے۔

۲۔ ظہور قاسم نے ۱۹۵۱ء میں .... میں ایم۔ایس سی کا امتحان پاس کیا۔

۳۔ ظہور قاسم کی شدید خواہش تھی کہ میں ....علوم میں ڈگری حاصل کروں۔

۴۔ ان ....میں مینگنیز، لوہا، تانبا، نکل اور کوبالٹ پایا جاتا ہے۔

۵۔ یہ دستہ قطب جنوبی کی مہم پر ۶/ دسمبر کو گوا کی ....بندرگاہ سے روانہ ہوا۔

۶۔ کرکٹ اور باسکٹ بال جیسے کھیلوں میں .... کا نام روشن کرنے کے لیے کڑی محنت کی۔

✤ **وجوہات بیان کیجیے:**

ا۔ سیّد ظہور قاسم ۱۹۵۳ء میں برطانیہ گئے۔

۲۔ علی گڑھ یونیورسٹی نے سیّد ظہور قاسم کو سونے کے تمغے سے نوازا۔

۳۔ ناشتے، دوپہر اور رات کے کھانے میں وقت کی تمیز نہیں رہ گئی تھی۔

✤ **جوڑیاں لگائیے:**

الف	ب
ا۔ لکش دویپ	خودکار موسمی اسٹیشن
۲۔ کوچین	قومی ادارۂ بحریات
۳۔ گوا	کثیر دھاتی لچھوں کے ذخیرے
۴۔ کوچی	ماہی پروری کا ادارہ
۵۔ بحرِ عرب	سمندروں کی ابتدائی پیداوار
۶۔ میتری	بحرِ ہند میں تحقیق کرنے والا ادارہ

بول چال

✤ **درج ذیل الفاظ/محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے:**

مہم جو، کسر نہ چھوڑنا، کمال دِکھانا، حیرت میں ڈالنا، یقینی بنانا، تزئین، نام روشن کرنا، موت قریب نظر آنا، خوف طاری ہونا، کوچ کر جانا

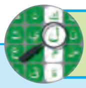

لفظوں کا کھیل

لفظ 'مہارت' سے 'مہ' اور 'رات' جیسے بامعنی الفاظ بنتے ہیں۔ آپ لفظ 'مہمات' سے درج ذیل معنی والے الفاظ بنائیے۔

ا۔ .... - سارا کا سارا

۲۔ .... - چاند

۳۔ .... - بہادری

۴۔ .... - رونا دھونا

۵۔ .... - ماں کی محبت

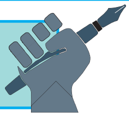

زورِ قلم

اپنے استاد کے ساتھ کسی تاریخی مقام کی سیر کیجیے اور جو کچھ آپ وہاں دیکھیں، اسے پندرہ جملوں میں لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ:

سندباد جہازی کی مہماتی کہانیاں اپنی اسکول کی لائبریری سے حاصل کرکے پڑھیے۔

عبارت آموزی

پنگوِن ایک آبی پرندہ ہے۔ عام طور پر یہ قطب جنوبی میں براعظم انٹارکٹکا میں پایا جاتا ہے۔ اس کا کشتی نما جسم پروں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ اپنے بھاری جسم کی وجہ سے پنگوِن اُڑ نہیں سکتا۔ اس کا رنگ پیٹھ پر مٹیالا اور پیٹ پر سفید ہوتا ہے۔ سر بڑا، پنکھ چوڑے اور پیر چھوٹے ہوتے ہیں۔

پنگوِن اپنے جھلّی دار پروں کو پتواروں کی طرح استعمال کرکے پانی میں آسانی سے تیر سکتا ہے۔ اس کی چونچ میں حلق کی جانب مڑے ہوئے تیز کانٹے ہوتے ہیں جو غذا نگلنے میں مدد دیتے ہیں۔ اس کی غذا آبی حیوانات ہیں۔

پنگوِن پانی میں بیس منٹ تک رہ سکتا ہے۔ یہ ۲۵ میل فی گھنٹے کی رفتار سے تیرتا اور پانی میں چھے منٹ تک سانس روک سکتا ہے۔ برف پر پھسلتے ہوئے پنگوِن اپنے پروں سے اپنے آپ کو

آ گے ڈھکیلتا ہے۔ یہ اپنی آدھی زندگی زمین پر اور آدھی سمندر میں گزارتا ہے۔

سب سے بڑے قد کا پنگوِن ایمپرر کہلاتا ہے۔ اس کا قد تقریباً چار فٹ اور وزن پینتیس کلوگرام ہوتا ہے جبکہ سب سے چھوٹے پنگوِن کا قد صرف چالیس سینٹی میٹر اور وزن ایک کلو ہوتا ہے۔ اسے 'لِٹل بلو' کہتے ہیں۔

پنگوِن کی کچھ قسمیں معتدل اور گرم علاقوں میں بھی پائی جاتی ہیں مثلاً آسٹریلیا، جنوبی افریقہ، نیوزی لینڈ وغیرہ میں۔

سوالات:

۱۔ پنگوِن کی جسمانی ساخت بیان کیجیے۔

۲۔ پنگوِن پانی میں آسانی سے کیوں تیر سکتے ہیں؟

۳۔ پنگوِن کی دو قسموں کے بارے میں معلومات دیجیے۔

آئیے زبان سیکھیں

زمانۂ ماضی

بولتے یا لکھتے وقت جب ہم کسی کام کے کرنے یا ہونے کا ذکر کرتے ہیں تو اس کام کو قواعد میں **'فعل'** کہا جاتا ہے۔ آپ نے یہ بات تو سنی ہوگی کہ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ اسی طرح قواعد میں آنے والے کام یا فعل کا بھی ایک وقت ہوتا ہے۔ جملے کے فعل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام یا واقعہ گزرے ہوئے وقت (زمانۂ ماضی) میں ہوا یا موجودہ وقت (زمانۂ حال) میں ہو رہا ہے یا آنے والے وقت (زمانۂ مستقبل) میں ہوگا۔

(الف) اب ذیل کے جملوں پر غور کیجیے :

۱۔ آپؐ کے ایک صحابی کنویں کے مالک سے ملے۔

۲۔ بھتیجے کے نام انھوں نے ساری جائداد لکھ دی۔

۳۔ تمام قوموں کے لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔

ان جملوں کے خط کشیدہ افعال سے پتا چلتا ہے کہ کام گزرے ہوئے وقت یعنی زمانۂ ماضی میں ہوا۔ یہ تمام جملے **'زمانۂ ماضی مطلق'** کی مثالیں ہیں۔

(ب) اب ان مثالوں کو پڑھتے ہوئے ان کے زمانے پر توجہ دیجیے۔

۱۔ حضرت محمدؐ نے اپنی ایک بیٹی بی بی رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا تھا۔

۲۔ باجے والے، دھوبی، چمار بھی کھا چکے تھے۔

۳۔ وہ کمہار گیدی تو ساری عمر یاد رکھے گا کہ کس سے واسطہ پڑا تھا۔

۴۔ جب سے میں اس جزیرے میں آیا تھا، انڈے نہیں کھائے تھے۔

خط کشیدہ افعال سے ظاہر ہے کہ کام گزرے ہوئے وقت میں بہت پہلے پورا ہو چکا تھا۔ جب جملے کے فعل سے ایسا زمانہ ظاہر ہو تو اس زمانے کو **'زمانۂ ماضی بعید'** کہتے ہیں۔

(ج) ذیل کے جملوں میں افعال کے زمانے پر غور کیجیے۔

۱۔ بوڑھی کاکی بیٹھی ہوئی کھانا کھا رہی تھیں۔

۲۔ میں اس آواز کو اپنا وہم سمجھ رہا تھا۔

۳۔ دادی کی مایوسی بڑھتی جا رہی تھی۔

۴۔ کہانی سنانے والا بالکل اوٹ پٹانگ باتیں کر رہا تھا۔

ان جملوں کے خط کشیدہ افعال سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہر کام گزرے ہوئے وقت میں جاری تھا۔ ایسے فعل کے وقت کو **'زمانۂ ماضی استمراری'** کہتے ہیں۔

- **ذیل کے جملوں کو زمانۂ ماضی کی تینوں قسموں میں الگ کیجیے۔**

۱۔ ان کے شوہر کو مرے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا تھا۔

۲۔ مہمانوں نے کھانا کھایا۔

۳۔ روپا آنگن میں پڑی سو رہی تھی۔

۴۔ وہ کاکی کی کوٹھری کی طرف چلی۔

۵۔ روپا بیٹھی یہ روحانی نظارہ دیکھ رہی تھی۔

۶۔ بدھ رام اور رُوپا دونوں ہی انھیں سزا دینے کا تصفیہ کر چکے تھے۔

۱۹۔ خاکِ وطن

جاں نثار اختؔر

پہلی بات: ہندوستان کے مشہور خلاباز راکیش شرما جب ایک خلائی مشن کے تحت خلا میں پہنچے تو اس وقت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے ان سے بات چیت کی اور پوچھا کہ وہاں سے ہمارا ملک کیسا دِکھائی دے رہا ہے تو انھوں نے علامہ اقبالؔ کے ترانے کا مشہور مصرعہ پڑھا:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

ہم اپنے ملک سے نہایت محبت کرتے ہیں۔ ہمیں اس کی ہر شے سے محبت ہے۔ شاعر نے اس نظم میں اپنے وطن کی مختلف چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے فخر کا اظہار کیا ہے۔

جان پہچان: جاں نثار اختؔر ۸؍فروری ۱۹۱۴ء کو گوالیار میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مضطؔر خیر آبادی اُردو کے مشہور شاعر تھے۔ اختؔر نے علی گڑھ یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ وہ گوالیار کے وکٹوریا کالج میں اُردو کے استاد مقرر ہوئے لیکن آزادی کے بعد ممبئی چلے آئے۔ انھوں نے نظمیں بھی کہیں اور غزلیں بھی۔ ان کی نظموں کی تعداد زیادہ ہے۔ 'سلاسل، نذرِ بتاں، جاوداں، خاکِ دل اور گھر آنگن' ان کی چند مشہور کتابوں کے نام ہیں۔ 'خاکِ دل' پر انھیں سوویت دیش نہرو ایوارڈ دیا گیا تھا۔ انھوں نے چند فلموں کے لیے گیت بھی لکھے۔ جاں نثار اختؔر ۱۸؍اگست ۱۹۷۶ء کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

محبت ہے خاکِ وطن سے ہمیں — محبت ہے اپنے چمن سے ہمیں
ہمیں اپنی صبحوں سے، شاموں سے پیار — ہمیں اپنے شہروں کے ناموں سے پیار
ہمیں پیار اپنی عمارات سے — ہمیں پیار اپنی روایات سے
سلامت رہیں اپنے دشت و دمن — رہے جگمگاتا ہمارا گگن
نگاہیں ہمالہ کی اونچی رہیں — سدا چاند تاروں کو چھوتی رہیں
رہے پاک گنگوتری کی پھبن — مچلتی رہے زلفِ گنگ و جمن
نہاتا رہے نرم کرنوں میں تاج — رہے تا قیامت محبت کی لاج
ایلورا کے بُت رقص کرتے رہیں — حسیں غار تاروں سے بھرتے رہیں
رہے یہ دیوالی کی جگ مگ بہار — منڈیروں پہ جلتے دِیوں کی قطار
رہے آسماں پر دمکتا ہلال — رہے عید کا مسکراتا جمال

گلے سے گلے لوگ ملتے رہیں
دلوں کے جواں پھول کھلتے رہیں

خلاصۂ کلام: ہر انسان کو اپنے وطن سے محبت ہوتی ہے۔ جس طرح ہم اپنے گھر اور اپنے خاندان کے ہر فرد سے محبت کرتے ہیں، اسی طرح ہمیں اپنے ملک سے اور اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔ ہم اپنے ملک، اس کی روایات، اس کی ندیوں، پہاڑوں، مشہور عمارتوں اور اس کے قابلِ فخر ورثے سے محبت رکھتے ہیں۔ ہمیں اپنے ملک کے تہواروں سے بھی محبت ہے۔ ہم اپنے ملک اور اس کے ورثے کی حفاظت، لوگوں کے اتحاد اور ان کی خوشی کی دعا مانگتے ہیں۔

معنی و اشارات

دشت	–	جنگل
دمن	–	چھوٹی پہاڑی
گگن	–	آسمان
گنگوتری	–	گنگا کا منبع
پھبن	–	دلکشی
گنگ و جمن	–	ہندوستان کی دو مشہور ندیاں گنگا اور جمنا

مشق

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ شاعر نے اپنے ملک کی کن چیزوں سے پیار کا اظہار کیا ہے؟

۲۔ شاعر نے اپنے ملک کی کن چیزوں کی سلامتی کی دعا مانگی ہے؟

۳۔ شاعر نے ہمالہ کے بارے میں کیا دعا کی ہے؟

۴۔ 'حسیں غار' سے شاعر کی مراد کون سے غار ہیں؟

۵۔ اس نظم میں کن تہواروں کا ذکر کیا گیا ہے؟

✤ مختصر جواب لکھیے:

۱۔ اس نظم میں ہندوستان کے کن مقامات کا ذکر کیا گیا ہے؟

۲۔ شاعر نے ہندوستانی تہواروں کے لیے کن الفاظ میں دعا کی ہے؟

تلاش و جستجو

- اس نظم سے 'عید' کے متعلق مصرعوں کو تلاش کر کے لکھیے۔
- سوویت دیش نہرو ایوارڈ کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

وسعت میرے بیان کی

✤ **ان اشعار کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے:**

نگاہیں ہمالہ کی اونچی رہیں
سدا چاند تاروں کو چھوتی رہیں
رہے پاک گنگوتری کی پھبن
مچلتی رہے زلفِ گنگ و جمن

4RTD4Z

زورِ قلم

'میرا پیارا وطن' عنوان پر پندرہ سطریں لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ:

جاں نثار اختر کی کوئی اور وطنی نظم تلاش کر کے اپنے ساتھیوں کو سنائیے۔

لفظوں کا کھیل

✤ **ذیل کے الفاظ مکمل کیجیے:**

مثال – دشت و دمن

۱۔ گنگ و.............. ۲۔ سرو..............

۳۔ جان و.............. ۴۔ رنج و..............

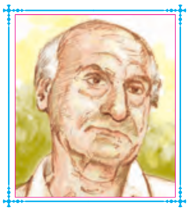

۲۰۔ ایک مکڑا اور مکّھی

میرزا ادیب

پہلی بات : آپ نے کوّے اور لومڑی کی کہانی سنی ہوگی۔ ایک کوا پیڑ پر بیٹھا تھا جس کی چونچ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ ایک لومڑی نے کوّے کو دیکھا تو اس کے جی میں آئی کہ روٹی اس سے لے لوں۔ لومڑی نے کوّے کی خوشامد کرتے ہوئے کہا تمھاری آواز تو بڑی سریلی ہے، ذرا اپنی میٹھی آواز میں کوئی گیت تو سناؤ۔ اپنی تعریف سن کر کوّا بہت خوش ہوا۔ گانے کے لیے اس نے جوں ہی منہ کھولا، روٹی کا ٹکڑا نیچے گر گیا۔ لومڑی روٹی کا ٹکڑا لے کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

ہمارے سماج میں بھی لوگ اس شخص کی خوب تعریف کرتے ہیں جس سے اپنا کام نکالنا ہو۔ اس مقصد کے لیے خوشامد کی جاتی ہے اور جھوٹی تعریف بھی لیکن عام طور پر خوشامد اور خوشامدی کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔

ذیل کا ڈراما دراصل علامہ اقبالؔ کی مشہور نظم 'ایک مکڑا اور مکّھی' کے اشعار کی بنیاد پر لکھا گیا ہے۔ نظم میں مکڑے کی خالہ کا ذکر نہیں ہے مگر ڈرامائی ضرورت کے لیے مصنف نے اسے شامل کر دیا ہے۔

اس ڈرامے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے خوشامد کرنے والوں سے دور رہنا چاہیے کیونکہ ان سے اکثر نقصان ہی اُٹھانا پڑتا ہے۔

جان پہچان : اس ڈرامے کے مصنف میرزا ادیب اُردو کے مشہور ڈراما نگار تھے۔ وہ لاہور میں ۴/اپریل ۱۹۱۴ء کو پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام دلاور علی تھا۔ ان کی تعلیم لاہور میں ہوئی۔ انھوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے کیا۔ پھر وہ افسانے اور ڈرامے لکھنے لگے۔ وہ مشہور رسالے 'ادبِ لطیف' کے مدیر بھی رہے۔ جب وہ ریڈیو میں ملازم تھے تو ان کے کئی ڈرامے نشر ہوئے۔ 'آنسو اور ستارے، لہو اور قالین، فصیلِ شب، شیشے کی دیوار' وغیرہ ان کے ڈراموں کے مجموعے ہیں۔ میرزا ادیب کا انتقال ۱۹۹۹ء میں ہوا۔

- کردار -

مکڑا (لڑکا)، خالہ مکڑی (بوڑھی عورت)، مکّھی (لڑکی)

(منظر : اسٹیج پر سامنے کی دیوار کے ساتھ ایک چھوٹی سیڑھی، اس کے اوپر ایک سیاہ رنگ کا ریشمی پردہ لٹک رہا ہے۔ یہ مکڑے کا گھر ہے۔ مکڑا سیڑھی سے نیچے اُترتا ہوا دِکھائی دیتا ہے۔ وہ گہرے خاکی رنگ کا چست لباس پہنے ہوئے ہے۔ اس کے ہاتھوں میں دستانے ہیں اور دستانوں میں اُنگلیاں مسلسل حرکت کر رہی ہیں۔ جب مکڑا فرش پر آ جاتا ہے تو بائیں طرف سے اس کی بوڑھی خالہ مکڑی داخل ہوتی ہے)

خالہ مکڑی : اے میرے پیارے بھانجے!

مکڑا : ارے خالہ جان! آج ادھر کہاں سے؟

خالہ مکڑی : کیا مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہوئے؟

مکڑا : بہت خوش ہوں خالہ جان! بہت خوش ہوں۔ فرمائیے مَیں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

خالہ مکڑی : دو دن سے بھوکی ہوں۔ میرا گھر ایسی جگہ ہے جہاں دور دور تک کوئی مکّھی نظر نہیں آتی۔ آج بھوک سے بے تاب ہو کر تمھارے پاس آئی ہوں۔ مجھ بُڑھیا کو تو بس مکّھی کی ایک ٹانگ ہی کافی ہے۔ تھوڑا سا سر بھی دے دو تو پیارے

بھانجے! یہ تمھاری مہربانی ہوگی۔

مکڑا : (کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے) خالہ جان! یہاں جب مکّھی ہی نہیں تو پھر مکّھی کی ٹانگ اور سر کہاں!

خالہ مکڑی : بھانجے! مجھ بُڑھیا کو کیوں بے وقوف بناتے ہو۔ تمھارا گھر تو ایسی جگہ ہے کہ اللہ جھوٹ نہ بلوائے، روز درجن بھر موٹی تازی مکّھیاں آجاتی ہوں گی۔

مکڑا : خالہ جان! وہ پرانے وقتوں کی مکّھیاں تھیں جو چپ چاپ ہمارے گھر میں آجاتی تھیں۔ نئے زمانے کی مکّھیاں بڑی چالاک ہوگئی ہیں۔ وہ مکڑوں کے گھروں میں جھانکتی تک نہیں۔ اِٹھلاتی، بھنبھناتی دور سے گزر جاتی ہیں۔

خالہ مکڑی : یہ نہ کہو پیارے بھانجے! مکّھیاں تو ہمیشہ بے وقوف ہی ہوتی ہیں۔ تم اپنی خالہ کو بھوکوں مارنا چاہتے ہو تو یہ اور بات ہے۔

مکڑا : خالہ! آپ سے کیا پردہ۔ میں بھی دو دن سے بھوکا ہوں۔

خالہ مکڑی : ارے، تم بھی بھوکے ہو؟

مکڑا : ہاں خالہ جان۔

خالہ مکڑی : ہائے! کیسا برا زمانہ آ گیا ہے! مکّھیاں اِتراتی پھر رہی ہیں اور مکڑے بے چارے بھوکے بیٹھے ہیں۔ بھانجے، کیا دو دن سے ایک مکّھی بھی ادھر سے نہیں گزری؟

مکڑا : خالہ جان! ابھی ابھی ایک مکّھی ادھر سے گزری تھی۔

خالہ مکڑی : تو تم نے اسے اپنے گھر میں آنے کی دعوت نہیں دی؟

مکڑا : وہ تو اِدھر رُکی ہی نہیں۔ گیت گاتی ہوئی چلی گئی۔

خالہ مکڑی : تم نے اُس سے کچھ کہا نہیں؟

مکڑا : نہیں۔

خالہ مکڑی : (ماتھے پر ہاتھ مار کر) کیسا احمق بھانجا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ ارے، جب وہ آئی تھی تو اُس سے کہتے، اے بی بی رانی! روز ادھر سے گزرتی ہو، کبھی میری کٹیا کو بھی رونق بخشو، وغیرہ وغیرہ۔

مکڑا : اچّھا اب کہوں گا۔

خالہ مکڑی : (ایک طرف کان لگا کر) ارے بھانجے! یہ ''بھیں بھیں' کی آواز کیسی ہے؟

مکڑا : شاید وہی گانے والی مکّھی ہے۔

خالہ مکڑی : تو میں چُھپ جاتی ہوں۔ دیکھو بھانجے! عقل مندی سے کام لینا۔ ہوشیاری سے بات کرنا۔ مجال ہے جو وہ نہ پھنسے۔

(خالہ مکڑی بائیں دروازے کا پردہ ہٹا کر نکل جاتی ہے۔ مکھی آتی ہے۔ چھوٹے قد و قامت کی لڑکی، شلوار اور قمیص پہنے ہوئے۔ سیاہ رنگ کا دوپٹا جو سر سے ہو کر کمر تک جاتا ہے اور کمر کے اردگرد لپیٹ دیا گیا ہے۔ سر پر کالی ٹوپی، ہاتھ ہمیشہ ملتی رہتی ہے۔ ناچتی کودتی ہوئی دائیں دروازے سے داخل ہوتی ہے۔ مکڑا اسے دیکھتا ہے اور دونوں بانہیں اوپر اُٹھا کر اس سے مخاطب ہوتا ہے)

مکڑا : میں نے کہا بی رانی! ذرا سنو تو۔

مکھی : (بڑی تمکنت سے) کیا ہے؟ کیوں دو گز کی بانہیں اُٹھائے میری راہ میں کھڑے ہو گئے ہو؟
مکڑا : بی بی رانی! اس راہ سے تمھارا ہر روز گزر رہوتا ہے لیکن میری کُٹیا کی کبھی قسمت نہیں جاگی۔ تم نے کبھی یہاں بھُولے سے بھی قدم نہیں رکھا۔
مکھی : کیوں رکھوں! میرا تمھارا کیا واسطہ ہے؟
مکڑا : غیروں سے نہ ملو تو کوئی بات نہیں ہے مگر اپنوں سے یوں کھنچ کے رہنا، کیا ٹھیک ہے؟
مکھی : تم میرے اپنے ہو؟
مکڑا : اور کیا.....! آ ؤ، آ ؤ.... میرے گھر میں آ ؤ۔ اس میں میری عزّت ہے۔
مکھی : مجھے تمھاری عزّت وزّت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، سنا تم نے مکڑے میاں!
مکڑا : کیوں نہیں ہے؟ کیا میں اتنا بُرا ہوں؟
مکھی : جاؤ میاں۔ میری راہ کھوٹی نہ کرو۔ میری سہیلی انار کے موٹے موٹے دانے لیے بیٹھی میرا انتظار کر رہی ہے۔
مکڑا : ٹھیک ہے! وہ ذرا زیادہ انتظار کرلے گی۔ دیکھو، میرا گھر تمھارا منتظر ہے۔ تم آنا چاہو تو وہ سامنے سیڑھی ہے۔
مکھی : میں جانتی ہوں جو تمھاری سیڑھی پر چڑھا، پھر کبھی نہیں اُترا۔
(مکھی 'بھیں بھیں' کرتی ہوئی اور متواتر ہاتھ ملتی ہوئی بائیں دروازے سے نکل جاتی ہے۔ خالہ مکڑی آتی ہے)
مکڑا : خالہ جان! وہ تو اپنی سہیلی کے گھر انار کھانے چلی گئی۔
خالہ مکڑی : کھانے دو۔ کھا کر اور موٹی ہو جائے گی۔ آخر لوٹ کر اِدھر ہی سے گزرے گی نا!
مکڑا : وہ کیسے؟
خالہ مکڑی : تم نے اپنا گھر سجا رکھا ہے نا؟
مکڑا : بس یہ ریشمی پردہ ہے۔
خالہ مکڑی : اب وہ ادھر آئے تو اُس سے اپنے گھر کی دل کھول کر تعریف کرنا۔ کہنا، اِس میں یہ ہے، وہ ہے۔ دور سے اُڑ کر آئی ہو، تھک گئی ہو، ذرا آرام کرلو، وغیرہ وغیرہ۔ سمجھ گئے نا؟
مکڑا : سمجھ گیا۔
خالہ مکڑی : بھانجے! بزرگوں کی نصیحتوں پر عمل کرو، کبھی گھاٹے میں نہیں رہو گے۔ اب میں جاتی ہوں۔ وہ آ رہی ہو گی۔
(خالہ مکڑی پردے کے پیچھے غائب ہو جاتی ہے۔ مکّھی آتی ہے)
مکڑا : بی بی مکّھی!
مکھی : جی مکڑے میاں!
مکڑا : انار مزیدار ہو گا؟
مکھی : جی ہاں، بہت مزیدار تھا! (طنزیہ انداز سے کہتی ہے) فرمائیے، کیا کہنا چاہتے ہیں حضور؟
مکڑا : بی بی مکّھی! میرے گھر تم کو آنا چاہیے۔ اگرچہ یہ دیکھنے میں باہر سے چھوٹی سی کُٹیا نظر آتا ہے مگر اس کے اندر تمھیں

دِکھانے کی بہت ساری چیزیں ہیں۔ دروازوں پر باریک پردے لٹکے ہوئے ہیں اور دیواروں کو میں نے آئینوں سے سجا رکھا ہے۔

مکھی : مکڑے صاحب!

مکڑا : جی مکّھی صاحبہ!

مکھی : ہو تم بڑے چالاک!

مکڑا : جی نہیں۔ میں تو تمھارا قدرداں ہوں اور بس۔

مکھی : تم نے سمجھ کیا رکھا ہے مجھے۔ فریبی کہیں کے!

مکڑا : کیوں ناراض ہوتی ہو؟ میں نے تمھارے بھلے ہی کی بات کی ہے۔ نہ جانے کہاں سے اُڑ کر آ رہی ہو۔ تھک گئی ہوں گی۔ میرے گھر میں نرم بچھونے ہیں۔ تھوڑا آرام کرلو۔

مکھی : ان نرم بچھونوں سے خدا مجھ کو بچائے۔ ان پر ایک بار کوئی سو جائے تو پھر کبھی اُٹھ نہیں سکتا۔

(مکھی دائیں دروازے سے نکل جاتی ہے۔ خالہ مکڑی بائیں دروازے سے اندر آتی ہے)

مکڑا : خالہ! میں اب آپ کی کوئی نصیحت نہیں مانوں گا۔

خالہ مکڑی : وہ کیوں پیارے بھانجے؟

مکڑا : آپ نے جو کچھ کہا تھا، میں نے اس سے کہہ دیا۔ پر وہ اتنی چالاک ہے کہ اس پر میری کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوا۔

خالہ مکڑی : نااُمید کیوں ہوتے ہو میاں بھانجے! ابھی ایک آخری ہتھیار باقی ہے جس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

مکڑا : اور وہ ہتھیار کیا ہے؟

خالہ مکڑی : وہ ہتھیار ہے خوشامد۔ اس سے جہاں میں سو کام نکلتے ہیں۔ دنیا میں جسے دیکھو وہی خوشامد کا بندہ ہے۔ یہ ہتھیار آزما کر دیکھو، ناکام نہیں رہوگے۔

مکڑا : خالہ جان! وہ کمبخت بڑی چالاک ہے۔

خالہ مکڑی : ہوتی پھرے! خوشامد سے پتھر دل بھی پگھل جاتے ہیں۔ اس کا دل بھی ضرور پسیجے گا۔ (بھِن بھِن کی آواز آتی ہے) وہ آ گئی! خوب خوب خوشامد کرنا۔

(خالہ مکڑی بائیں دروازے کے پردے کے پیچھے چلی جاتی ہے۔ مکّھی آتی ہے)

مکڑا : خوش آمدید!

مکھی : شکریہ!

مکڑا : کیا پھر سہیلی نے بلایا ہے؟

مکھی : نہیں۔ اب کل جاؤں گی۔ زیادہ کھا لیا ہے۔ ٹہل رہی ہوں۔

مکڑا : ٹہلنے سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ واہ کیا ترکیب ہے۔ تم بڑی عقل مند ہو!

مکھی : سو تو میں ہوں۔

مکڑا : اللہ نے تمھیں بڑا رتبہ بخشا ہے، جو بھی تم کو ایک نظر دیکھتا ہے، اسے تم سے محبّت ہو جاتی ہے۔

مکھی : سچ کہتے ہو؟

مکڑا : اور کیا میں جھوٹ بولوں گا؟ تمھارے حسن کی تو تعریف نہیں ہوسکتی۔ تمھاری آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکتی ہوئی کنیاں ہیں اور تمھارا سر اللہ نے کلغی سے سجایا ہے۔ واہ واہ! سبحان اللہ! ہر شے بے حد پیاری ہے، بہت ہی خوب صورت!

مکھی : اچّھا!

مکڑا : جی ہاں۔ یہ حُسن، یہ پوشاک، یہ خوبی، یہ صفائی اور پھر تم اُڑتے ہوئے گاتی ہو تو اتنی اچھی لگتی ہو کہ...کہ میرے پاس وہ الفاظ ہی نہیں جن سے تمھاری تعریف کرسکوں۔

مکھی : تم تو بڑے اچھے مکڑے ہو۔ اب تم سے مجھے کوئی کھٹکا نہیں۔ کسی کا دل توڑنا اچّھا نہیں ہوتا۔ میں تمھاری مہمان ضرور بنوں گی۔

مکڑا : تشریف لائیے۔ میں نے راہ میں آنکھیں بچھا رکھی ہیں۔

(مکڑی سیڑھی کی طرف جاتی ہے اور اوپر چڑھنے لگتی ہے۔ مکڑا اس کے پیچھے پیچھے آتا اور خالہ کو اشارہ کرتا ہے۔ خالہ مکڑی بھی اُدھر کا رخ کرتی ہے۔ آواز آتی ہے)

بھوکے تھے کئی روز سے اب ہاتھ جو آئی
آرام سے گھر بیٹھ کے مکّھی کو اڑایا

(پردہ گرتا ہے)

معنی و اشارات

بے تاب ہونا	-	بے چین ہونا
جھانکنا	-	دیکھنا
احمق	-	بے وقوف
کٹیا	-	جھونپڑی
مجال ہے جو وہ نہ پھنسے	-	ہر حال میں اسے پھنسنا ہے
تمکنت	-	غرور
قسمت جاگنا	-	حالات کا بہتر ہو جانا
کِھنچ کر رہنا	-	دور رہنا، واسطہ نہ رکھنا
راہ کھوٹی کرنا	-	راستہ روکنا
فریبی	-	دھوکے باز
یہ ہتھیار آزما کر دیکھو	-	مراد یہ کام کرکے دیکھو
پتھر دل بھی پگھل جاتے ہیں		سخت دل بھی نرم پڑ جاتے ہیں
دل پسیجنا	-	رحم آنا
راہ میں آنکھیں بچھانا	-	عزّت کے ساتھ استقبال کرنا

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے:**

۱۔ خالہ مکڑی کتنے دن سے بھوکی تھی؟
۲۔ مکڑے کا گھر کہاں تھا؟
۳۔ مکڑی نے کھانے کے لیے مکڑے سے کیا مانگا؟
۴۔ مکڑی کی نظر میں مکّھیاں کیسی ہیں؟
۵۔ آخر میں مکّھی کو پکڑنے کے لیے خالہ مکڑی نے کیا مشورہ دیا؟
۶۔ مکّھی مکڑے کے جال میں کب پھنسی؟

✤ **مختصر جواب لکھیے:**

۱۔ مکّھی کی راہ میں کھڑے ہو کر مکڑے نے کیا کہا؟
۲۔ پہلی مرتبہ مکڑے کے بلانے پر مکّھی اس کے گھر کیوں نہیں گئی؟
۳۔ مکڑے کی کٹیا کیسی تھی؟
۴۔ مکّھی کی تعریف میں مکڑے نے کیا کیا کہا؟
۵۔ خوشامد کے متعلق خالہ مکڑی نے کیا کہا؟

✤ **خالی جگہ پُر کیجیے:**

۱۔ مجھ بُڑھیا کو تو بس مکّھی کی ایک ....ہی کافی ہے۔
۲۔ نئے زمانے کی مکھیاں بڑی..........ہو گئی ہیں۔
۳۔ مکھیاں .... پِھر رہی ہیں۔
۴۔ اس راہ سے تمھارا ہر روز .... ہوتا ہے۔
۵۔ میری سہیلی ....کے موٹے موٹے دانے لیے بیٹھی میرا انتظار کر رہی ہے۔
۶۔ میرے گھر میں .... بچھونے ہیں۔
۷۔ دنیا میں جسے دیکھو وہی خوشامد کا .... ہے۔

✤ **کس نے کس سے کہا؟**

۱۔ ''کیا مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہوئے؟''
۲۔ ''میں بھی دو دن سے بھوکا ہوں۔''
۳۔ ''میرا تمھارا کیا واسطہ ہے؟''
۴۔ ''انار مزیدار ہوگا؟''
۵۔ ''سچ کہتے ہو؟''

بول چال

✤ **مناسب جوڑیاں لگائیے:**

الف	ب
مہربانی ہوگی	کتنا خوبصورت گھر بنایا ہے آپ نے!
اللہ جھوٹ نہ بلوائے	اس جلسۂ تقسیمِ انعامات میں آپ کا استقبال ہے۔
کیا مجال	تجھے بھی کوئی نوکری ضرور ملے گی۔
آپ ہی کو مبارک ہو	جو وہ اپنے مالک کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرے۔
نا اُمید کیوں ہوتا ہے؟	اگر آپ میری یہ درخواست قبول فرمائیں۔
سبحان اللہ!	مرنے کے بعد فقیر کے تھیلے سے لاکھوں روپے نکلے۔
ماشاءاللہ!	خدا نے کیسے خوبصورت جانور اس دنیا میں پیدا کیے ہیں۔
خوش آمدید!	آپ ہی کے تعاون سے یہ کام پورا ہوا۔
شکریہ	یہ عیش و آرام، میں اپنی محنت کی کمائی میں خوش ہوں۔

سرگرمی/منصوبہ:

اپنی لائبریری سے علّامہ اقبال کا کلیات حاصل کیجیے اور نظم 'مکڑا اور مکھی' کو اپنی بیاض میں خوش خط لکھیے۔

اضافی معلومات

مکڑی :

مکڑی کے جالے ہمیں جا بجا نظر آتے ہیں۔ عام طور پر کیڑوں کو چھے پیر ہوتے ہیں مگر مکڑی کو آٹھ پیر ہوتے ہیں۔ ان پر روئیں ہوتے ہیں۔ اس کے پنجے دندانے دار ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ آسانی سے جال پر چل سکتی ہے۔ اگر اس کا پیر ٹوٹ جائے تو زخم مندمل ہوتے ہی دوسرا پیر نکل آتا ہے۔ یہ دنیا میں انٹارکٹکا کے سوا ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ مکڑی کی ہزاروں قسمیں ہیں۔

مکڑی کا جسم دو حصّوں میں تقسیم ہوتا ہے؛ بر صدر اور پیٹ۔ مکڑی کی غذائی نالی بہت تنگ ہوتی ہے اس لیے وہ ٹھوس غذا کا استعمال نہیں کرتی۔ وہ ٹھوس غذا کو ہضمی رس کے ذریعے مائع میں تبدیل کرنے یا منہ میں موجود خاص ساختوں کے ذریعے غذا کو بہت باریک کر کے استعمال کرتی ہے۔ مکڑی کو پر نہیں ہوتے اور اس کی بصارت زیادہ تیز نہیں ہوتی۔ مکڑی کے جال کے سیدھے تار خشک ریشمی دھاگے کی مانند ہوتے ہیں اور دائروی ریشے لیس دار ہوتے ہیں تاکہ کیڑے مکوڑے ان سے چپک جائیں۔

عام طور پر مکڑی کا دورِ حیات دو سال ہوتا ہے لیکن چند قسم کی مکڑیاں پچیس سال بھی زندہ رہتی ہیں۔ مکڑیوں کا زہر انسان کے لیے خطرناک ہوتا ہے۔

مکّھی :

مکّھی بہت خطرناک کیڑا ہے۔ مکّھیاں عام طور پر گرما اور برسات میں زیادہ نظر آتی ہیں۔ اس کا رنگ ہلکا بھوُرا ہوتا ہے۔ اس کی آنکھیں مرکّب ہوتی ہیں یعنی آنکھ میں کئی عدسے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے یہ ہر طرف دیکھ سکتی ہے۔

مکّھی کے منہ میں ایک چھوٹی سونڈ ہوتی ہے جس کا آخری سرا چوڑا اور اسفنج کی طرح ہوتا ہے۔ ایک پتلی نلی منہ سے نکل کر اسفنجی حصّے کے بیچوں بیچ کھلتی ہے۔ اس نلی سے مکھی لعاب خارج کرتی اور غذا کو مائع میں تبدیل کر کے چوس لیتی ہے۔

مکھیاں غلاظت پر بیٹھتی ہیں۔ اس میں موجود جراثیم ان کے پیروں اور پروں کے رووَں سے چپک جاتے ہیں۔ جب یہ کھانے پینے کی چیزوں پر بیٹھتی ہیں تو جراثیم غذا میں شامل ہو جاتے ہیں۔ گھریلو مکّھی کے ذریعے ہیضہ، ٹائفائیڈ، پیچش جیسی بیماریاں پھیلتی ہیں اس لیے کھانے پینے کی چیزوں کو ہمیشہ ڈھانک کر رکھنا چاہیے۔

مکّھیوں کا دورِ حیات صرف اٹھائیس دن ہوتا ہے لیکن ان میں افزائشِ نسل بہت تیز ہوتی ہے۔

درج بالا معلومات پڑھ کر اس سے متعلق پانچ سوال بنائیے۔

مثال : عام طور پر کیڑوں کے کتنے پیر ہوتے ہیں؟

لفظوں کا کھیل

✤ روزانہ نظر آنے والے پانچ کیڑوں کے نام تلاش کر کے لکھیے :

ح	م	ک	ڑ	ی	ث
ص	ی	ل	م	گ	س
م	ک	و	ڑ	ا	ت
ط	گ	و	ڑ	ا	ت
ٹ	ڈ	ڈ	ا	ٹ	ل
د	ی	م	ک	ش	ی

زمانۂ حال

گزرے ہوئے وقت یعنی زمانۂ ماضی میں ہونے والے افعال (کام) کی تین قسموں سے آپ واقف ہو چکے ہیں۔ یہاں جاری وقت یعنی زمانۂ حال میں ہونے والے افعال کی قسموں کے تعلق سے کچھ باتیں کی جا رہی ہیں۔

(الف) ذیل کے جملوں کو پڑھیے۔

۱۔ تھوڑی سی بارش ٹھنڈک کی جگہ اور بھی حبس پیدا کر دیتی ہے۔

۲۔ بچپن کی سبزی جوانی کا سرخ لباس پہنتی ہے۔

۳۔ مرچ کے پیٹ میں بہت سے بیج ہوتے ہیں۔

۴۔ میں بھی تمھاری طرح سوتا ہوں۔

ان مثالوں کے خط کشیدہ افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا وقت جاری یعنی حال کا زمانہ ہے۔ ایسے افعال کے زمانے کو 'زمانۂ حال مطلق' کہتے ہیں۔ حال مطلق کے زمانے سے اکثر کسی واقعے یا عادت کے واقع ہونے کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔

(ب) ذیل کے جملوں میں ان کے افعال کے زمانے پر غور کیجیے۔

۱۔ بوڑھی کاکی پتلوں پر سے پوریوں کے ٹکڑے اُٹھا کر کھا رہی ہیں۔

۲۔ آزاد نے دیکھا کہ خوجی جھومتا جھامتا چلا آ رہا ہے اور بڑبڑاتا جا رہا ہے۔

۳۔ کوئی میرا نام لے کر پکار رہا ہے۔

۴۔ علماءِ کرام انگریزوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے آ رہے ہیں۔

۵۔ اس نظم میں شاعر یہ کہہ رہا ہے۔

خط کشیدہ افعال سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان کا وقت موجودہ زمانے میں جاری ہے۔ ایسے افعال کے زمانے کو 'زمانۂ حال جاری' کہتے ہیں۔

(ج) اب ذیل کی مثالوں میں ان کے افعال کے زمانے پر غور کیجیے۔

۱۔ یہ بات مشہور ہوئی کہ مکے کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔

۲۔ آج بدھ رام کے لڑکے سکھ رام کا تلک آیا ہے۔

۳۔ ''کاکی اُٹھو۔ میں پوریاں لائی ہوں۔''

۴۔ ''کیا تمھاری اماں نے دی ہیں؟''

۵۔ یہ شگوفہ خود ان ہی کا چھوڑا ہوا ہے۔

مثالوں کے خط کشیدہ افعال سے ظاہر ہے کہ ان کا وقت جاری زمانے میں ابھی ابھی پورا ہوا ہے۔ ایسے افعال کے زمانے کو 'زمانۂ حال مکمل' کہا جاتا ہے۔

- نیچے دیے گئے جملوں کو زمانۂ حال کی تینوں قسموں میں الگ کر کے لکھیے۔

۱۔ اللہ نے جو خلعت مجھے پہنائی ہے اس کو میں اپنے ہاتھ سے نہ اُتاروں گا۔

۲۔ خموشی چھا رہی ہے، شور و غل کم ہوتا جاتا ہے۔

۳۔ مجھے دوسو روپے سال کی آمدنی ہو رہی ہے۔

۴۔ مجھ سے بڑا بھاری گناہ ہوا ہے۔

۵۔ کوئی بید گھماتا ہے، کوئی لکڑی ہلاتا ہے۔

۶۔ میں ابھی معلوم کر کے آتا ہوں۔

۲۱۔ رباعیات

پہلی بات : اب تک آپ نے بہت سی نظمیں پڑھی ہیں۔ نظم میں مصرعوں اور اشعار کی تعداد کم زیادہ ہوتی ہے۔ مثلاً آپ نے نظم ’خاکِ وطن‘ پڑھی ہے۔ اس میں گیارہ اشعار یا ۲۲ ر مصرعے ہیں۔ اب جو چھوٹی سی نظم آپ پڑھنے والے ہیں، اسے ’رباعی‘ کہتے ہیں کیونکہ یہ چار مصرعوں کی نظم ہوتی ہے۔ رباعی کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے میں قافیہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی رباعی کے چاروں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ رباعی کہنے کے لیے ایک مخصوص وزن مقرر ہے۔ عام طور پر اس میں اخلاقی اور حکیمانہ مضامین بیان کیے جاتے ہیں۔

میر انیسؔ

جان پہچان : میر ببر علی انیسؔ ۰۳/۱۸۰۲ء میں فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ وہ میر خلیق کے بیٹے اور میر حسن کے پوتے تھے۔ شاعری میں وہ اپنے والد کے شاگرد تھے۔ میر انیسؔ نے مرثیہ گوئی میں کمال حاصل کیا۔ ساتھ ہی رباعی کی صنف میں بھی نام کمایا۔ ۱۰ر دسمبر ۱۸۷۴ء کو لکھنؤ میں ان کا انتقال ہوا۔

وہ موجِ حوادث کا تھپیڑا نہ رہا
کشتی وہ ہوئی غرق ، وہ بیڑا نہ رہا
سارے جھگڑے تھے زندگانی تک انیسؔ
جب ہم نہ رہے تو کچھ بکھیڑا نہ رہا

اکبرؔ الٰہ آبادی

جان پہچان : سیّد اکبر حسین اکبرؔ الٰہ آبادی ۱۶ر نومبر ۱۸۴۶ء کو الٰہ آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم ان کے والد کی نگرانی میں ہوئی۔ انھوں نے وکالت کا امتحان پاس کیا اور ترقی پا کر جج ہوئے۔ اکبر کی شاعری طنز و مزاح کی عمدہ مثال ہے۔ اسی کے ساتھ اس میں اخلاقی اور اصلاحی مقاصد بھی سامنے آتے ہیں۔ ان کی نظموں کے ساتھ رباعیوں میں بھی یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ ۹ر ستمبر ۱۹۲۱ء کو الٰہ آباد میں ان کا انتقال ہوا۔

غفلت کی ہنسی سے آہ بھرنا اچھّا
افعالِ مُضر سے کچھ نہ کرنا اچھّا
اکبرؔ نے سنا ہے اہلِ غیرت سے یہی
جینا ذِلّت سے ہو تو مرنا اچھّا

یاسؔ یگانہؔ چنگیزی

جان پہچان : یاسؔ یگانہؔ چنگیزی کا اصل نام مرزا واجد حسین تھا۔ وہ ۱۸۸۳ء کو عظیم آباد (پٹنہ) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے دارالترجمہ، حیدر آباد میں بھی ملازمت کی۔ ’چراغِ سخن‘، ’آیاتِ وجدانی‘، ’غالب شکن‘ ان کی شعری و نثری تصانیف ہیں۔ یاسؔ کے کلام میں لطیف جذبات کا اظہار بھی طنزیہ انداز میں ہوا ہے۔ ان کا انتقال ۹ر فروری ۱۹۵۶ء کو لکھنؤ میں ہوا۔

کس کام کا دل جو ہو خبر سے خالی
منہ میں ہے زباں مگر اثر سے خالی
ان عقل کے اندھوں پہ خدا رحم کرے
آنکھیں دو دو مگر نظر سے خالی

امجد حیدر آبادی

جان پہچان : امجد حیدر آبادی مشہور اور اہم رباعی گو شاعر تھے۔ وہ یکم جنوری ۱۸۸۸ء کو حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کی رباعیوں میں اخلاقی مضامین کی کثرت ہوتی ہے۔ امجد نے 'جمالِ امجدی' کے نام سے اپنی سوانح بھی لکھی ہے۔ ۳۱؍جنوری ۱۹۶۱ء کو انھوں نے حیدر آباد میں وفات پائی۔

ہر چیز کا کھونا بھی بڑی دولت ہے
افلاس نے سخت موت آساں کردی
بے فکری سے سونا بھی بڑی دولت ہے
دولت کا نہ ہونا بھی بڑی دولت ہے

معنی و اشارات

موجِ حوادث	-	حادثوں کا سلسلہ
بیڑا	-	بہت سی کشتیوں کا مجموعہ
بکھیڑا	-	اُلجھن، گڑبڑ
افعالِ مضر	-	بُرے کام
اہلِ غیرت	-	شرم والے
عقل کے اندھے	-	بے عقل
افلاس	-	غریبی

512ZZS

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے :**

۱۔ رباعی میں کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟
۲۔ انیسؔ کس کے شاگرد تھے؟
۳۔ زندگی کے سارے ہنگامے کب ختم ہوگئے؟
۴۔ اکبرؔ نے کون سا امتحان پاس کیا؟
۵۔ اکبرؔ نے اہلِ غیرت سے کیا سنا ہے؟
۶۔ یاسؔ یگانہ نے کہاں ملازمت کی؟
۷۔ یاسؔ یگانہ نے عقل کے اندھے کن لوگوں کو کہا ہے؟
۸۔ امجدؔ کی سوانح کا کیا نام ہے؟
۹۔ دولت سے محرومی کو بھی شاعر نے دولت کیوں کہا ہے؟

✤ **خالی جگہیں پُر کیجیے :**

۱۔ کشتی وہ ہوئی غرق وہ .... نہ رہا
۲۔ جینا .... سے ہو تو مرنا اچھا
۳۔ منہ میں ہے .... مگر اثر سے خالی
۴۔ .... سے سونا بھی بڑی دولت ہے

عکس - بر عکس

✤ **رباعیات سے درج ذیل الفاظ کی ضد تلاش کیجیے :**

موت ، رونا ، مفید ، عزّت ، بھرا ہوا ، ظلم ، پانا ، نرم ، مشکل

بول چال

✤ **محاورے مکمل کیجیے :**

۱۔ خطرے کی .... بجنا۔ (گھنٹی / بانسری)
۲۔ اُڑتی .... کے پر گننا۔ (مینا / چڑیا)
۳۔ .... کو چراغ دِکھانا۔ (سؤرج / چاند)

لفظوں کا کھیل

'خال' کے ہم آواز پانچ الفاظ لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ :

اوپر دیے ہوئے شعرا کے علاوہ دیگر شعرا کی چند رباعیات اپنی بیاض میں نقل کیجیے۔

۲۲۔ مچھلیوں کا شکار

شفیق الرحمٰن

پہلی بات : بچوں کی خیالی دنیا بڑی عجیب ہوتی ہے۔ جن انوکھی چیزوں کے بارے میں سوچتے ہیں، وہ سب چیزیں انھیں دِکھائی دیتی ہیں، جیسے پریاں، دیو، بھوت، شہزادے وغیرہ۔ بچے جب آپس میں ملتے ہیں تو وہ اپنی خیالی دنیا کا تذکرہ بڑے مزے لے لے کر کرتے ہیں اور ہر بات کو سچ سمجھتے ہیں۔ کبھی اپنی خیالی چیزوں کو سچ ثابت کرنے کے لیے وہ ایسا کچھ کر جاتے ہیں کہ انھیں نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ ذیل کے مزیدار سبق میں بچے اس جھیل سے مچھلیاں پکڑ لانے کو اپنا کارنامہ بتاتے ہیں جس میں مچھلیاں پائی ہی نہیں جاتیں۔

مچھلیاں حاصل کرنے کے لیے مچھیرے ندیوں، تالابوں اور سمندر کا رُخ کرتے ہیں۔ مچھلیوں کا شکار جہاں انسانوں کی ایک ضرورت ہے وہیں ایک دلچسپ مشغلہ بھی ہے۔ اس مضمون میں مچھلیوں کے شکار کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

جان پہچان : اُردو کے ممتاز مزاح نگار شفیق الرحمٰن ۹ رنومبر ۱۹۲۰ء کو روہتک کے ایک مقام کلانور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ۱۹۴۲ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، لاہور سے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ میڈیکل امتحان میں نمایاں کامیابی کی وجہ سے انھیں انڈین آرمی میڈیکل سروس میں لے لیا گیا۔ پاکستان بن گیا تو وہ پاکستانی فوج کا حصہ بن گئے اور میجر جنرل کے عہدے تک ترقی کی۔

شفیق الرحمٰن کے مزاح کا انداز بہت ہلکا پھلکا اور نہایت شائستہ ہے۔ ان کی تحریریں عوام میں بہت مقبول ہیں۔ ان کے مضامین کے مجموعوں میں 'شگوفے، مدوجزر، حماقتیں، مزید حماقتیں' اور 'دجلۂ' زیادہ مشہور ہوئے۔ ۱۹ر مارچ ۲۰۰۰ء کو راول پنڈی میں ان کا انتقال ہوا۔

ہم ہر اتوار جھیل کے کنارے گزارتے۔ بڑے اہتمام سے مچھلیاں پکڑنے کا پروگرام بنتا۔ مچھلیاں بھوُننے کا سامان بھی ساتھ ہوتا۔ ہمارے مچھلیاں پکڑنے کے طریقے بھی صحیح تھے لیکن ہم نے کبھی وہاں ایک بھی مچھلی نہیں پکڑی۔ انجینئر صاحب اور ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ اس جھیل میں مچھلیاں بالکل نہیں ہیں۔ جھیل کے پانی میں کوئی خرابی تھی۔ اس میں معدنیات کے کچھ ایسے اجزا شامل تھے جن کی وجہ سے مچھلیاں زندہ نہیں رہ سکتی تھیں لیکن ہمیں اس پر بالکل یقین نہ آتا۔ ایسی خوشنما جھیل میں تو مچھلیاں دوُر دوُر سے آکر رہیں گی۔

ہم اُداس ہوتے یا ہمیں دھمکایا جاتا تو ہم سیدھے جھیل کا رُخ کرتے۔ گھاس پر بیٹھ جاتے۔ بادشاہوں، پریوں اور بحری ڈاکوؤں کی کہانیاں پڑھتے۔ ذرا سی دیر میں ہم بھول جاتے کہ اس خوبصورت گوشے کے علاوہ دنیا کے اور حصّے بھی ہیں جہاں اسکول ہیں۔ اسکول کا کام ہے، ماسٹر صاحب کی ڈانٹ ہے، گھر والوں کی گھڑکیاں ہیں۔

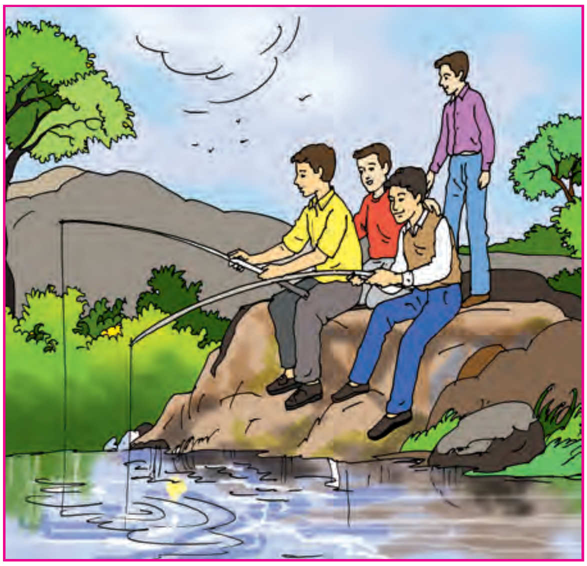

ہم دوسرے کنارے کی باتیں کرتے جسے دیکھنے کا ہمیں بے حد شوق تھا۔ ہم قیاس آرائیاں کرتے کہ وہاں کیا کچھ ہوگا، شاید وہاں کسی قسم کی دنیا ہوگی۔ ہم نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ جھیل کو عبور کر کے دوسری طرف جا پہنچیں لیکن ہمیں کشتی نہ مل سکی، نہ ہمیں تیرنا آتا تھا۔

ہم چاندنی رات میں جھیل کے کنارے بیٹھ کر ایک دوسرے کو پریوں کی کہانیاں سناتے تو جیسے سارے کردار ہماری آنکھوں کے سامنے چلنے پھرنے لگتے۔ چاندنی کچھ یوں بدل جاتی اور دوسرا کنارہ ایسا پُرسحر خطّہ معلوم ہونے لگتا کہ ہم سچ مچ پریوں کے ملک میں پہنچ جاتے۔

اگر وہ جھیل وہاں نہ ہوتی تو نہ جانے ہمارے دن کیونکر گزرتے۔ کیونکہ گھر میں ہر ایک ہم دونوں کا دشمن تھا اور ڈانٹ پلانے پر تلا ہوا تھا۔ اُن کا رویّہ یہ تھا کہ اگر کچھ کِیا ہے تو کیوں کِیا ہے اور اگر نہیں کیا ہے تو کیوں نہیں کِیا؟ ان دنوں سب کے دلوں میں یہ خیال بیٹھ گیا تھا کہ ہم دونوں نہایت نالائق ہیں اور بالکل نہیں پڑھتے۔ ابّا کا تبادلہ حسبِ معمول آبادی سے دور کسی ویرانے میں ہوا اور مجھے روفی کے یہاں بھیج دیا گیا۔ گھر سے ہر خط میں تاکید آتی کہ لڑکے کی پڑھائی کا خاص خیال رکھا جائے۔ چناں چہ خاص سے بھی زیادہ خیال رکھا جاتا۔ گیہوں کے ساتھ گُھن باقاعدہ پِستا اور ننھے میاں کی خوب تواضع ہوتی۔ ننھے میاں سونے سے پہلے بڑے خشوع و خضوع سے دعا مانگتے کہ ربّ العالمین! ہمارے کنبے والوں کو نیک ہدایت دے اور بتا کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے کیونکہ اب تک یہ لوگ اس سے بے بہرہ ہیں۔

ایک دن گھر میں سب بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ جھیل کی باتیں شروع ہوگئیں۔ مچھلیوں کے متعلق ان کے شبہات بدستور تھے۔ ہم نے بڑے وثوق سے کہا کہ وہاں بڑی بڑی مچھلیاں ہیں۔ ہم اکثر پکڑتے رہتے ہیں۔ ہم نے کئی مرتبہ انھیں بھُونا بھی ہے۔ بولے اچھا، اس مرتبہ پکڑو تو گھر لانا۔ ہم بھی چکھیں گے۔

اگلے اتوار کو ہم صبح سے شام تک چھڑیاں پانی میں ڈالے بیٹھے رہے لیکن کچھ نہ ملا۔ واپسی پر بازار میں مچھلی والے سے بڑی بڑی مچھلیاں خریدی گئیں اور باورچی کے حوالے کی گئیں۔ اتّفاق سے اس شام کو سب کہیں باہر مدعو تھے۔ گھر میں صرف میں اور روفی تھے اور ایک بزرگ جو ننھے میاں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ رات کو انھیں اچھی طرح دِکھائی نہیں دیتا تھا۔ ننھّے میاں پہلے تو دسترخوان پر بیٹھتے تھے؛ پھر چپکے سے اُٹھ جاتے۔ ادھر بلّیاں قطار باندھے منتظر ہوتیں اور بڑے اطمینان کے ساتھ آ بیٹھتیں۔ وہ یہی سمجھتے کہ ننھّے میاں ساتھ بیٹھے ہیں۔ چناں چہ وہ بار بار بلّیوں سے کہتے، ''برخوردار! بھُوکے مت رہنا۔'' چیزیں اُٹھا اُٹھا کر ان کے سامنے رکھتے۔ ''یہ چکھو برخوردار.... یہ بھی کھاؤ برخوردار!'' ادھر بلّیاں بڑے سکون سے کھاتیں۔

چناں چہ ہماری خریدی ہوئی مچھلیاں اس روز بلّیوں نے کھائیں۔ اگلی مرتبہ ہم جھیل پر گئے اور مچھلیاں خرید لائے تو نہ جانے کس کے مشورے سے مچھلیاں ڈاکٹر صاحب کے ہاں بھیج دی گئیں۔ اس سے اگلی مرتبہ انجینئر صاحب کے ہاں۔ پھر ایک روز کیا ہوا کہ سب کے سامنے مچھلی والا حساب لے کر آ گیا۔ دراصل ہمارا جیب خرچ ختم ہو چکا تھا اور مچھلیاں اُدھار آ رہی تھیں۔ سب کو پتا چل گیا۔ ہمارا خوب مذاق اُڑایا گیا۔

معنی و اشارات

قیاس آرائی	-	سوچنا، خیال کرنا
پُرسحر	-	جادو بھرا
تواضع	-	خاطر مدارات، مراد پٹائی
گیہوں کے ساتھ گُھن پِسنا	-	کسی بڑی مصیبت میں بے قصور لوگ بھی پھنس جاتے ہیں
خشوع و خضوع	-	عاجزی کرنا، گڑگڑانا
بے بہرہ	-	انجان
شبہات	-	شبہ کی جمع، شک
وثوق	-	یقین

518H2F

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے:**

۱۔ شفیق الرحمٰن کہاں پیدا ہوئے؟
۲۔ شفیق الرحمٰن کی کون سی کتابیں مشہور ہیں؟
۳۔ جھیل کے کنارے کس قسم کی کہانیاں پڑھی جاتی تھیں؟
۴۔ مصنّف اور روفی جھیل کو کیوں عبور نہیں کر پاتے تھے؟
۵۔ ننھے میاں سونے سے پہلے کیا دعا مانگا کرتے تھے؟
۶۔ مچھلیوں کے متعلّق کہا گیا جھوٹ کس طرح کُھلا؟
۷۔ مصنّف اور روفی کا مذاق کیوں اُڑایا گیا؟

✤ **مختصر جواب لکھیے:**

۱۔ جھیل میں مچھلیوں کے نہ ہونے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟
۲۔ جھیل کی سیر کا حال کس طرح بیان کیا گیا ہے؟
۳۔ بازار سے مچھلیاں کیوں خریدی گئی تھیں؟
۴۔ خریدی ہوئی مچھلیاں بلیوں نے کیوں کھائیں؟

تلاش و جستجو

✤ **سبق کی مدد سے درج ذیل جملے مکمل کیجیے:**

۱۔ ذرا سی دیر میں ہم بھول جاتے کہ.............
۲۔ ہم قیاس آرائیاں کرتے کہ.............
۳۔ دوسرا کنارہ ایسا پُرسحر خطّہ معلوم ہونے لگتا کہ.......
۴۔ سب کے دلوں میں یہ خیال بیٹھ گیا تھا کہ..........
۵۔ پھر ایک روز کیا ہوا کہ.............

زورِ قلم

شکاری اپنے شکار کے قصے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں یا گپیں ہانکتے ہیں۔ شکاریوں کے کئی لطیفے مشہور ہیں۔ اپنی پسند کا کوئی لطیفہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

عبارت آموزی

✤ **درج ذیل اقتباس پڑھ کر نیچے دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیے:**

کسی جگہ دو گپ باز بیٹھے شیخی بگھار رہے تھے۔ ایک نے کہا، ”ایک مرتبہ میں شکار کے لیے نکلا تو کئی دنوں تک بھٹکتا رہا۔ آخر ایک دن اچانک شیر نظر آیا۔ میں نے فوراً نشانہ باندھا اور فائر کر دیا۔ میری آہٹ پاتے ہی شیر پیڑ کی آڑ میں چھپ گیا۔ میری بندوق کی گولی بھی کم ہوشیار نہ تھی۔ وہ بھی ایک پیڑ کی آڑ میں رُکی رہی اور تھوڑی دیر بعد شیر کے باہر نکلتے ہی اسے جا لگی۔ شیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔“

دوسرے گپّی نے کہا، ”میرا واقعہ تو اور بھی عجیب ہے۔ میں ایک مرتبہ ہمالیہ کی ترائی میں سیر کر رہا تھا اور بالکل نہتّا تھا۔ اچانک ایک شیر میرے سامنے آ گیا۔ میں قطعی نہ گھبرایا اور اس سے کہا، ”واہ میاں شیر! کپڑے بھی نہیں پہنے، ننگ دھڑنگ ہی چلے آئے۔ بس پھر کیا تھا۔ شیر وہیں مارے شرم کے مر گیا۔“

۱۔ پہلی گپ میں کون سی بات ناقابلِ یقین ہے؟
۲۔ دوسری گپ سے روزمرہ تلاش کر کے لکھیے۔
۳۔ دونوں گپ باز کیا بتانا چاہتے ہیں؟

سرگرمی/منصوبہ:

۱۔ مختلف قسم کی مچھلیوں کی تصویریں حاصل کر کے انھیں اپنی بیاض میں چسپاں کیجیے اور ان کے بارے میں مختصر معلومات لکھیے۔
۲۔ مچھلی اور حضرت یونسؑ سے متعلق مشہور واقعہ حاصل کر کے پڑھیے اور اپنے ساتھیوں کو سنائیے۔
۳۔ جھیل پانی کا ایک قدرتی ذخیرہ ہے۔ پانی حاصل کرنے کے اور بھی قدرتی اور مصنوعی ذرائع موجود ہیں۔ ان ذرائع کے نام معلوم کر کے لکھیے۔

آیئے زبان سیکھیں

زمانۂ مستقبل

ذیل کی مثالوں کو پڑھ کر ان کے (افعال کے) زمانے پر غور کیجیے۔

۱۔ دس گنا نفع پر ان کا مال کون خریدے گا؟
۲۔ میں تو مانگ مانگ کر کھاؤں گی۔
۳۔ بوڑھی کاکی میری آواز سنتے ہی اُٹھ بیٹھیں گی۔
۴۔ جو بولے گا، اس کو مزہ چکھا دوں گا۔
۵۔ آخر لوٹ کر ادھر ہی سے گزرے گا۔
۶۔ جب روٹیاں ختم ہو جائیں گی تو میں کیا کھاؤں گا؟
۷۔ یہ سارے پھول جھڑ جائیں گے تو میری زندگی کا چراغ بھی گل ہو جائے گا۔

خط کشیدہ افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا زمانہ ابھی آنے والا ہے یعنی یہ سارے کام آنے والے وقت میں ہوں گے (ابھی ہوئے نہیں ہیں) ایسے افعال کے زمانے کو 'زمانۂ مستقبل' کہا جاتا ہے۔

- پڑھے ہوئے اسباق سے زمانۂ مستقبل کے پانچ جملے تلاش کر کے لکھیے۔

مضارع

سبق 'آخری گلاب' میں آپ نے پڑھا ہے:

ایک دن ایاز نے پوچھا، ''کیا بڑبڑا رہی ہو، دادی؟''

اس جملے میں 'بڑبڑانے' کا کام زمانۂ حال میں جاری ہے۔

اب یہ جملہ دیکھیے:

ہم کل میچ دیکھنے جا رہے ہیں۔

اس جملے کے فعل 'جا رہے ہیں' سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میچ دیکھنے جانے کا کام جاری ہے لیکن یہ کام کل ہوگا۔ اس لیے یہ جملہ زمانۂ حال کا نہیں، مستقبل کا ہے۔ کچھ جملوں کے افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کام کا وقت حال بھی ہو سکتا ہے اور مستقبل بھی جیسے:

۱۔ چاہے کسی کے منہ میں پانی تک نہ جائے لیکن پہلے تمھاری پوجا کرے۔
۲۔ پرماتما میری خطا معاف کر دے۔
۳۔ ہٹتا ہے کہ ماروں قرولی۔
۴۔ اللہ کرے آپ جلدی ٹھیک ہو جائیں۔

ایسے زمانے کو جس سے حال اور مستقبل دونوں کا اظہار ہو، اسے 'مضارع' کہتے ہیں۔ پڑھے ہوئے اسباق سے مضارع کے جملے تلاش کر کے لکھیے یا ایسے ہی پانچ نئے جملے بنائیے۔

ادبی لطائف

☺ پنڈت ہری چند اختؔر نے طویل عرصے کے بعد عبدالحمید عدمؔ کو کسی مشاعرے میں دیکھا لیکن پہچان نہ سکے کیونکہ عدمؔ صاحب کافی فربہ اندام ہو چکے تھے۔ عدمؔ نے انھیں دیکھ کر خود آگے بڑھ کر کہا، ''پنڈت جی! میں عدمؔ ہوں۔'' اخترؔ صاحب نے بے ساختہ کہا، ''اگر عدم کا یہ حال ہے تو وجود کیا ہوگا؟''

☺ ایک صاحب جو داغؔ دہلوی کی مقبولیت اور شہرت کو حاسدانہ نگاہوں سے دیکھتے تھے اور بزعم خود بہت بڑے شاعر تھے، ایک دن داغؔ دہلوی سے راہ میں مل کر کہنے لگے، ''حضرت! آج میرا اور آپ کا فیصلہ ہو جائے۔ فرمائیے میں اچھا شعر کہتا ہوں یا آپ؟''
داغؔ نے کہا، ''شعر تو بلا شبہ آپ ہی اچھا کہتے ہیں لیکن اس کا کیا علاج کہ لوگ میرے ہی شعروں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔''

☺ کنہیا لال کپور ایک بار مولانا آزادؔ سے ملنے گئے۔ مولانا نے ان کے لیے چائے تیار کی۔ کپور نے چائے کا ایک گھونٹ لے کر منہ بنایا اور کہا، ''بے حد تلخ ہے۔''
مولانا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، ''پیے جاؤ، پیے جاؤ۔ سچ ہمیشہ ہی تلخ ہوتا ہے۔''

۲۳۔ گِنس ورلڈ ریکارڈز

ڈاکٹر قمر شریف

پہلی بات : دنیا کی مشہور عمارتوں، مشہور چیزوں، اہم شخصیات کے مجسّموں، ہتھیاروں، سکوں، نایاب کتابوں وغیرہ کو انسانی ثقافت کی یادگاریں سمجھا جاتا ہے۔ ان میں بہت سی چیزیں جس مقام پر جمع کر کے بہ حفاظت رکھی جاتی ہیں، اسے عجائب گھر کہتے ہیں۔ عجائب گھر جا کر ہم ان یادگاروں کی تاریخی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ دنیا کے بارے میں تاریخی، جغرافیائی اور سائنسی معلومات حاصل کرنے کے لیے آج کل ایسی کتابیں دستیاب ہیں جنھیں انسائیکلو پیڈیا کہا جاتا ہے۔ دنیا کی ساری زبانوں میں ایسی کتابیں شائع کی گئی ہیں۔ ان میں انگلستان کی 'انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا' اور امریکہ کی 'انسائیکلو پیڈیا امریکانا' بہت مشہور ہیں۔ دنیا بھر کی ایسی اہم اور حیرت انگیز معلومات کے لیے اب ایک خاص کتاب شائع کی جاتی ہے جس کا نام گِنس ورلڈ ریکارڈز ہے۔ ذیل کے سبق میں اسی کتاب کے بارے میں معلومات دی جا رہی ہے۔

جان پہچان : ڈاکٹر قمر شریف ۲/ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جالنہ (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئیں۔ وہ اورنگ آباد کے ایک مشہور تعلیمی ادارے سے وابستہ رہی ہیں۔ انھوں نے سائنس میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ سائنس اور تعلیم و تدریس سے متعلق ان کے کئی مضامین آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ادارہ فروغِ اُردو دہلی کی جانب سے قومی سطح کا انعام 'پاسبانِ تعلیم' حاصل کر چکی ہیں۔ موصوفہ نے ادارہ بال بھارتی کی سائنس کی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا ہے نیز ادارے کی جانب سے شائع شدہ اُردو لغت کی تدوین میں بھی انھوں نے حصّہ لیا ہے۔

'گِنس ورلڈ ریکارڈز' ایک منفرد کتاب ہے۔ بیسویں صدی کی پانچویں دہائی میں گِنس نامی کمپنی کے ڈائرکٹر سر بیور کو ایک کتاب شائع کرنے کا خیال آیا جس میں حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین کارنامے درج ہوں۔ ایک دلچسپ واقعے نے بیور کو اس جانب متوجہ کیا۔ اسے شکار کا بہت شوق تھا۔ ایک بار وہ اپنے دوستوں کے ساتھ شکار پر گیا۔ وہاں اس نے ایک عجیب و غریب پرندہ دیکھا۔ اب اسے یہ تجسّس ہوا کہ یورپ میں سب سے تیز اُڑنے والا شکاری پرندہ کون سا ہے؟ اس موضوع پر دوستوں سے اس کی بحث چھڑ گئی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس سلسلے میں اس نے بہت سی کتابیں پڑھیں۔ ماہرین سے بھی رجوع کیا لیکن وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکا۔

سر بیور نے یہ فیصلہ کیا کہ غیر معمولی کارناموں اور حیرت انگیز مگر حقیقی واقعات کی ایک کتاب شائع کی جائے۔ اُس کے ایک دوست کو ان خیالات کا پتا چلا تو اس نے بیور کی ملاقات نورِس اور راس نامی بھائیوں سے کروائی۔ لندن میں ان کی ایک نیوز ایجنسی تھی جس کا نام گِنس تھا۔ ان بھائیوں سے معاہدے کے بعد ۳۰/ نومبر ۱۹۵۴ء کو لندن میں دو کمروں پر مشتمل ایک آفس کھولا گیا اور کتاب کی اشاعت کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ان سب کی کوششوں سے یہ کتاب ساڑھے تیرہ ہفتوں میں مکمل ہوئی جس کا نام گِنس بک آف ریکارڈز رکھا گیا۔ یہ لوگ صرف سنیچر، اتوار اور چھٹی کے دنوں میں کام کرتے تھے۔ گِنس بک کا پہلا ایڈیشن ایک سو اٹھانوے صفحات پر مشتمل تھا جو ۲۷/ اگست ۱۹۵۵ء کو منظرِ عام پر آیا۔ اس کی پچاس ہزار کاپیاں شائع کی گئیں۔ عوام نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا جس کے نتیجے میں جلد ہی اس کا دوسرا اور تیسرا ایڈیشن بھی چھاپنا پڑا۔ اس طرح اس کتاب کی تعداد بڑھ کر ایک لاکھ ستاسی ہزار ہوگئی۔

گِنس بک میں جن کارناموں اور واقعات کو شامل کیا جاتا ہے ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان میں سے چند کا ذکر کیا جا رہا ہے مثلاً بہت تیز اور زیادہ فاصلے تک تیرنا، بہت زیادہ وقت تک تیرنا، تیزی سے کولڈ ڈرنک پینا، جلدی جلدی کھانا، بہت دیر تک

ہنسنا، بہت دیر تک رونا، بہت تیز دوڑنا وغیرہ۔ اس کے علاوہ مختلف کھیلوں، انجینئرنگ، ٹیکنالوجی، طب اور فنونِ لطیفہ میں ریکارڈ بنانے والوں کے نام بھی گنِس بک میں شامل کیے جاتے ہیں۔ اس کتاب میں قدرتی عجوبوں کو بھی جگہ دی جاتی ہے مثلاً بہت لمبے قد والے یا پستہ قد انسان اور جانور، بے حد موٹے انسان وغیرہ۔ غرض گِنس بک میں دنیا کے ہر شعبے کے ایسے انوکھے کارنامے اور قدرتی عجوبے شامل ہوتے ہیں جن میں بعض ناقابلِ یقین ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ تعریف بھی ہوں۔

اس کتاب کے لیے نئے نئے اور منفرد کارناموں کو جمع کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ ان کی صداقت کی جانچ بہت محنت اور ہوشیاری سے کرنی ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لیے کمپنی نے دنیا کے مختلف علاقوں میں اپنے دفاتر قائم کر رکھے ہیں۔ ان دفتروں میں ذہین، فرض شناس اور محنتی افراد کو ملازم رکھا گیا ہے۔ کمپنی کا عملہ تقریباً دو سو افراد پر مشتمل ہے۔ کمپنی کا اپنا نیٹ ورک بھی موجود ہے۔

بین الاقوامی اداروں، تنظیموں اور افراد سے ملنے والی اطلاعات، خطوط، فون، فیکس اور ای-میل کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات کی تصدیق ماہرین کی ایک ٹیم کے ذریعے کروائی جاتی ہے۔ اس کتاب میں نام درج کروانے کے لیے دو غیر جانب دار گواہوں کے ساتھ اخبار کے تراشوں اور وِڈیو ریکارڈنگ کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ضروری ہو تو ماہرین کی ایک ٹیم بذاتِ خود موقع پر جا کر معائنہ کرتی ہے۔ پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد ہی کسی کارنامے کو گِنس بک میں شامل کیا جاتا ہے۔ کارنامے مختلف زمروں کے لحاظ سے ترتیب دیے جاتے ہیں۔

ہر سال تقریباً پچاس ہزار افراد گِنس بک میں اپنا نام درج کروانے کے لیے درخواست دیتے ہیں لیکن ان میں سے زیادہ سے زیادہ ایک ہزار افراد ہی کامیاب ہو پاتے ہیں۔ گِنس بک میں کسی فرد کا نام شامل ہونا گویا تاریخ میں اپنے نام کو محفوظ کرانا ہے۔ اس کتاب میں کسی فرد کا تذکرہ اعزاز کی بات مانی جاتی ہے اسی لیے کچھ لوگ اپنی جان جوکھم میں ڈالتے ہیں۔

ریکارڈ رکھنے والی اس کتاب نے خود بھی کئی ریکارڈ بنائے ہیں۔ مثال کے طور پر دنیا میں سب سے زیادہ ریکارڈ اس کتاب میں موجود ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۵۵ء سے بلا ناغہ ہر سال شائع کی جا رہی ہے۔ ۱۹۷۴ء میں گِنس بک کی دو کروڑ اُنتالیس لاکھ کاپیاں قلیل عرصے میں فروخت ہو گئیں۔ ہر سال بتیس زبانوں میں اس کتاب کی پینتیس لاکھ کاپیاں سو ملکوں کو بھیجی جاتی ہیں۔ بتیس زبانوں میں عربی زبان بھی شامل ہے۔

دنیا بھر میں لاکھوں لوگ اسے ٹی وی، فیس بک، یو-ٹیوب اور گوگل پر انٹرنیٹ کے ذریعے دیکھتے ہیں۔ ہر دن کچھ ریکارڈ بدلتے ہیں اور کچھ نئے ریکارڈ بنتے ہیں۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کمپنی ہر سال اس کتاب کا نیا ایڈیشن شائع کرتی ہے۔ چنانچہ ۲۰۱۶ء میں گِنس ورلڈ ریکارڈز کا ۶۲ رواں ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔

معنی و اشارات

منفرد	–	یکتا، اکیلا
تجسّس	–	جاننے کی شدید خواہش
ہاتھوں ہاتھ لینا	–	فوراً لینا
فرض شناس	–	فرض کو پہچاننے والا
عملہ	–	ایک ساتھ کام کرنے والوں کی جماعت
جان جوکھم میں ڈالنا	–	اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا
قلیل	–	ذرا سا، تھوڑا

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے:**

۱۔ عجائب گھر کسے کہتے ہیں؟
۲۔ شکار کے دوران بیور نے کیا دیکھا؟
۳۔ بیور کی ملاقات کس سے کروائی گئی؟
۴۔ پہلی گنس بک کتنے دن میں مکمل ہوئی؟
۵۔ پہلی گنس بک کس تاریخ کو منظرِ عام پر آئی؟
۶۔ اس کتاب میں کارنامے کس لحاظ سے ترتیب دیے جاتے ہیں؟
۷۔ یہ کتاب کتنی زبانوں میں چھپتی ہے؟
۸۔ ۲۰۱۶ء میں گنس ورلڈ ریکارڈز کا کون سا ایڈیشن شائع ہوا؟

✤ **مختصر جواب لکھیے:**

۱۔ گنس ورلڈ ریکارڈز میں کسی شخص کا نام شامل ہونا کیوں اہمیت کا حامل ہوتا ہے؟
۲۔ گنس ورلڈ ریکارڈز میں کن کارناموں اور واقعات کو شامل کیا جاتا ہے؟

✤ **مفصل جواب لکھیے:**

گنس ورلڈ ریکارڈز میں کارناموں کی صداقت کو جانچنے کا کیا طریقہ ہے؟

بول چال

✤ **ذیل کے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے:**

ہاتھوں ہاتھ لینا ، جان جوکھم میں ڈالنا ، ریکارڈ بنانا

✤ **ذیل کے خط کشیدہ الفاظ کی ضد استعمال کرکے جملے دوبارہ لکھیے۔ اس بات کا خیال رہے کہ جملے کا مفہوم نہ بدلے۔**

مثلاً: گنس ورلڈ ریکارڈز ایک منفرد کتاب ہے۔
گنس بک ایک عام کتاب نہیں ہے۔

۱۔ گنس ورلڈ ریکارڈز میں شامل کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے۔
۲۔ اس کتاب کے لیے منفرد کارناموں کو جمع کرنا ایک بہت مشکل کام ہے۔

لفظوں کا کھیل

✤ **ذیل کی مثال کے مطابق ہم آواز الفاظ لکھیے:**

مثال: صداقت - رفاقت

شرا	قبا	رقا	بلا	ضا	نفا	سما
ضخا	جہا	دبا	اطا	قیا	صحا	حجا

✤ **دیے ہوئے لاحقوں کے ساتھ قوس سے مناسب لفظ جوڑ کر خانہ پُری کیجیے:**

۱۔ .... + ناک (قطر، خطر، در)
۲۔ .... + بخش (خوشی، نفرت، مسرت)
۳۔ .... + بانی (جہاز، گلہ، ناؤ)
۴۔ .... + انگیز (خوش، لطف، شاد)
۵۔ .... + کاری (شجر، درخت، جنگل)

خود آموزی

✤ **اسکول لائبریری سے عام معلومات کی کتابیں لے کر پڑھیے۔**

سرگرمی/منصوبہ:

۱۔ www.guinnessrecord.com ویب سائٹ سے استفادہ کرتے ہوئے دو ایسے کارناموں کی تفصیل لکھیے جو گنس ورلڈ ریکارڈز میں درج ہیں۔
۲۔ لمکا بک آف ریکارڈز کے تعلق سے اپنے استاد یا والدین سے معلومات حاصل کیجیے۔

استفہامیہ انکاری/اقراری

بیانیہ جملے کے تعارف میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ جملہ مثبت اور منفی ہوتا ہے جیسے

بوڑھے نے بات شروع کی۔ : مثبت جملہ

بوڑھے نے بات شروع نہیں کی۔ : منفی جملہ

ان جملوں کو سوالیہ جملوں میں بھی بدلا جاسکتا ہے :

بات کس نے شروع کی؟

بات کس نے شروع نہیں کی؟

سوالیہ جملوں کو استفہامیہ جملے بھی کہتے ہیں۔

اب ذیل کے جملے غور سے پڑھیے :

رات بھر تمھاری بکواس کون سنتا؟

اس سوال میں جملے کو منفی بنانے والے الفاظ 'نہ/نہیں' کا استعمال نہیں کیا گیا ہے مگر اس سوال کا جواب ہمیشہ منفی جملے میں سامنے آئے گا یعنی ''رات بھر تمھاری بکواس کوئی نہیں سنتا۔''

ایسا سوالیہ جملہ جس میں 'نہ/نہیں' کا استعمال نہ کیا گیا ہو مگر جس کا جواب منفی جملے میں دیا جائے اسے **'استفہامیہ انکاری جملہ'** کہتے ہیں۔

دوسری مثالیں :

۱۔ کیا محنت کیے بغیر کوئی کامیاب ہوسکتا ہے؟

۲۔ اگر مجھے نیند آرہی ہوتی تو بھلا یہ باتیں کرنے کے لیے میں جاگتا ہوتا؟

سبق 'مکڑا اور مکھی' سے استفہامیہ انکاری کے دو جملے تلاش کرکے لکھیے۔

اب ذیل کا جملہ غور سے پڑھیے :

اگر ہم نے پیٹ بھر کھانا کھایا ہوتا تو اس وقت چین کی نیند نہ سو رہے ہوتے؟

اس سوال میں جملے کو منفی بنانے والا لفظ 'نہ' موجود ہے مگر اس کا جواب ہمیشہ مثبت جملے میں سامنے آئے گا یعنی 'اس وقت ہم چین کی نیند سو رہے ہوتے۔'

ایسا سوالیہ جملہ جس میں 'نہ/نہیں' کا استعمال کیا گیا ہو مگر جس کا جواب مثبت جملے میں دیا جائے، اسے **'استفہامیہ اقراری جملہ'** کہتے ہیں۔

دوسری مثالیں :

۱۔ ترقی کرنا کون نہیں چاہے گا؟

۲۔ کیا آزادی کے لیے علما نے قربانیاں نہیں دیں؟

سبق 'مکڑا اور مکھی' سے استفہامیہ اقراری کے دو جملے تلاش کرکے لکھیے۔

۲۴۔ سفر نامۂ بمبئی

علامہ اقبالؔ

پہلی بات : ادبی زبان میں سفر کے حالات کا بیان 'سفر نامہ' کہلاتا ہے۔ مسافر یا سفر کرنے والا ادیب جن مقامات سے گزرتا ہے، وہاں جن علاقوں کو دیکھتا اور جن لوگوں سے ملتا ہے، ان کا سچا اور حقیقی بیان وہ اپنے سفرنامے میں کرتا ہے۔ مقامات کا فطری ماحول، لوگوں کے عادات و اطوار اور تہذیبی حالات سفر نامے کے موضوعات ہوتے ہیں۔ جب ہم کسی ادیب یا شاعر کا سفر نامہ پڑھتے ہیں تو اس میں بیان کی شگفتگی سے سفر کی تصویریں نظر کے سامنے سے گزرنے لگتی ہیں۔

جان پہچان : ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال جنھیں ہم علامہ اقبالؔ کے نام سے جانتے ہیں، ۹ر نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انھیں 'شاعرِ مشرق' اور 'حکیم الامت' کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کی نظمیں 'بچے کی دعا، ہمدردی، مکڑا اور مکھی، پرندے کی فریاد' وغیرہ نہایت مشہور ہیں۔ 'بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، جاوید نامہ' اور 'پیامِ مشرق' ان کی اہم کتابوں میں شامل ہیں۔ اقبالؔ نے اپنی شاعری کے ذریعے قوم کو حرکت و عمل اور خودی کی تعلیم دی۔ ۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء کو انھوں نے وفات پائی۔

علامہ اقبالؔ نے اپنی زندگی میں کئی ممالک کے سفر کیے تھے۔ ۱۹۰۵ء میں وہ ممبئی کے راستے یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اپنے سفر نامے میں انھوں نے ممبئی کا ذکر بہت دلچسپ انداز میں کیا ہے۔

۳ر ستمبر کی صبح کو دہلی میں دوستوں سے رخصت ہو کر مَیں بمبئی روانہ ہوا اور ۴ر کو خدا خدا کر کے اپنے سفر کی پہلی منزل پر پہنچا۔ ریلوے اسٹیشن پر تمام ہوٹلوں کے ٹکٹ ملتے ہیں۔ میں نے انگلش ہوٹل میں قیام کیا اور تجربے سے معلوم کیا کہ یہ ہوٹل ہندوستانی طلبہ کے لیے جو ولایت جا رہے ہوں، نہایت موزوں ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ شہر کے باقی تمام ہوٹلوں کی نسبت ارزاں ہے۔ صرف تین روپے یومیہ دو اور ہر قسم کا آرام حاصل کرلو۔ یہاں کا منتظم ایک پارسی پیر مرد ہے۔ دکانداری نے اس کو ایسا عجز سکھایا کہ ہمارے بعض علما میں باوجود عبادت اور مرشدِ کامل کی صحبت میں بیٹھنے کے بھی ویسا انکسار پیدا نہیں ہوتا۔

اس ہوٹل میں ایک یونانی بھی آ کر مقیم ہوا جو ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولتا تھا۔ میں نے ایک روز اس سے پوچھا، ''تم کہاں سے آئے ہو؟'' بولا، ''چین سے آیا ہوں۔ اب ٹرانسوال جاؤں گا۔'' میں نے پوچھا، ''چین میں تم کیا کرتے تھے؟'' کہنے لگا، ''سوداگری کرتا تھا لیکن چینی لوگ ہماری چیزیں نہیں خریدتے۔'' میں نے سن کر دل میں کہا، ''ہم ہندیوں سے تو یہ افیمی عقلمند نکلے کہ اپنے ملک کی صنعت کا خیال رکھتے ہیں۔''

ایک شب میں کھانے کے کمرے میں تھا کہ دو جنٹلمین میرے سامنے آ بیٹھے۔ ان کی شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ یوروپین ہیں۔ فرانسیسی میں باتیں کرتے تھے۔ آخر جب کھانا کھا کر اُٹھے تو ایک نے کرسی کے نیچے سے اپنی ترکی ٹوپی نکال کر پہنی جس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ کوئی ترک ہے۔ میری طبیعت بہت خوش ہوئی اور مجھے یہ فکر پیدا ہوئی کہ کسی طرح ان سے ملاقات ہو۔ دوسرے روز میں نے اس سے باتیں شروع کیں۔ وہ یورپ کی اکثر زبانیں سوائے انگریزی کے جانتا تھا۔ میں نے پوچھا ''فارسی جانتے ہو؟'' بولا، ''بہت کم''۔ پھر میں نے فارسی میں اس سے گفتگو شروع کی لیکن وہ یہ نہ سمجھتا تھا۔ آخر بہ مجبوری ٹوٹی پھوٹی عربی میں اس سے باتیں کیں۔

ایک روز سرِ شام میں اور یہ ترک جنٹلمین بمبئی کا اسلامیہ مدرسہ دیکھنے چلے گئے۔ وہاں اسکول کے گراونڈ میں مسلمان طلبہ

کرکٹ کھیل رہے تھے۔ ہم نے ان میں سے ایک کو بلایا اور اسکول کے متعلّق بہت سی باتیں اس سے دریافت کیں۔ میں نے اس طالب علم سے پوچھا کہ انجمن اس اسکول کو کالج کیوں نہیں بنادیتی؟ اس نے جواب دیا، ''اس کے علاوہ اور اچھے اچھے کالج بمبئی میں موجود ہیں۔ جیسی تعلیم ان میں ہوتی ہے، ویسی سرِ دست ہم یہاں ابھی نہیں دے سکتے۔'' یہ جواب سن کر میں بہت خوش ہوا۔ میرا خیال تھا کہ بمبئی جیسے شہر میں مسلمانوں کا کالج ضرور ہوگا کیوں کہ یہاں کے مسلمان تموّل میں کسی اور قوم سے پیچھے نہیں ہیں لیکن یہاں آ کر معلوم ہوا کہ تموّل کے ساتھ ان میں عقل بھی ہے۔

غرض یہ کہ بمبئی (خدا اسے آباد رکھے) عجیب شہر ہے۔ بازار کشادہ، ہر طرف پختہ سر بہ فلک عمارتیں ہیں کہ دیکھنے والے کی نگاہ ان سے خیرہ ہوتی ہے۔ بازاروں میں گاڑیوں کی آمد و رفت اس قدر ہے کہ پیدل چلنا محال ہو جاتا ہے۔ یہاں ہر چیز مل سکتی ہے۔ یورپ امریکہ کے کارخانوں کی کوئی چیز طلب کرو، فوراً ملے گی؛ البتّہ ایک چیز ایسی ہے جو اس شہر میں نہیں مل سکتی یعنی فراغت۔

یہاں پارسیوں کی آبادی اسّی نوّے ہزار کے قریب ہے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام شہر ہی پارسیوں کا ہے۔ اس قوم کی صلاحیت نہایت قابلِ تعریف ہے اور ان کی دولت وعظمت بے اندازہ۔ یہ لوگ عام طور پر سب کے سب دولت کمانے کی فکر میں ہیں اور کسی چیز پر اقتصادی پہلو کے سوا کسی اور پہلو سے نگاہ ہی نہیں ڈال سکتے۔ علاوہ اس کے نہ کوئی ان کی زبان ہے، نہ ان کا کوئی لٹریچر ہے اور طرّہ یہ کہ فارسی کو نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ میں نے اسکول کے پارسی لڑکوں اور لڑکیوں کو بازار میں پھرتے دیکھا۔ ان کی خوب صورت آنکھیں اسّی فی صدی کے حساب سے عینک پوش تھیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ عینک پوشی پارسیوں کا قومی فیشن ہوتا جا رہا ہے۔ اس شہر کی تعلیمی حالت عام طور پر نہایت عمدہ معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے ہوٹل کا حجام ہندوستان کی تاریخ کے بڑے بڑے واقعات جانتا تھا۔ گجراتی کے اخبار ہر روز پڑھتا تھا اور جاپان اور روس کی لڑائی سے پورا باخبر تھا۔ دادا بھائی کا نام بڑی عزّت سے لیتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا، ''نوروجی انگلستان میں کیا کرتے ہیں؟'' بولا، ''ہجور! کالوں کے لیے لڑتے ہیں۔''

ہوٹل کے نیچے مسلمان دکاندار ہیں۔ میں نے دیکھا، وہ ہر روز گجراتی اخبار پڑھتے تھے۔ میں نے ایک روز ان سے پوچھا، ''تم اُردو پڑھ سکتے ہو؟'' کہنے لگے، ''نہیں، سمجھ سکتے ہیں، پڑھنا نہیں جانتے۔'' میں نے پوچھا، ''جب مولوی تمھارا نکاح پڑھاتا ہے تو کون سی زبان بولتا ہے؟'' مسکرا کر بولا، ''اُردو یہاں ہر کوئی سمجھ سکتا ہے اور ٹوٹی پھوٹی بول بھی لیتا ہے۔'' ہمارے ہوٹل کا سیٹھ (وہی ہوٹل والا پیر مرد) کبھی ہندوستان نہیں گیا مگر اُردو خاصی بول لیتا تھا۔

میں بمبئی یعنی بابِ لندن کی کیفیت دیکھ کر حیران ہوں۔ خدا جانے لندن کیسا ہوگا جس کا دروازہ ایسا عظیم الشّان ہے۔ ۷/ستمبر کو چھے بجے ہم وکٹوریا ڈاک پر پہنچے جہاں مختلف کمپنیوں کے جہاز کھڑے تھے۔ اللہ اکبر! یہاں کی دنیا ہی نرالی ہے۔ کئی طرح کے جہاز اور سیکڑوں کشتیاں ڈاک میں کھڑی ہیں اور مسافر سے کہہ رہی ہیں کہ سمندر کی وسعت سے نہ ڈر، خدا نے چاہا تو ہم تجھے صحیح و سلامت منزلِ مقصود پر پہنچا دیں گے۔

خیر، طبّی معائنے کے بعد میں اپنے جہاز پر سوار ہوا۔ بہت سے لوگ بھی جہاز پر سوار ہوئے۔ ان کے دوستوں اور رشتے داروں کا ہجوم ڈاک پر تھا۔ کوئی تین بجے جہاز نے حرکت کی اور ہم اپنے دوستوں کو سلام کہتے اور رومال ہلاتے ہوئے سمندر پر چلے گئے۔ یہاں تک کہ موجیں اِدھر اُدھر سے آ آ کر ہمارے جہاز کو چومنے لگیں۔

معنی واشارات

وِلایت	-	مراد انگلستان
ارزاں	-	سستا
پیر مرد	-	بوڑھا آدمی
مرشدِ کامل	-	اللہ والے بزرگ
جنٹلمین	-	شریف آدمی
سرِدست	-	فی الحال
تموّل	-	دولت مندی
سر بہ فلک	-	آسمان کو چھوتی ہوئی، بہت اونچی
لٹریچر	-	ادب
طرّہ	-	مراد اکڑ، غرور
ہندوستان	-	یہاں مراد شمالی ہندوستان
بابِ لندن	-	گیٹ وے آف انڈیا (ممبئی)
ڈاک	-	بحری جہازوں کے ٹھہرنے کی جگہ (dock)

51UN5Q

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ سفر نامہ کسے کہتے ہیں؟

۲۔ اقبالؔ نے ممبئی کو بمبئی کیوں لکھا ہے؟

۳۔ ولایت جانے والے ہندوستانی طلبہ کے لیے انگلش ہوٹل کیوں موزوں ہے؟

۴۔ اقبالؔ نے چینی لوگوں کے تعلق سے اپنے دل میں کیا کہا؟

۵۔ اس سبق میں اقبالؔ نے کن زبانوں کا ذکر کیا ہے؟

۶۔ بقول اقبالؔ بمبئی میں کون سی چیز نہیں مل سکتی؟

۷۔ سبق میں کس قوم کا خصوصی ذکر کیا گیا ہے؟

۸۔ اقبالؔ بمبئی میں کس چیز کو دیکھ کر حیران ہوئے؟

۹۔ اقبالؔ کو بمبئی شہر کی تعلیمی حالت کیسی معلوم ہوئی؟

۱۰۔ ڈاک میں کھڑے جہاز اور کشتیاں مسافر سے کیا کہہ رہی ہیں؟

مختصر جواب لکھیے:

۱۔ اقبالؔ نے انگلش ہوٹل کے پارسی پیر مرد کے تعلق سے کیا بات کہی ہے؟

۲۔ اسلامیہ مدرسے کے طالب علم کا جواب سن کر اقبالؔ نے بمبئی کے مسلمانوں کے بارے میں کس خیال کا اظہار کیا؟

۳۔ بمبئی کو اقبالؔ نے کس لحاظ سے عجیب شہر کہا ہے؟

۴۔ پارسی قوم کی صلاحیت کے بارے میں اقبالؔ کی رائے اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۵۔ انگلش ہوٹل کے حجام کے بارے میں چند جملے لکھیے۔

غور کرکے بتائیے

یونانی اور ترک مسافروں کے کردار پر غور کیجیے اور اپنے الفاظ میں ان سے متعلق تین تین جملے لکھیے۔

زورِ قلم

اپنے کسی یادگار سفر کو اپنے ساتھیوں سے بیان کرکے اس پر گفتگو کیجیے اور اس کا احوال کم از کم دس جملوں میں اپنے لفظوں میں تحریر کیجیے۔

تلاش و جستجو

(۱) سبق سے مکالمات کی جوڑیاں تلاش کرکے لکھیے:

مثلاً: میں نے پوچھا، ''چین میں تم کیا کرتے تھے؟''
کہنے لگا، ''سوداگری کرتا تھا۔''

(۲) اس سبق میں جن ملکوں کا ذکر ہے ان کی فہرست بنائیے۔

عبارت آموزی

ہمارا ہم سفر ایک پادری ہے جو جنوبی ہندوستان سے آیا ہے اور اب اٹلی جارہا ہے۔ گزشتہ رات کسی نے مجھ سے کہا کہ یہ فرانسیسی پادری بہت سی زبانیں جانتا ہے اور روسی خوب بولتا ہے۔ میں اس کے پاس جا کھڑا ہوا اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد پوچھا کہ ٹالسٹائی کی نسبت تمھارا کیا خیال ہے؟ اس نے میرے سوال پر نہایت حیرانی ظاہر کی اور پوچھا کہ ٹالسٹائی کون ہے؟ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ یہ شخص روسی جانتا ہے اور ٹالسٹائی کے مشہور نام سے واقف نہیں!

یاد رکھیے: ٹالسٹائی روسی زبان کا مشہور ترین ناول نگار تھا۔ مصیبت زدہ روسی عوام سے اسے ہمدردی تھی۔ اس نے نہ صرف روس کے امیروں کے بارے میں بلکہ نچلے طبقے کے لوگوں کے بارے میں بھی اپنے ناولوں اور افسانوں میں خوب لکھا ہے۔ اس کا ناول 'جنگ اور امن' ساری دنیا میں مشہور ہے۔

سوالات:

۱۔ جہاز میں علامہ اقبالؔ کا ہم سفر کون تھا؟

۲۔ ہم سفر کہاں سے آیا تھا اور کہاں جا رہا تھا؟

۳۔ اپنے ہم سفر کے بارے میں اقبالؔ کو کیا بات معلوم ہوئی؟

۴۔ اقبالؔ نے ہم سفر سے کس کے بارے میں سوال کیا؟

۵۔ ہم سفر کا جواب سن کر اقبالؔ کو حیرت کیوں ہوئی؟

۶۔ روسی ناول نگار کا کون سا ناول دنیا بھر میں مشہور ہے؟

آیئے زبان سیکھیں

مرکب الفاظ:

چھٹی جماعت میں آپ نے دو اسموں سے مل کر بننے والے مرکب الفاظ کی مثالیں پڑھی ہیں مثلاً جان پہچان، بیل گاڑی، پھلجھڑی وغیرہ۔ اب مرکب الفاظ بنانے کے کچھ اور طریقے دیے جاتے ہیں۔

سبق 'قطب جنوبی کا مہم جو' کے عنوان میں مرکب لفظ کی ایک مثال ہے: مہم جو۔ آپ لاحقے یعنی لفظی جز کے ملانے سے بننے والے الفاظ بھی جانتے ہیں۔ 'مہم جو' اسی کی مثال ہے۔ اس میں

مہم + جو

یعنی اسم + امر

سے مرکب لفظ بنتا ہے۔ دوسری مثالیں:

سایہ دار، لذت آمیز، دشوار گزار، مردم خیز، دل گیر، وغیرہ

- پڑھے ہوئے اسباق سے ایسی ہی اور مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

☆☆☆☆

اسم کی تکرار : پتا پتا، بوٹا بوٹا، بچہ بچہ، قطرہ قطرہ

صفت کی تکرار : خالی خالی، ہرا ہرا، لمبے لمبے، گورا گورا

متعلق فعل کی تکرار: آہستہ آہستہ، جلدی جلدی، روتے روتے، کیسی کیسی

صفت + اسم : خوش دل، بدتمیز، تر نوالہ، پاک دامن

ہم معنی الفاظ : آل اولاد، بال بچے، صورت شکل، مار پیٹ

اسم فاعل : پہرے دار، کوچ بان، سنگ تراش، کاشت کار

- پڑھے ہوئے اسباق سے ہر طرح کی تین تین مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

☆☆☆☆

۲۵۔ غزلیات

پہلی بات : غزل اُردو شاعری کی وہ صنف ہے جس کے ہر شعر کا مضمون مختلف ہوتا ہے۔اس کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں۔مطلع کے دونوں مصرعوں میں قافیے ہوتے ہیں۔غزل کے باقی شعروں کے صرف دوسرے مصرعے میں قافیہ استعمال کیا جاتا ہے۔قافیے کے بعد جو لفظ یا لفظوں کا مجموعہ ہوتا ہے، اسے ردیف کہتے ہیں۔ ہر غزل میں ردیف کا ہونا ضروری نہیں۔غزل کے آخری شعر میں شاعر کا تخلص ہوتا ہے۔اس شعر کو مقطع کہتے ہیں۔غزل میں کم سے کم پانچ اشعار ہوتے ہیں۔

شادؔ عظیم آبادی

جان پہچان : شادؔ عظیم آبادی ۸/جنوری ۱۸۴۶ء کو عظیم آباد (پٹنہ) میں پیدا ہوئے۔ان کا اصل نام سیّد علی محمد تھا۔ان کی تعلیم کا سلسلہ چار سال کی عمر ہی سے شروع ہو چکا تھا۔انھوں نے عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں کی تعلیم حاصل کی۔انھوں نے یوں تو تمام اصنافِ سخن میں لکھا ہے مگر ان کا خاص میدان غزل تھا۔'مے خانۂ الہام'، 'بادۂ عرفان' اور 'لمعاتِ شادؔ' ان کی شاعری کے مجموعے ہیں۔ ۷ جنوری ۱۹۲۷ء کو ان کا انتقال ہوا۔

تمنّاؤں میں اُلجھایا گیا ہوں
کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

ہُوں اِس کوچے کے ہر ذرّے سے آگاہ
اِدھر سے مدتوں آیا گیا ہوں

دلِ مضطر سے پُوچھ ، اے رونقِ بزم
میں خود آیا نہیں ، لایا گیا ہوں

عدم میں کس نے بلوایا ہے مجھ کو
کہ ہاتھوں ہاتھ پہنچایا گیا ہوں

کُجا میں ؟ اور کُجا اے شادؔ ، دنیا
کہاں سے کس جگہ لایا گیا ہوں

معنی و اشارات

صنف	قسم	آگاہ	جاننے والا
مضمون	شعر میں آنے والا خیال	دلِ مضطر	بے چین دل
قافیہ	ایک جیسی آواز لیکن مختلف معنی والے الفاظ	عدم	وہ عالم جہاں آدمی مرنے کے بعد جاتا ہے
تخلص	وہ نام جو شاعر نے اپنے لیے خود رکھا ہو	کجا	کہاں

مشق

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ غزل کے پہلے شعر کو کیا کہتے ہیں؟
۲۔ ردیف کسے کہتے ہیں؟
۳۔ شآد کا اصل نام کیا تھا؟
۴۔ اس غزل میں کون سے قافیے آئے ہیں؟
۵۔ اس غزل کی ردیف کیا ہے؟
۶۔ رونقِ بزم سے شاعر کیا کہہ رہا ہے؟

✤ مختصر جواب لکھیے :

۱۔ غزل کسے کہتے ہیں؟
۲۔ شآد کی مشہور کتابیں کون سی ہیں؟

وسعت میرے بیان کی

✤ اس شعر کا مطلب لکھیے :

تمناؤں میں اُلجھایا گیا ہوں
کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

ندؔا فاضلی

جان پہچان : ندؔا فاضلی ہمارے زمانے کے اہم جدید شاعر اور ادیب تھے۔ ان کا اصل نام مقتدیٰ حسن تھا۔ وہ ۱۲/اکتوبر ۱۹۳۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اُردو اور ہندی میں ایم۔اے تک تعلیم حاصل کی۔ ان کی شاعری کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ 'شہر میں گاؤں' ان کے کلام کا کلیات ہے جس میں 'لفظوں کا پل، مور ناچ، آنکھ اور خواب کے درمیان، کھویا ہوا سا کچھ، زندگی کی طرف اور شہر میرے ساتھ چل تو' نامی شاعری کے مجموعے شامل ہیں۔ ندؔا فاضلی نے 'دیواروں کے بیچ' اور 'دیواروں کے باہر' دوسوانحی ناول بھی لکھے ہیں۔ ان کا انتقال ممبئی میں ۸/فروری ۲۰۱۶ء کو ہوا۔

سفر میں دھوپ تو ہوگی جو چل سکو تو چلو
سبھی ہیں بھیڑ میں ، تم بھی نکل سکو تو چلو
کسی کے واسطے راہیں کہاں بدلتی ہیں
تم اپنے آپ کو خود ہی بدل سکو تو چلو
یہاں کسی کو کوئی راستہ نہیں دیتا
مجھے گرا کے اگر تم سنبھل سکو تو چلو
کہیں نہیں کوئی سؤرج ، دھواں دھواں ہے فضا
خود اپنے آپ سے باہر نکل سکو تو چلو
یہی ہے زندگی ، کچھ خواب چند اُمیدیں
انھی کھلونوں سے تم بھی بہل سکو تو چلو

مشق

✤ ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ ندؔا فاضلی کا اصل نام کیا ہے؟

۲۔ شاعر نے سفر میں پیش آنے والی کس بات پر پریشانی کا ذکر کیا ہے؟

۳۔ راستے میں اگر تبدیلی ممکن نہ ہو تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

۴۔ شاعر نے کن چیزوں کو کھلونے کہا ہے؟

✤ ان مصرعوں کو مکمل کیجیے :

۱۔ .... راہیں کہاں بدلتی ہیں

۲۔ مجھے گرا کے ....

۳۔ کہیں نہیں کوئی سورج ....

۴۔ .... باہر نکل سکو تو چلو

✤ نیچے دیے ہوئے مصرعوں کی صحیح جوڑیاں تلاش کر کے اپنی بیاض میں مکمل شعر لکھیے :

	الف	ب
۱۔	یہاں کسی کو کوئی راستہ نہیں دیتا	تم اپنے آپ کو خود ہی بدل سکو تو چلو
۲۔	کہیں نہیں کوئی سورج دھواں دھواں ہے فضا	اُٹھی کھلونوں سے تم بھی بہل سکو تو چلو
۳۔	کسی کے واسطے راہیں کہاں بدلتی ہیں	خود اپنے آپ سے باہر نکل سکو تو چلو
۴۔	یہی ہے زندگی کچھ خواب چند اُمیدیں	مجھے گرا کے اگر تم سنبھل سکو تو چلو

تلاش و جستجو

سفر میں دھوپ تو ہوگی جو چل سکو تو چلو   سبھی ہیں بھیڑ میں تم بھی نکل سکو تو چلو

اس شعر میں 'چل' اور 'نکل' قافیے ہیں اور 'سکو تو چلو' ردیف۔ ذیل میں چند اشعار دیے ہوئے ہیں۔ ان کے قافیے اور ردیف تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔	دل اپنا دیوانہ ہے	کب دنیا کی مانا ہے
۲۔	جو قاتل تاریخ لکھے	اُس کا نام زمانہ ہے
۳۔	میری تیری چادر کیا	سب میں تانا بانا ہے
۴۔	چھوڑو دنیا کی باتیں	یارو، گھر بھی جانا ہے

غور کر کے بتائیے

✤ اگر آپ کے راستے میں کیلے کا چھلکا پڑا ہوا نظر آئے تو آپ کیا کریں گے؟

سرگرمی/منصوبہ :

اس کتاب کے 'جان پہچان' کے حصے میں موت کی خبر کے لیے مختلف جملے/فقرے آئے ہیں۔ انھیں تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔

ابنِ صفی بی۔اے

جان پہچان : ابن صفی کا اصل نام اسرار احمد تھا۔ وہ ۲۶؍اپریل ۱۹۲۸ء کو الہ آباد کے ایک دیہات نارہ میں پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے بی۔اے تک تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ سند ان کے نام کے ساتھ ایسی جڑی ہے کہ بی۔اے کے بغیر ان کا نام نہیں لیا جاتا (ابن صفی بی۔اے)۔ وہ ادب میں جاسوسی ناول نگار کی حیثیت سے خوب مشہور ہوئے اور آج بھی ان کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی ہے۔ وہ طنز و مزاح نگار بھی تھے اور شاعر بھی۔ شاعری انھوں نے اسرار احمد ناروی کے نام سے کی۔ ۲۶؍جولائی ۱۹۸۰ء کو کراچی میں ان کا انتقال ہوا۔

وہ جس کا سایہ گھنا گھنا ہے — بہت کڑی دھوپ جھیلتا ہے
ابھی تو میرے ہی لب ہلے تھے — مگر یہ کس شخص کی صدا ہے
اگر میں چپ ہوں تو سوچتا ہوں — کوئی تو پوچھے کہ بات کیا ہے
مرے لبوں پر یہ مسکراہٹ — مگر جو سینے میں درد سا ہے
اسی جگہ کیوں بھٹک رہا ہوں — اگر یہی گھر کا راستا ہے
ابھی سے کیوں شام ہورہی ہے
ابھی تو جینے کا حوصلہ ہے

معنی و اشارات

ابھی تو میرے ہی لب ہلے تھے
مگر یہ کس شخص کی صدا ہے
} ابھی تو میں خود کچھ کہہ رہا تھا مگر میں اپنی آواز پہچان نہیں پا رہا ہوں۔

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے :**

۱۔ ابنِ صفی کا اصل نام کیا تھا؟

۲۔ ابنِ صفی اُردو ادب میں کس حیثیت سے مشہور ہیں؟

۳۔ ابنِ صفی نے شاعری کس نام سے کی؟

۴۔ پہلے شعر میں دھوپ جھیلنے والے سے کیا مراد ہے؟

۵۔ شاعر اپنی خاموشی کے تعلق سے کیا چاہتا ہے؟

۶۔ مسکراہٹ کے باوجود ’سینے میں درد‘ سے کیا مراد ہے؟

وسعت میرے بیان کی

✤ **شعر کا مطلب بیان کیجیے :**

ابھی سے کیوں شام ہو رہی ہے
ابھی تو جینے کا حوصلہ ہے

رفیعہ شبنؔم عابدی

جان پہچان : رفیعہ شبنؔم عابدی کا اصل نام سیّدہ رفیعہ بیگم ہے۔ وہ ۷؍دسمبر ۱۹۴۳ء کو ممبئی میں پیدا ہوئیں۔ انھوں نے ممبئی یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ممبئی کے مختلف کالجوں میں درس و تدریس کے بعد وہ ممبئی یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو کی صدر کی حیثیت سے سبکدوش ہوئیں۔ 'موسم بھیگی آنکھوں کا'، 'اگلی رت کے آنے تک' اور 'کرشن چندر- ممبئی اور اُردو کہانی' ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

زندگی ! تیرا کوئی پتا تو ملے   وہ مرا حاصلِ مدّعا تو ملے
عکس بننے کو جی چاہتا ہے مگر   صاف و شفّاف اک آئینہ تو ملے
ہر طرف شور ہے فصلِ گل کا مگر   پیڑ پر ایک پتّا ہرا تو ملے
غم کی دوپہر میں، اس بھرے شہر میں   پیڑ برگد کا کوئی گھنا تو ملے

ہم سفر سیکڑوں ، ہم نوا سیکڑوں
ان میں کوئی مزاج آشنا تو ملے

معنی و اشارات

مُدّعا	مقصد، خواہش	ہم نوا	حمایت کرنے والا
فصلِ گل	بہار کا موسم	آشنا	پہچاننے والا

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے :**

۱۔ شاعرہ زندگی سے کیا چاہتی ہیں؟
۲۔ شاعرہ صاف وشفّاف آئینے کیوں چاہتی ہے؟
۳۔ ہر طرف کس بات کا شور ہے؟
۴۔ غم کی دوپہر میں شاعرہ کس چیز کی تمنا کر رہی ہے؟
۵۔ شاعرہ کو اپنے ساتھیوں سے کیا شکایت ہے؟

وسعت میرے بیان کی

✤ **مندرجہ ذیل شعر کا مطلب لکھیے :**

ہر طرف شور ہے فصلِ گل کا مگر
پیڑ پر ایک پتّا ہرا تو ملے

تلاش و جستجو

✤ **کسی بات میں زور پیدا کرنے کے لیے ایک ہی معنی و مفہوم والے دو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں مثلاً : صاف و شفاف۔ نیچے جو الفاظ دیے ہوئے ہیں ان کے سامنے اسی مفہوم کا دوسرا لفظ لکھیے :**

غور و............ ، رنج و............ ، ظلم و............ ،
شور و............ ، لطف و............

524J70

۲۶۔ خطوط

پہلی بات: خط دور دراز علاقوں میں رہنے والے رشتے داروں سے ملاقات کا ایک ذریعہ ہے۔ چار جملے لکھ کر ہم اپنی خیریت سے انھیں آگاہ کر سکتے ہیں اور ان کی جانب سے آئے ہوئے خط سے ہمیں وہاں کے حالات کا علم ہو جاتا ہے۔ آج اگرچہ برقی مراسلت نے خط نگاری کی روایت پر اثر ڈالا ہے مگر اس کی اہمیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ خط کے آنے سے آج بھی خوشی کا ویسا ہی اظہار کیا جاتا ہے جیسا گزشتہ زمانے میں کیا جاتا تھا۔ ٹیلی فون اور موبائل کا چلن عام ہونے کے باوجود آج بھی خط کا انتظار کیا جاتا ہے۔ خط نگاری کا چلن پہلے زمانے میں اتنا تھا کہ اس نے ایک فن کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ذیل کے سبق میں اُردو کے دو اہم ادیبوں کے خطوط دیے گئے ہیں جو خطوط نگاری کا اچھا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

جان پہچان: ڈپٹی نذیر احمد سرسیّد کے ساتھیوں میں سے تھے۔ وہ ۱۸۳۶ء میں بجنور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے گھر پر حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے دہلی گئے۔ وہ پہلے مدرّس پھر محکمۂ تعلیمات میں ڈپٹی انسپکٹر ہوئے۔ انھوں نے ہندوستانی قانون کا ترجمہ کیا۔ اس وقت کے گورنر نے خوش ہو کر انھیں ڈپٹی کلکٹر بنا دیا۔ نذیر احمد اُردو کے پہلے ناول نگار کہلاتے ہیں۔ اپنے ناولوں میں انھوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے معاشرے کی اصلاح پر خوب لکھا ہے۔ وہ عورتوں کی تعلیم کے بہت حامی تھے۔ 'مراۃ العروس، بنات النعش، توبۃ النصوح' اور 'ابن الوقت' ان کے مشہور ناول ہیں۔ انھوں نے قرآن کا ترجمہ بھی کیا ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد کا خط نواب سیّد علی حسن خان بہادر کے نام

جنابِ عالی!

السّلام علیکم

آپ کو شاید معلوم ہے کہ میں نے بڑی محنت سے قرآن مجید کا اُردو ترجمہ کیا ہے۔ مجھ کو اس کے لیے تین برس محنتِ شاقّہ اُٹھانی پڑی تھی اور موجودہ تراجم، تفاسیر اور احادیث سے مطابق کرنے کے لیے مولویوں کا اسٹاف رکھنا پڑا ہے، تب کہیں جا کر یہ ترجمہ میرے نزدیک بامحاورہ، سلیس، مستند اور موجودہ تراجم سے بہت بہتر ہوا ہے۔.... پہلے آپ دیکھ دِکھا کر اچھی طرح اطمینان حاصل کر لیجیے کہ آیا واقعی میں یہ ترجمہ موجودہ تراجم سے بہتر ہے یا نہیں اور آپ کے نزدیک بہتر ثابت ہو تو آپ اس کی سرپرستی کیجیے۔ کیوں کہ اس کی اشاعت میں مدد دینا گویا اغراضِ رسالت کی تکمیل کرنا ہے بلکہ اگر آپ کر سکیں تو اس ترجمے کی کیفیت کو سرکار کے گوش گزار کریں اور ان سے سرپرستی کی تحریک فرمائیں۔ ترجمہ کے حجم اور سوادِ خط اور چھاپے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ قیمت جو قرار دی گئی ہے اس میں کوئی ذاتی مفاد مضمر نہیں۔

میرٹھ میں آپ سے تفصیلی ملاقات نہ ہونے کا افسوس باقی رہ گیا۔ ترجمہ تو ہدیۃً آپ کی خدمت میں روانہ کیا گیا ہے۔

فقط

خاکسار نذیر احمد

۸؍جنوری ۱۸۹۷ء

اکبرالٰہ آبادی کا خط مولوی بشیر الدین صاحب ابن ڈپٹی نذیر احمد کے نام

جناب ایڈیٹر صاحب!

جناب مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے قرآن مجید کا جو با محاورہ اُردو ترجمہ شائع کیا ہے وہ درحقیقت نہایت عمدہ بلکہ لاجواب ہے۔ اس سے بہتر خدمت اسلام کی، اس زمانے میں ذہن میں نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کے علم و قابلیت سے قوم کو بہت فائدہ پہنچا اور بہت فائدہ پہنچنے کی اُمید ہے۔

بعض مقامات پر مجھ کو شبہ پیدا ہوا ہے۔ یا تو میرا شبہ بے جا ہے اور ایسا ہونا کچھ بعید نہیں کیوں کہ بغیر علم کی روشنی کے محض عقل و قیاس کو اس منزل میں کہاں تک رسائی ہوسکتی ہے یا فی الواقع ترجمے میں کچھ غلطی ہوگئی۔ ایسا ہونا بھی کچھ بعید نہیں کیوں کہ مولوی صاحب کے مددگار اور بزرگ وار بھی تھے۔ شاید کسی نے غلطی کی اور نظرِ ثانی میں اس پر نگاہ نہ پڑی۔ اتنے بڑے عظیم الشان قانونِ فطرت کے ترجمے میں اگر کہیں دو چار لفظوں پر نظر نہ پڑی تو کچھ تعجب نہیں۔ اب میں ایک شبہ بیان کرتا ہوں۔ سورۂ والتّین کا ترجمہ حسب ذیل کیا گیا ہے: ''ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا۔ پھر ہم اس کو (بوڑھا کرکے) کمتر سے کمتر مخلوق کے درجے میں لوٹا لائے۔''

بریکٹ میں جو الفاظ توضیح کے لیے بڑھائے گئے ہیں اس کی صحت میں مجھ کو شبہ ہے۔ درحقیقت ترجمہ غلط نہیں ہے معنی میں شاید غلطی ہوئی..... اگر میرا خیال صحیح تسلیم کیا جائے تو آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح چاہیے۔

سیّد اکبر حسین

از الٰہ آباد

معنی و اشارات

محنتِ شاقہ - کڑی محنت

تراجم - ترجمہ کی جمع

تفاسیر - تفسیر کی جمع

احادیث - حدیث کی جمع

اَغراضِ رسالت - پیغمبرانہ کام کے مقاصد، مراد ترجمے کے ذریعے قرآن کی تعلیمات کو عام کرنا

گوش گزار کرنا - سنانا، کسی بات کو پہنچانا

حجم - لمبائی، چوڑائی اور موٹائی، سائز

سوادِ خط - کتابت کی روشنائی

مفاد - فائدہ

مضمر - چھپا ہوا

ہدیتہً - تحفے کے طور پر

جزائے خیر - اچھا بدلہ

بے جا - نامناسب

اور - دیگر، دوسرے

بعید - دور، ناممکن

رسائی - پہنچ

فی الواقع - واقعی

ساخت - بناوٹ

توضیح - وضاحت

از - سے

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے:**

۱۔ ڈپٹی نذیر احمد کا یہ خط کس کے نام ہے؟

۲۔ ڈپٹی نذیر احمد کو قرآن مجید کا ترجمہ کرنے میں کتنے برس لگے؟

۳۔ ڈپٹی نذیر احمد نے ترجمے کو بہتر بنانے کے لیے کیا کِیا؟

۴۔ ترجمے کی سرپرستی نذیر احمد کس سے حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

۵۔ اکبر الہ آبادی نے کس کے ترجمے کی تعریف کی؟

۶۔ اکبر الہ آبادی کو کس چیز پر شبہ ہوا؟

۷۔ اکبر الہ آبادی کا خط کس کے نام ہے؟

۸۔ اکبر الہ آبادی نے ترجمے کے متعلق کیا مشورہ دیا؟

بول چال

۱۔ ڈپٹی نذیر احمد کے خط میں ''دیکھ دِکھا کر'' فقرہ استعمال ہوا ہے۔ ایسے چند فقرے ہم روزانہ استعمال کرتے ہیں۔ اسے روزمرہ کہتے ہیں۔ مثلاً 'ٹھوک بجا کر'۔
ایسے دوسرے فقرے تلاش کرکے جملوں میں ان کا استعمال کیجیے۔
اسی خط میں 'واقعی میں' کا فقرہ بھی آیا ہے۔ معیاری زبان میں ایسا نہیں کہا جاتا۔ صرف 'واقعی' کہتے ہیں۔ 'واقعی میں' بولی کا فقرہ ہے۔

۲۔ اس سبق میں ایک لفظ 'ہدیۃً' استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی 'تحفے کے طور پر' ہوتے ہیں۔ ہم 'فوری طور پر' کہنے کی بجائے 'فوراً' اور 'حقیقت میں' کہنے کی بجائے 'حقیقتاً' کہتے ہیں۔ آپ ایسے ہی درج ذیل الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے۔
قصداً ، جبراً ، لازماً ، تحفتاً ، رسماً

۳۔ ذیل کے محاورے مکمل کیجیے:

۱۔ کلیجا..........سے ہو جانا

۲۔ رگِ..........پھڑکنا

۳۔ انجر پنجر..........ہونا

۴۔ منہ میں..........آنا

۵۔ ....کا..........گل ہونا

۶۔ چھاتی پر..........دلنا

۷۔ ....پر..........دھرے بیٹھنا

۸۔ جان...............میں ڈالنا

۹۔ گوش..........کرنا

۱۰۔ فکر ....جانا

لفظوں کا کھیل

✤ ذیل کے الفاظ کو مکمل کیجیے۔ اس کا خیال رہے کہ الفاظ قوس میں دیے ہوئے لفظوں کے ہم معنی ہوں۔

مثال - (عجلت پسند) - بےصبر

۱۔ (عقل سے عاری) - بے.................

۲۔ (جس کا کوئی ثانی نہ ہو) - بے.................

۳۔ (جسے گنا نہ جا سکے) - بے.................

۴۔ (جسے کوئی کام نہ ہو) - بے.................

۵۔ (جس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے) - بے.........

سرگرمی/منصوبہ:

اپنے دوست کو خط لکھیے۔ اس میں آپ اپنی پڑھی ہوئی کسی کتاب کی خوبیاں بیان کیجیے۔

520F91

آیئے زبان سیکھیں

ہائے مختفی:

ذیل کے لفظوں کو پڑھتے ہوئے ان کے تلفظ پر دھیان دیجیے:

پروانہ، پردہ، مدرسہ، درجہ، ہفتہ

ان لفظوں کا آخری حرف 'ہ' ہے لیکن اکثر ان کے تلفّظ کے آخر میں 'آ' کی آواز سنائی دیتی ہے یعنی پروانا، پردا، مدرسا، درجا، ہفتا۔

یا 'ہ' کی آواز پوری طرح ادا نہیں کی جاتی۔

پروانَ، پردَ، مدرسَ، وغیرہ

پوری طرح ادا نہ کیے جانے والے حرف 'ہ' کو **'ہائے مختفی'** کہتے ہیں۔

آپ اضافی ترکیب کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ ذیل کے مرکب الفاظ اضافی ترکیبیں ہیں:

مدرسۂ دینیات، درجۂ اوّل، پردۂ ساز

ان ترکیبوں کے مضاف کے آخر میں ہائے مختفی ہے لیکن مضاف الیہ سے ملنے پر اس پر ہمزہ لکھا جاتا ہے۔ ان ترکیبوں کو بلند آواز سے پڑھ کر غور کیجیے کہ ان میں 'ہ' کا تلفظ کیسا ہے۔

اب ان اضافی ترکیبوں کو بلند آواز سے پڑھیے:

راہِ خدا، کوہِ ست پڑا، ماہِ نو

یہاں حرف 'ہ' کو پوری طرح ادا کیا جاتا ہے اس لیے ان ترکیبوں میں یہ حرف ہائے مختفی نہیں ہے۔

چند ویب سائٹس کے نام حسبِ ذیل ہیں

- www.urducouncil.nic.in
- www.deedahwar.net
- www.urdustudies..com
- www.emarkaz.com
- www.urdudost.com
- www.sherosokhan.com
- www.minhajbooks.ws/urdu/
- www.tasawwuf.org
- www.urdubookdownload.wordpress.com
- www.rehmani.net
- www.allurdubooks.blogspot.in/p/urdu
- www.urduit.net
- www.abulhasanalinadwi.org
- www.drtaqiabedi.com
- www.rekhta.org
- www.takhliqat.com
- www.iqbalcyberlibrary.net
- www.liveurdu.com
- www.urdumaza.com.pk
- www.urdufun.com
- www.javedakhtar.urdunetwork.com
- www.jaunelia.itgo.com
- www.afsaney.com
- www.poshmaal.com
- www.pirzadaqasim.4t.com
- www.urdulibrary.paigham.net
- www.inquilab.com
- www.deoband.net/books.html
- www.urdulibrary.org
- www.englishtourdutranslation.com
- www.urduword.com
- www.hamariweb.com
- www.apniurdu.com
- www.ijunoon.net
- www.learningurdu.com
- www.lexilogos.com
- www.alrisala.org
- www.cpsglobal.org

इयत्ता १ ली ते ८ वी साठीची पाठ्यपुस्तक मंडळाची वैशिष्ट्यपूर्ण पुस्तके

- मुलांसाठीच्या संस्कार कथा
- बालगीते
- उपयुक्त असा मराठी भाषा शब्दार्थ संग्रह
- सर्वांच्या संग्रही असावी अशी पुस्तके
- स्फूर्तीगी
- गीतमंजुषा
- निवडक कवी, लेखक यांच्या कथांनी युक्त पुस्त

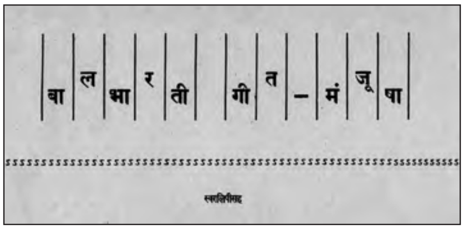

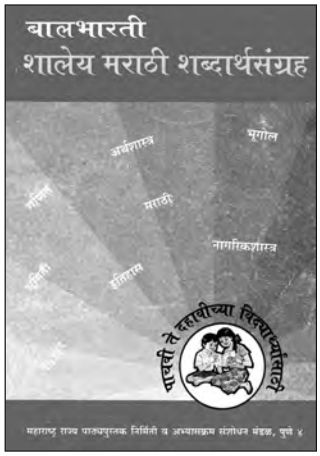

पुस्तक मागणीसाठी www.ebalbharati.in, www.balbharati.in संकेतस्थळावर भेट द्या.

साहित्य पाठ्यपुस्तक मंडळाच्या विभागीय भांडारांमध्ये विक्रीसाठी उपलब्ध आहे.

ebalbharati

विभागीय भांडारे संपर्क क्रमांक : पुणे - ☎ २५६५९४६५, कोल्हापूर- ☎ २४६८५७६, मुंबई (गोरेगाव) - ☎ २८७७१८४२, पनवेल - ☎ २७४६२६४६५, नाशिक - ☎ २३९१५११, औरंगाबाद - ☎ २३३२१७१, नागपूर - ☎ २५४७७१६/२५२३०७८, लातूर - ☎ २२०९३०, अमरावती - ☎ २५३०९६५

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ - ۴۱۱۰۰۴

₹ 46.00

बालभारती इयत्ता ७ वी (उर्दू)